PRACTICAL CENTRE
KARACHI

PRACTICAL CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

CLASS-XII

اُردو (لازمی)

سیٹ - ۱

کثیر الانتخابی سوالات (MCQs)

2023-24

info@practicalcentre.edu.pk

021-34976530

B-14, Block-1

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

کثیر الانتخابی سوالات (ایم سی کیوز)

2023-24 کے نصاب کے مطابق

مکمل نصاب کے مطابق مع شاعری کی اقسام

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

سیرت محمدی ﷺ کی جامعیت ـــــــــــــــ علامہ سید سلیمان ندوی

1) اس دنیا کی بنیاد ہی اس پر ہے:

A) اختلاف عمل B) رد عمل C) باہمی خوشی D) باہمی رضا

2) باہمی تعاون اور مختلف پیشوں کے ذریعے سے چل رہی ہے:

A) یہ دنیا B) یہ قوم C) یہ سماج D) یہ زمانہ

3) اسلام تمام انسانوں کو اتباع کی دعوت دیتا ہے:

A) کھانے B) سنّت نبوی C) جاگنے D) پیروی

4) اگر تم نے شکست کھائی ہے تو اس سے عبرت حاصل کرو:

A) جنگ بدر B) غزوہ حنین C) معرکہ احد D) غزوہ خندق

5) صفّہ کی درس گاہ اسے کہا گیا ہے:

A) قبلہ اوّل B) مسجد نبوی کا چبوترہ C) خانہ کعبہ D) مسجد عائشہ

6) اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو اس کا نظارہ کرو:

A) ایران انقلاب B) جنگ آزادی C) سمندر D) فتح مکہ

7) امی معلّم انھیں کہا گیا ہے:

A) حضرت عیسیٰؑ B) حضرت ابراہیمؑ C) نبی پاک ﷺ D) حضرت داؤدؑ

8) عدی بن حاتم کا تعلق اس قبیلے سے تھا:

A) بنو ہاشم B) بنو امیّہ C) بنو عباس D) طے

9) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اصل نام تھا:

A) اسماعیل B) عبداللہ C) داؤد D) سلیمان

10) حضرت ابوذرؓ غفاری اور انیسؓ آپس میں تھے:

A) بھائی بھائی B) دوست C) باپ بیٹا D) سسر داماد

11) ضماد بن ثعلبہ کا قبیلہ تھا:

A) ابو لقیس B) ازد C) طے D) بنو ہاشم

12) حضرت ابوذرؓ غفاری اس علاقے کے رہنے والے تھے:

A) مکہ B) طائف C) مدینہ D) تہامہ

13) ابو سفیان جو آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے تھے:

A) دوست B) حلیف C) حریف D) رقیب

14) مضمون سیرت محمدی ﷺ کی جامعیت اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) خطبات مدراس B) خطبات مدارس C) خطبات بھاولپور D) خطبات احمدیہ

15) علامہ سید سلیمان ندوی کا تعلق اس دار العلوم سے تھا:

A) دار العلوم کورنگی B) دار العلوم بنوریہ C) ندوۃ العلما D) دار العلوم مکہ

16) علامہ سید سلیمان ندوی یہاں مدفون ہیں:

A) لاہور B) لکھنؤ C) مدراس D) کراچی

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

17) علامہ سید سلیمان ندوی ان کے شاگرد ہیں:

A) علامہ شبیر احمد عثمانی B) علامہ شبلی نعمانی C) علامہ تقی عثمانی D) علامہ اقبال

18) علامہ سید سلیمان ندوی نے یہ خطبات اس شہر میں جا کر دیے:

A) کراچی B) لاہور C) مدراس D) دہلی

19) سنّت کے لغوی معنی یہ ہیں:

A) گھر B) راستہ C) مدرسہ D) کتاب

20) اللہ کی محبت کے اہل اور اس کے پیار کا مستحق بننے کا یہ ذریعہ ہے:

A) اولیا سے محبت B) فرشتوں سے محبت C) نبی ﷺ کی محبت

D) کتابوں سے محبت

21) ابو سفیان نے رسول کریم ﷺ کے بارے میں جو کچھ کہا، اس کی وجہ تھی:

A) قبائل عرب کا جوش و خروش B) قبائل عرب کی حکمت عملی C) قبائل عرب کی مایوسی D) قبائل عرب کا غصہ

22) صلح حدیبیہ مرتب ہوئی:

A) دو ہجری B) تین ہجری C) چار ہجری D) چھے ہجری

JOIN FOR MORE!!!

عالمگیر کا انصاف ---------------- علامہ شبلی نعمانی

23) المامون، سیرت نعمان ان کی تصانیف ہیں:

A) محمد حسین آزاد B) سرسید احمد خان C) علامہ شبلی نعمانی D) سید سلیمان ندوی

24) سیرت النبی ﷺ پر لکھنے کا آغاز انھوں نے کیا تھا:

A) علامہ شبلی نعمانی B) سید سلیمان ندوی C) محمد حسین آزاد D) خواجہ حسن نظامی

25) علامہ شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف سیرت النبی ﷺ کو ان کے اس شاگرد نے مکمل کیا:

A) علامہ شبیر احمد عثمانی B) علامہ تقی عثمانی C) سرسید احمد خان D) علامہ سید سلیمان ندوی

26) الغزالی اور الفاروق ان کی تصانیف ہیں:

A) محمد حسین آزاد B) مختار مسعود C) علامہ شبلی نعمانی D) رشید احمد صدیقی

27) سوانح مولانا روم اور شعر العجم ان کی تصانیف ہیں:

A) مولوی عبدالحق B) علامہ شبلی نعمانی C) حسرت موہانی D) خدیجہ مستور

28) سبق عالمگیر کا انصاف علامہ شبلی نعمانی کی اس تصنیف سے ماخوذ ہے:

A) مقالات شبلی B) اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر C) شعر العجم D) الفاروق

29) سیرت النبی ﷺ کی کل اتنی جلدیں ہیں:

A) دو B) چھے C) پانچ D) چار

30) علامہ شبلی نعمانی کا شمار لکھنے والوں کے اس گروپ میں ہوتا ہے:

A) رومانوی B) ترقی پسند C) اردو کے عناصر خمسہ D) دور جدید

31) عالمگیر کو شدت سے احساس تھا کہ کسی شخص کا نہ ہونے پائے:

A) بال بیکا B) قتل C) گمشدگی D) نقصان

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

32) سبق عالمگیر کا انصاف میں بڑھیا کے بچے تھے:

A) ایک B) دو C) تین D) چار

33) اورنگزیب زیب عدل کا دریائے عزم تھا اس میں صنعت ہے:

A) تضاد B) تلمیح C) تکرار D) استعارہ

خوش طبعی .... محمد حسین آزاد

34) دنیائے اردو ادب میں آقائے اردو انہیں کہا جاتا ہے:

A) علامہ شبلی نعمانی B) مولانا محمد حسین آزاد C) مولوی عبدالحق D) سرسید احمد خان

35) محمد حسین آزاد کے نزدیک خوش طبعی اور خوش بیانی علامت ہے:

A) جعل سازی میں کامیابی B) فرد کی اعلیٰ نسبی C) خاندانی عظمت کی D) بہروپیے کو پہچاننے کی

36) محاورہ خاک اڑانا کا مطلب ہے:

A) خوش ہو جانا B) آگ لگانا C) رام کرنا D) بدنام کر دینا

37) سبق خوش طبعی میں حسن بیان کی دلہن کا نام تھا:

A) زینت B) خندہ جبیں C) ساجدہ D) آصفہ

38) سبق خوش طبعی میں اس گھرانے میں ایک نہایت معقول شخص تھا:

A) حسن بیان B) حسن ادب C) حسن اخلاق D) حسن خیال

39) سبق خوش طبعی میں اس فلسفی کا ذکر کیا گیا ہے:

A) سارتر B) میکسم گورکی C) ارسطو D) افلاطون

40) محمد حسین آزاد نے ان کے ساتھ مل کر جدید اردو نظم کی بنیاد رکھی:

A) مولانا الطاف حسین حالی B) سرسید احمد خان C) مختار کریمی D) فاطمہ حسن

41) اردو کا بے مثل تمثیل نگار انہیں کہا جاتا ہے:

A) مولانا الطاف حسین حالی B) مولوی عبدالحق C) مولانا محمد حسین آزاد D) علامہ شبلی نعمانی

42) نیرنگ خیال ان کے تمثیلی مضامین کا مجموعہ ہے:

A) وزیر آغا B) مولانا محمد حسین آزاد C) فضل کریم فضلی D) مختار مسعود

43) مضمون خوش طبعی اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) آب گم B) زمین C) نیرنگ خیال D) زینت

44) سخن دان فارس ان کا سفرنامہ ہے:

A) مولانا محمد حسین آزاد B) وزیر آغا C) مولوی عبدالحق D) علامہ شبلی نعمانی

45) آب حیات ان کی مشہور تنقیدی کتاب ہے:

A) مولانا الطاف حسین حالی B) مولانا محمد حسین آزاد C) وزیر آغا D) علامہ شبلی نعمانی

46) دربار اکبری کے مصنف ہیں:

A) مولوی عبدالحق B) علامہ شبلی نعمانی C) مولانا محمد حسین آزاد D) مختار مسعود

JOIN FOR MORE!!!

قحط الرجال ـــــــــــ مختار مسعود

47) مضمون قحط الرجال ان کا تحریر کردہ ہے:

A) ڈاکٹر فرمان فتح پوری B) مختار مسعود C) خدیجہ مستور D) پطرس بخاری

48) مختار مسعود کا یہ مضمون شامل نصاب ہے:

A) سحر ہونے تک B) زمین C) قحط الرجال D) چار مال دار

49) مضمون قحط الرجال اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) آواز دوست B) آب گم C) خطبات مدراس D) نیرنگ خیال

50) سفر نصیب لوح ایام آواز دوست ان کی تصانیف ہیں:

A) ڈاکٹر اسلم فرخی B) امداد حسینی C) مشتاق احمد یوسفی D) مختار مسعود

51) مختار مسعود کے مضمون میں قحط میں موت واقع ہوتی ہے:

A) ارزاں B) وافر C) دشوار D) آسان

52) مضمون قحط الرجال میں البم کی قیمت تھی:

A) دو آنے B) تین آنے C) پانچ آنے D) چھے آنے

53) مختار مسعود کے مضمون قحط الرجال میں میں ہر اچھی بات ہوتی ہے:

A) تصوراتی B) الہامی C) خود کلامی D) خیالی

54) لفظ قحط الرجال کا مطلب ہے:

A) قوم میں دانا لوگوں کی کمی B) قوم میں افراد کی کمی C) قوم میں آبادی کی کمی D) پیشہ وروں کی کمی

55) مختار مسعود کے نزدیک البم آج بھی بیش قیمت ہے:

A) مختلف رنگوں کی وجہ سے B) لفظ البم سنہری چھپا ہونے کی وجہ سے C) کم قیمت میں ملنے کی وجہ سے D) مدہ تحریروں کی وجہ سے

مشاعرہ ـــــــــــ ڈاکٹر فرمان فتح پوری

56) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا سب سے بڑا کارنامہ ہے:

A) اردو زبان وادب کی خدمت B) شاعری کی خدمت C) شعرا کی خدمت D) ادیبوں کی خدمت

57) مشاعرہ ان کا تحریر کردہ مضمون ہے:

A) مشتاق احمد یوسفی B) ڈاکٹر فرمان فتح پوری C) پطرس بخاری D) مختار مسعود

58) اردو زبان کی افادیت، تصنیف سے یہ مضمون شامل نصاب ہے:

A) ادب آموزوں کے نام B) قحط الرجال C) چار مال دار D) مشاعرہ

59) اردو کی نعتیہ شاعری، اردو کی منظوم داستانیں ان کی تصانیف ہیں:

A) علامہ شبلی نعمانی B) پطرس بخاری C) ڈاکٹر فرمان فتح پوری D) مظفر وارثی

60) ادبیات و شخصیات ہندی اردو تنازعہ ان کی تصانیف ہیں:

A) ڈاکٹر فرمان فتح پوری B) علامہ شبلی نعمانی C) چراغ حسن حسرت D) منو بھائی

61) کئی افراد کا یک جا ہو کر شعر پڑھنا کہلاتا ہے:

A) ملاکھڑا B) مقابلہ C) مناظرہ D) مشاعرہ

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

62) مشاعرے کا رواج ہمارے ہاں ہے:

A) آزمودہ B) جاپانانہ C) معاصرانہ D) پرانا

63) خواجہ میر درد کے مشاعرے میں شریک ہوئے تھے:

A) بہادر شاہ ظفر B) شاہ عالم ثانی آفتاب C) مرزا سلیم بہادر D) مرزا شہ زور

64) مشاعرہ آج وجہ بن گئے ہیں:

A) پیشہ گری کی B) شہرت کی C) سیر و تفریح کی D) ثقافتی وسعت کی

ادب آموزوں کے نام ــــــــــــــــــ چراغ حسن حسرت

65) مضمون ادب آموزوں کے نام ان کا تحریر کردہ ہے:

A) چراغ حسن حسرت B) پطرس بخاری C) ڈاکٹر فرمان فتح پوری D) وزیر آغا

66) چراغ حسن حسرت کا یہ مضمون شامل نصاب ہے:

A) مشاعرہ B) چار مال دار C) ادب آموزوں کے نام D) زمین

67) چراغ حسن حسرت کی تصنیف حرف و حکایت سے یہ مضمون شامل نصاب ہے:

A) ادب آموزوں کے نام B) زمین C) میر الم D) خوش طبعی

68) مردم دیدہ ان کے مضامین کا مجموعہ ہے:

A) مشتاق احمد یوسفی B) چراغ حسن حسرت C) فضل کریم فضلی D) پطرس بخاری

69) چراغ حسن حسرت صحافی اور خاکہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ تھے:

A) نعت خواں B) پہلوان C) موسیقار D) شاعر

70) مولوی صاحب نے اخباروں میں چھپا دیا تھا:

A) کہانی B) لطیفہ C) سپاس نامہ D) اشتہار

71) عقل بڑی ہے کہ:

A) بکرا B) بھینس C) گائے D) چیونٹی

72) مولانا سیماب اکبر آبادی تھے:

A) فلسفی B) اداکار C) موسیقار D) شاعر

لاہور میں ادیبوں کی کالونی ــــــــــــــ منو بھائی

73) منو بھائی کا اصل نام تھا:

A) منیر احمد قریشی B) بشیر احمد قریشی C) صغیر احمد قریشی D) سلیم احمد قریشی

74) مضمون لاہور میں ادیبوں کی کالونی اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) نیرنگ خیال B) دوسرا کنارا C) زمین D) گریبان

75) منو بھائی کے مضامین کا مجموعہ گریبان سے یہ مضمون شامل نصاب ہے:

A) خوش طبعی B) میر الم C) لاہور میں ادیبوں کی کالونی D) گریبان

JOIN FOR MORE!!!

76) منو بھائی کالم نگار مضمون نگار ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھے:

A) شاعر B) ناول نگار C) داستان گو D) صحافی

77) اپنے آپ کو ادیب ثابت کرنے کے لیے دلچسپی لینی پڑتی ہے:

A) ادب میں B) شاعری میں C) مشاعرے میں D) محفلوں میں

78) کالونی کا ایک حصہ ادبی اور دوسرا کہلانے لگا:

A) علمی B) فنی C) غیر سیاسی D) سیاسی

79) شعر سنانے والوں کی ہوگی:

A) کمی B) بہتات C) کثرت D) بھیڑ

80) مانگ اڑانا ہے:

A) محاورہ B) روزمرہ C) کہاوت D) ضرب المثل

81) یہ کالونی برلن بن جائے گی اس جملے میں اشارہ ہے:

A) ذہنی انقلاب کرنے کا B) جرمنی کے ایک شہر کا C) ایک جدید شہر بن جانے کا D) اختلاف کی طرف

میرا البم ــــــــــ وزیر آغا

82) ڈاکٹر وزیر آغا بحیثیت مشہور ہیں:

A) اداکار B) انشائیہ نگار C) ناول نگار D) شاعر

83) غالب کا ذوقِ تماشہ ان کی تصنیف ہے:

A) پطرس بخاری B) مشتاق احمد یوسفی C) چراغ حسن حسرت D) وزیر آغا

84) انشائیے کے خدوخال ان کے مضامین کا مجموعہ ہے:

A) سر سید احمد خان B) مولانا محمد حسین آزاد C) وزیر آغا D) چراغ حسن حسرت

85) شام اور سائے اور دوسرا کنارہ ان کے مضامین کا مجموعہ ہے:

A) وزیر آغا B) مشتاق احمد یوسفی C) پطرس بخاری D) خدیجہ مستور

86) ڈاکٹر وزیر آغا کا تعلق اس شہر سے تھا:

A) چکوال B) فیصل آباد C) جہلم D) سرگودھا

87) میرا البم مضمون اس نوعیت کا ہے:

A) انشائیہ B) سوانح C) مقالہ D) خاکہ

88) مضمون میرا البم اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) تیسرا کنارا B) دوسرا کنارا C) چوتھا کنارا D) پانچواں کنارا

89) ڈاکٹر وزیر آغا کا مضمون انشائیہ اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) گریبان B) سحر ہونے تک C) زینت D) دوسرا کنارا

90) انشائیوں کا مجموعہ دوسرا کنارہ سے یہ مضمون شامل نصاب ہے:

A) خوش طبعی B) عالم گیر کا انصاف C) چار مال دار D) البم

91) میں کاغذات کے ان ڈھیروں سے ہو گیا:

A) جرأت آزما B) تیغ آزما C) دست آزما D) نبرد آزما

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE

92) تصویر میں والدہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے تھے:

A) ابو جان　B) تایا جان　C) بھائی جان　D) دادا جان

93) اس سبق میں یہ تصویر اسی جشن آزادی کے موقع پر اتاری تھی اس سے مراد ہے ہے:

A) ۲۳ مارچ　B) ۱۴ اگست　C) غلامی سے نجات کا دن　D) گھر کی تقریب

سحر ہونے تک ــــــــــــــــــــــ فضل کریم فضلی

94) "سحر ہونے تک" ان کا تحریر کردہ ناول ہے:

A) خدیجہ مستور　B) مرزا قلیچ بیگ　C) فضل کریم فضلی　D) وزیر آغا

95) "سحر ہونے تک" ناول کا پلاٹ ہے:

A) پاکستان کی آزادی سے متعلق　B) دوسری جنگ عظیم سے متعلق　C) پہلی جنگ عظیم سے متعلق　D) غدر سے متعلق

96) "عالمی بساط سیاست میں ایک اور مہرہ ضرور آئے گا" یہ جملہ ہے:

A) استعارہ　B) تضاد　C) تشبیہ　D) تلمیح

97) ناول "سحر ہونے تک" میں "تو من شدم" سے مراد ہے:

A) تو اور میں ہو گئے　B) میں تو ہو گیا　C) تو میں ہو گیا　D) میں اور تو ہو گئے

98) " انسان کی صورت میں زندہ شیر کی طرح تھے" اس جملے میں یہ صنعتی خوبی ہے:

A) مبالغہ　B) تلمیح　C) تشبیہ　D) استعارہ

99) فلمی دنیا سے وابستہ ہونے کے باوجود فضل کریم فضلی بنیادی طور پر تھے:

A) شاعر　B) افسانہ نگار　C) ناول نگار　D) موسیقار

100) چشم غزال اور نغمہ زندگی ان کی تصانیف ہیں:

A) مشتاق احمد یوسفی　B) فضل کریم فضلی　C) خدیجہ مستور　D) حیدر بخش حیدری

101) "سحر ہونے تک" اور "خون جگر ہونے تک" ان کے معروف ناول ہیں:

A) خدیجہ مستور　B) حیدر بخش حیدری　C) فضل کریم فضلی　D) مرزا قلیچ بیگ

102) ناول "سحر ہونے تک" میں اس شہر کی خوبصورتی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے:

A) کراچی　B) کلکتہ　C) دہلی　D) لاہور

103) اسمتھ، ریمزے اور لتا اس کہانی کے کردار ہیں:

A) زینت　B) زمین　C) جگر ہونے تک　D) سحر ہونے تک

104) اول "سحر ہونے تک" میں اس کی سواری کا منظر پیش کیا گیا ہے:

A) قائد اعظم　B) علامہ اقبال　C) گاندھی جی　D) لیاقت علی خان

105) اول "سحر ہونے تک" کا موضوع ہے:

A) پاکستان کے حالات　B) تحریک پاکستان کا جوش　C) پاکستان کی خوبصورتی　D) مہاجرین کی مشکلات

106) لیلیٰ اس ناول کا کردار ہے:

A) چار مال دار　B) نئے دور کی لڑکی　C) زینت　D) سحر ہونے تک

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE

زمین ـــــــــــــ خدیجہ مستور

107) "آنگن اور زمین" ان کے تحریر کردہ ناول ہیں:

A) خدیجہ مستور B) فضل کریم فضلی C) ڈپٹی نذیر احمد D) مرزا قلیچ بیگ

108) تحریک پاکستان کے سلسلے میں مسلم گھرانوں کی جدوجہد اور قربانیاں اس ناول کا موضوع ہیں:

A) سحر ہونے تک B) زمین C) زینت D) آنگن

109) تحریک پاکستان کی کامیابی کے بعد مسلم گھرانوں کی جدوجہد اور قربانیاں اور ان کی مشکلات اس ناول کا موضوع ہیں:

A) نئے دور کی لڑکی B) زمین C) سحر ہونے تک D) زینت

110) خدیجہ مستور کا اس ناول کو آدم جی ادبی ایوارڈ ملا:

A) زمین B) زینت C) آنگن D) سحر ہونے تک

111) ساجدہ اس ناول کا مرکزی کردار ہے:

A) زمین B) آنگن C) سحر ہونے تک D) نئے دور کی لڑکی

112) ساجدہ کے والد کا نام تھا:

A) منشی رمضان B) منشی کمال C) ناظم D) کاظم

113) کاظم اور ناظم کا رشتہ تھا:

A) دوست B) بھائی بھائی C) پڑوسی D) ہم جماعت

114) ساجدہ کے والد کا انتقال بے بسی کے عالم میں یہاں ہوا:

A) دہلی میں B) مہاجرین کے کیمپ میں C) لاہور میں D) اسپتال میں

115) ساجدہ کی شادی اس سے ہوئی:

A) مہتاب B) آفتاب C) کاظم D) ناظم

116) ساجدہ ڈسپنسری پہنچی تو ڈاکٹر گیا ہوا تھا:

A) کاظم B) مہتاب C) ناظم D) آفتاب

117) ساجدہ کے ابا کی موت کی اصل وجہ تھی:

A) سر کا درد B) پیٹ کا درد C) کمر کا درد D) کینسر

118) ناظم کی گھریلو ملازمہ کا نام تھا:

A) ساجدہ B) تاجی C) سلیمہ D) نسرین

119) ہجرت کا دکھ اور مہاجرین کی گھریلو اور سماجی مشکلات ان کے ناول اور افسانے کے موضوعات ہیں:

A) فضل کریم فضلی B) مرزا قلیچ بیگ C) ڈپٹی نذیر احمد D) خدیجہ مستور

نئے دور کی لڑکی ـــــــــــــ شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ

120) "نئے دور کی لڑکی" اس مشہور ناول کا چھوٹا سا حصہ ہے:

A) جگر ہونے تک B) سحر ہونے تک C) زمین D) زینت

121) "زینت" ان کا تحریر کردہ ناول ہے:

A) ڈپٹی نذیر احمد B) خدیجہ مستور C) مرزا قلیچ بیگ D) فضل کریم فضلی

JOIN FOR MORE!!!

122) "زینت" اس زبان میں تحریر کردہ ناول ہے:
A) ہندی B) اردو C) انگریزی D) سندھی

123) "زینت" ناول کا اردو ترجمہ انھوں نے کیا ہے:
A) مرزا قلیچ بیگ B) شیخ ایاز C) امداد حسینی D) وزیر آغا

124) "نئے دور کی لڑکی" میں مرکزی کردار ہے:
A) ساجدہ B) زینت C) لیلیٰ D) لتا

125) شہر بانو اور بختاور اس ناول کے کردار ہیں:
A) سحر ہونے تک B) زمین C) چار مال دار D) زینت

126) "میں صدقے میں واری" یہ فقرہ سبق نئے دور کی لڑکی میں اس نے کہا:
A) لیلیٰ B) بختاور C) لتا D) ساجدہ

127) زینت بانو کے نزدیک غربت اور شرافت اس سے بہتر ہے:
A) دولت B) تجارت C) شرافت D) زراعت

128) احوال شاہ عبداللطیف ان کا تحریر کردہ تذکرہ ہے:
A) امداد حسینی B) مختار مسعود C) مرزا قلیچ بیگ D) خدیجہ مستور

129) دیوان قلیچ ان کا شعری مجموعہ ہے:
A) میر تقی میر B) خواجہ میر درد C) مومن خان مومن D) مرزا قلیچ بیگ

130) لغات لطیفی ان کی تخلیق ہے:
A) مولوی عبدالحق B) علامہ اقبال C) حسرت موہانی D) مرزا قلیچ بیگ

131) حامد اور علی رضا اس ناول کے کردار ہیں:
A) زمین B) زینت C) سحر ہونے تک D) آنگن

132) چھوٹی اور نابالغ لڑکی کو کسی ادھیڑ عمر یا نوجوان بالغ کے ساتھ بیاہ دینا ضرب المثل میں کہلاتا ہے:
A) اونٹ کے گلے میں ٹلی B) اونٹ کے گلے میں بلی C) بلی کے گلے میں ٹلی D) بلی کے گلے میں گھنٹی

چار مال دار ـــــــــــ سید حیدر بخش حیدری

133) آرائش محفل ان کی تحریر کردہ داستان ہے:
A) میر امن دہلوی B) میر قربان علی C) سید حیدر بخش حیدری D) رجب علی بیگ سرور

134) گل مغفرت اور گلشن ہندان کی تصانیف ہیں:
A) سید حیدر بخش حیدری B) رجب علی بیگ سرور C) میر قربان علی D) میر امن دہلوی

135) چار مال دار کہانی اس داستان سے ماخوذ ہے:
A) فسانہ عجائب B) باغ و بہار C) توتا کہانی D) داستان امیر حمزہ

136) چار مال دار اس شہر کے رہنے والے تھے:
A) بخارہ B) بلخ C) مشہد D) اصفہان

137) خجستہ اس داستان کا اہم کردار ہے:
A) داستان امیر حمزہ B) فسانہ عجائب C) باغ و بہار D) توتا کہانی

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024
JOIN FOR MORE!!!

138) خجستہ کو داستان اس نے سنائی:

A) مینا نے B) کبوتر نے C) توتے کو D) چڑیا نے

139) چاروں مفلس اس کے پاس گئے:

A) حکیم کے پاس B) نجومی کے پاس C) ڈاکٹر کے پاس D) بادشاہ کے پاس

140) حکیم نے چاروں مفلسوں کو دیا:

A) کتاب B) مہرہ C) آئینہ D) پھول

141) کس سے کہیے کیا کیا ہم نے ★ جو کیا سو برا کیا ہم نے۔ اس شعر میں یہ صنعت ہے:

A) تضاد B) تکرار C) تلمیح D) استفہام

مولانا حسرت موہانی ------------- مولوی عبدالحق

JOIN FOR MORE!!!

142) خاکہ "مولانا حسرت موہانی" انھوں نے تحریر کیا ہے:

A) رشید احمد صدیقی B) چراغ حسن حسرت C) علامہ شبلی نعمانی D) مولوی عبدالحق

143) خاکہ "مولانا حسرت موہانی" اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) چند ہم عصر B) گنج ہائے گراں مایہ C) گریبان D) دوسرا کنارا

144) اردو زبان و ادب کے سلسلے میں مولوی عبدالحق کو اس لقب سے یاد کیا جاتا ہے:

A) بابائے کتب B) بابائے ادب C) بابائے قوم D) بابائے اردو

145) اردو کا قائد اعظم انھیں کہا جاتا ہے:

A) سر سید احمد خان B) مولوی عبدالحق C) مولانا حسرت موہانی D) علامہ اقبال

146) مولانا حسرت موہانی یہ رسالہ نکالتے تھے:

A) اردو B) ساقی C) اردوئے معلیٰ D) مخزن

147) قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ ان کی جماعت تھی:

A) مسلمانوں B) ہندوؤں C) پارسیوں D) سکھوں

148) سردار عبدالرب پٹیل ان سے بہت گھبراتے تھے:

A) علامہ قبال B) مولوی عبدالحق C) حسرت موہانی D) قائد اعظم

سر اقبال مرحوم ------------- رشید احمد صدیقی

149) خاکہ "سر اقبال مرحوم" انھوں نے تحریر کیا ہے:

A) مولوی عبدالحق B) حسرت موہانی C) ڈاکٹر اسلم فرخی D) رشید احمد صدیقی

150) خاکہ "سر اقبال مرحوم" اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) گنج ہائے گراں مایہ B) چند ہم عصر C) آب گم D) دوسرا کنارا

151) گنج ہائے گراں مایہ سے یہ خاکہ شامل نصاب ہے:

A) حسرت موہانی B) سر اقبال مرحوم C) چمنے کہ تا قیامت D) کرکٹ

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE

152) گنج ہائے گراں مایہ اس نوعیت کی کتاب ہے:
A) افسانوں کا مجموعہ B) شاعری کا مجموعہ C) خاکوں کا مجموعہ D) کالموں کا مجموعہ

153) جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم! دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان، اس شاعر کا شعر ہے:
A) علامہ اقبال B) اعجاز رحمانی C) محسن کاکوروی D) رسا چغتائی

154) رشید احمد صدیقی خاکہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہیں:
A) شاعر B) طنز و مزاح نگار C) صحافی D) ڈراما نگار

155) رشید احمد صدیقی کو علی گڑھ اسٹیشن پر ان کے انتقال کی خبر ملی:
A) حسرت موہانی B) نگار صہبائی C) مولوی عبدالحق D) علامہ اقبال

156) رشید احمد صدیقی علامہ اقبال سے ملاقات کے لیے اس شہر گئے:
A) لاہور B) دہلی C) مدراس D) کراچی

چمنے کہ تا قیامت ــــــــــــ ڈاکٹر اسلم فرخی

JOIN FOR MORE!!!

157) اردو ادب کے بہترین نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ اسلم فرخی کا یہ شعبہ بھی بہت اہم ہے:
A) خاکہ نگار B) ناول نگار C) افسانہ نگار D) شاعر

158) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی شخصیت پر لکھا ہوا خاکہ اس نام سے شامل نصاب ہے:
A) حسرت موہانی B) سر علامہ اقبال C) چمنے کہ تا قیامت D) محمد علی جوہر

159) بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ان کی تصنیف ہے:
A) رسا چغتائی B) چراغ حسن حسرت C) ڈاکٹر فرمان فتح پوری D) ڈاکٹر اسلم فرخی

160) مولانا حسرت موہانی اور گلدستہ ادب ان کے لکھے ہوئے خاکوں کا مجموعہ ہے:
A) ڈاکٹر اسلم فرخی B) علامہ شبلی نعمانی C) مختار کریمی D) یاسمین حمید

161) کتاب گلدستہ احباب سے یہ خاکہ شامل نصاب ہے:
A) سر علامہ اقبال B) حسرت موہانی C) چمنے کہ تا قیامت D) چار مال دار

162) اسلامیہ کالج سے اردو کالج میں ان کا داخلہ ہوا:
A) رسا چغتائی B) وضاحت نسیم C) خوشحال خان خٹک D) وجد چغتائی

163) زہد و ورع کا مطلب یہ ہے:
A) ریاکاری B) پرہیزگاری C) شجرکاری D) اداکاری

164) ڈاکٹر اسلم فرخی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کی اس ادا سے بہت متاثر ہوئے
A) عاجزی سے B) سادگی سے C) بے نیازی سے D) ملنساری سے

165) بھرم کھلنا کہلاتا ہے:
A) استعارہ B) تلمیح C) ضرب المثل D) محاورہ

166) ہمہ اوست ان کا نظریہ ہے:
A) وہی ہے B) سب کچھ وہی ہے C) وہی نہیں ہے D) تم ہی ہو

167) ہمہ از اوست ان کا نظریہ ہے:
A) سب کچھ اسی سے ہے B) وہی نہیں ہے C) تم ہی تو ہو D) تم ہی تو نہیں ہو

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی ــــــــــــ پطرس بخاری

168) سویرے جو کل آنکھ میری کھلی ان کا تحریر کردہ مضمون ہے:
A) پطرس بخاری B) وزیر آغا C) خدیجہ مستور D) مشتاق احمد یوسفی

169) مضامین پطرس سے یہ مضمون شامل نصاب ہے:
A) چمنے کہ تا قیامت B) قحط الرجال C) سویرے جو کل آنکھ میری کھلی D) مشاعرہ

170) خطبات پطرس اور تخلیقات پطرس ان کے طنز و مزاح کے مضامین کا مجموعہ ہے:
A) مشتاق احمد یوسفی B) منو بھائی C) وزیر آغا D) پطرس بخاری

171) گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو وہ یہاں دوڑتا ہے:
A) باغ کی طرف B) شہر کی طرف C) گھر کی طرف D) بازار کی طرف

172) لالہ جی اس سبق کا اہم کردار ہے:
A) کرکٹ B) سویرے جو کل آنکھ میری کھلی C) چمنے کہ تا قیامت D) خوش طبعی

173) پطرس بخاری کا پورا نام یہ تھا:
A) مراد علی شاہ B) قائم علی شاہ C) سید احمد شاہ D) خادم علی شاہ

174) "کتے" ان کا معرکتہ الآرا مضمون ہے:
A) پطرس بخاری B) مشتاق احمد یوسفی C) رشید احمد صدیقی D) منو بھائی

175) بیل اور میں ان کا خوبصورت افسانہ ہے:
A) خدیجہ مستور B) ہاجرہ مستور C) فضل کریم فضلی D) پطرس بخاری

JOIN FOR MORE!!!

کرکٹ ــــــــــــ مشتاق احمد یوسفی

176) مشتاق احمد یوسفی کا یہ مضمون شامل نصاب ہے:
A) سویرے جو کل آنکھ میری کھلی B) کرکٹ C) قحط الرجال D) مشاعرہ

177) مرزا عبدالودود بیگ ان کے طنز و مزاح کا اہم کردار ہے:
A) پطرس بخاری B) مشتاق احمد یوسفی C) ڈاکٹر اسلم فرخی D) منو بھائی

178) چراغ تلے ان کے مضامین کا مجموعہ ہے:
A) رشید احمد صدیقی B) مشتاق احمد یوسفی C) منو بھائی D) مولوی عبدالحق

179) خاکم بدہن ہم ان کے مضامین کا مجموعہ ہے:
A) ڈاکٹر اسلم فرخی B) پطرس بخاری C) مشتاق احمد یوسفی D) مختار مسعود

180) آب گم ان کا مشہور اور طنز و مزاح کے مضامین کا مجموعہ ہے:
A) پطرس بخاری B) منو بھائی C) وزیر آغا D) مشتاق احمد یوسفی

181) شام شعر یاراں ان کا آخری طنز و مزاح کا مجموعہ ہے:
A) پطرس بخاری B) مشتاق احمد یوسفی C) رشید احمد صدیقی D) ڈاکٹر اسلم فرخی

182) بقول مشتاق احمد یوسفی کرکٹ بہت تیزی سے ہمارا کھیل بنتا جارہا ہے:
A) صوبائی B) معاشرتی C) نظریاتی D) قومی

PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE

183) مشتاق احمد یوسفی کا مضمون کرکٹ ان کے اس طنز و مزاح کے مجموعہ سے ماخوذ ہے:

A) چراغ تلے B) آب گم C) شام شعر یاراں D) گلاب چہرے

متفرقات

184) کہانی اسے کہتے ہیں:

A) واقعات کے مجموعے کو B) واقعات کی ترتیب C) قصوں کی ترتیب D) کرداروں کی ترتیب

185) واقعات کے مجموعے کو کہتے ہیں:

A) ڈراما B) افسانہ C) ناول D) کہانی

186) کہانی کی اتنی اقسام ہوتی ہیں:

A) دو B) تین C) چار D) پانچ

JOIN FOR MORE!!!

187) کہانی کی پہلی شکل ہے:

A) ناول B) داستان C) افسانہ D) ڈراما

188) کہانی کی دوسری شکل ہے:

A) ناول B) افسانہ C) ڈراما D) داستان

189) کہانی کی تیسری شکل ہے:

A) داستان B) ڈراما C) ناول D) افسانہ

190) کہانی کی چوتھی شکل ہے:

A) افسانہ B) ناول C) ڈراما D) داستان

191) افسانہ اس کہانی کو کہتے ہیں:

A) جو مختصر ترین ہو B) جو مختصر ہو C) جو بہت طویل ہو D) جو طویل ترین ہو

192) داستان اس کہانی کو کہتے ہیں:

A) جو بہت طویل ہو B) جو بہت مختصر ہو C) جو مختصر ترین ہو D) جو مختصر ہو

193) ناول اس کہانی کو کہتے ہیں:

A) جو مختصر ہو B) جو بہت مختصر ہو C) جو بہت طویل ہو D) جو طویل ہو

194) خاکہ اس مضمون کو کہتے ہیں:

A) جو شخصیت پر طویل ہو B) جو شخصیت پر مختصر ہو C) جو تحقیقی ہو D) جو مزاحیہ ہو

195) مقالہ اس مضمون کو کہتے ہیں:

A) جو سوانحی ہو B) جو خیالی ہو C) جو تحقیقی ہو D) جو حقیقی ہو

196) انشائیہ اس مضمون کو کہتے ہیں:

A) شخصی اور انفرادی طرز کا اظہار B) تحقیقی C) مزاحیہ D) تاریخی

197) سوانح اس مضمون کو کہتے ہیں:

A) جو شخصیت پر تفصیلی ہو B) شخصیت پر مختصر ہو C) شخصیت پر مختصر ترین ہو D) جو تصوراتی ہو

198) قصوں کے مجموعے کو کہتے ہیں:

A) داستان B) ڈراما C) افسانہ D) کہانی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

199) کہانی کا پلاٹ اسے کہتے ہیں:

A) واقعات کا مجموعہ B) واقعات کی ترتیب C) مکالموں کی ترتیب D) کرداروں کی ترتیب

200) الفاظ کو عملی شکل میں پیش کرنے کا نام ہے:

A) ڈراما B) افسانہ C) ناول D) داستان

حصہ شاعری (نظم)

حمد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مظفر وارثی

201) شامل نصاب نظم حمد کے شاعر ہیں:

A) محسن کاکوروی B) مظفر وارثی C) مولانا الطاف حسین حالی D) علامہ اقبال

202) شامل نصاب نظم حمد اس مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) باب حرم B) برف کی ناؤ C) الحمد D) کعبہ عشق

203) باب حرم ان کا نعتیہ شعری مجموعہ ہے:

A) مظفر وارثی B) اقبال عظیم C) اعجاز رحمانی D) محسن کاکوروی

204) برف کی ناؤ اور کعبہ عشق ان کی شاعری کا مجموعہ ہے:

A) محسن کاکوروی B) علامہ اقبال C) یاسمین حمید D) مظفر وارثی

205) مظفر وارثی کی یہ نظم شامل نصاب ہے:

A) حمد B) نعت C) منقبت D) بدلی کا چاند

206) مظفر وارثی کی نظم حمد میں "رہا ہے وہی ہے وہی خدا ہے" کہلاتی ہے:

A) قافیہ B) ردیف C) تلمیح D) مطلع

207) مظفر وارثی کی نظم حمد میں چلا، دکھا، بنا، بٹھا، کہلاتے ہیں:

A) ردیف B) محاورہ C) قافیہ D) ضرب المثل

208) مظفر وارثی کے نعتیہ شعری مجموعے الحمد سے یہ نظم شامل نصاب ہے:

A) حمد B) نعت C) بدلی کا چاند D) آسمان اور تارے

209) مظفر وارثی کی نظم حمد میں میں سفر سے مراد ہے:

A) عام سفر B) مشرق کی طرف سفر C) رب کی طرف سفر D) شمالی علاقوں کا سفر

210) نظم حمد میں لفظ آئینہ اس معنوں میں استعمال ہوا ہے:

A) زمین B) آسمان C) گھر D) شیشہ

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE
R-14 BLOCK-1 GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☎: 34976530-34812547-34984762

نعت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ـــــــــــــ محسن کاکوروی

211) نظم نعت میں میں نقاش ازل سے مراد یہ ہے:

A) وعدہ ازل　B) وجود انسان　C) خالق کائنات　D) روز ازل

212) نظم نعت میں الکن سے مراد یہ ہے:

A) ہکلانے والی　B) الجھن　C) لیکن　D) تعریف کرنے والی

213) شامل نصاب نعت اس مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) کعبہ عشق　B) کلیات محسن کاکوروی　C) افغان محسن　D) صبح تجلی

214) شامل نصاب نعت کے شاعر ہیں:

A) اعجاز رحمانی　B) مظفر وارثی　C) علامہ اقبال　D) محسن کاکوروی

215) کلیات محسن ان کا شعری مجموعہ ہے:

A) محسن کاکوروی　B) اعجاز رحمانی　C) مظفر وارثی　D) اقبال عظیم

216) صبح تجلی اور افغان محسن ان کا شعری مجموعہ ہے:

A) اقبال عظیم　B) محسن کاکوروی　C) علامہ اقبال　D) سید ضمیر جعفری

217) محسن کاکوروی کی وجہ شہرت ہے:

A) غزل گوئی　B) نظم نگاری　C) نعت گوئی　D) مرثیہ نگاری

JOIN FOR MORE!!!

منقبت ـــــــــــــ اعجاز رحمانی

218) شامل نصاب منقبت کے مطابق یاران مصطفیٰ اس کے لائق ہیں:

A) تعظیم کے　B) تکریم کے　C) تحسین کے　D) توقیر کے

219) اعجاز رحمانی کی وجہ شہرت ہے:

A) نعت گوئی　B) نظم گوئی　C) افسانہ نگاری　D) مرثیہ گوئی

220) اعجاز رحمانی اس صنف سخن کے بڑے مشہور شاعر ہیں:

A) مرثیہ گوئی　B) نوحہ خوانی　C) نعت گوئی　D) خاکہ نگاری

221) شامل نصاب اعجاز رحمانی کی یہ منقبت اس مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) دستک　B) عظمتوں کے مینار　C) آہنگ　D) بانگ درا

222) پہلی کرن اور آخری روشنی ان کا شاعری کا مجموعہ ہے:

A) مختار کریمی　B) فاطمہ حسن　C) یاسمین حمید　D) اعجاز رحمانی

223) اعجاز مصطفیٰ اور افکار کی خوشبو ان کا شعری مجموعہ ہے:

A) پروین شاکر　B) رسا چغتائی　C) اعجاز رحمانی　D) وضاحت نسیم

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی ــــــــــ ابوالاثر حفیظ جالندھری

224) نظم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی کے شاعر ہیں:

A) علامہ اقبال　B) ابوالاثر حفیظ جالندھری　C) سید ضمیر جعفری　D) جوش ملیح آبادی

225) نظم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی اس بڑی نظم سے ماخوذ ہے:

A) مسدس مدوجزر اسلام　B) شکوہ　C) شاہنامہ اسلام　D) جواب شکوہ

226) پاکستان کا قومی ترانہ اس شاعر کی تخلیق ہے:

A) ابوالاثر حفیظ جالندھری　B) علامہ اقبال　C) صوفی غلام مصطفیٰ تبسم　D) جوش ملیح آبادی

227) تلخابہ شیریں، نغمہ زار اور سوز و ساز ان کی شاعری کے مجموعے ہیں:

A) علامہ اقبال　B) ابوالاثر حفیظ جالندھری　C) نگار صہبائی　D) اعجاز رحمانی

228) ابوالاثر حفیظ جالندھری کا اصل کارنامہ یہ ہے:

A) صحرا کی دعا　B) گیت نگاری　C) مدوجزر اسلام　D) شاہنامہ اسلام

JOIN FOR MORE!!!

229) حفیظ جالندھری کا لقب ہے:

A) ابوالاثر　B) ختر　C) جالندھری　D) محسن الملک

230) ابوالاثر اس شاعر کو کہا جاتا ہے:

A) جوش ملیح آبادی　B) علامہ اقبال　C) ابوالاثر حفیظ جالندھری　D) مرزا غالب

231) نظم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی میں شہادت کا دریا یہ صنعت ہے:

A) تلمیح　B) تشبیہ　C) استعارہ　D) تضاد

232) نظم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی میں شہادت کا دریا سے مراد ہے:

A) حضرت امام حسنؓ　B) حضرت عیسیٰ　C) حضرت امام حسینؓ　D) حضرت موسیٰ

233) نظم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی اس ہیئت میں لکھی گئی ہے:

A) مسدس　B) مخمس　C) مثنوی　D) رباعی

234) حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا اصل جہیز تھا:

A) گھریلو سامان　B) فکر و فاقہ　C) تسنیم و کوثر　D) صبر و شکر

235) نظم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی میں تسنیم و کوثر سے مراد ہے:

A) جنت کے باغ　B) پہاڑ　C) جنت کی نہریں　D) سمندر

چاند اور تارے ــــــــــ علامہ اقبال

236) نظم چاند اور تارے میں مدام چلنا سے مراد یہ ہے:

A) ہمیشہ رکنا　B) ہمیشہ رہنا　C) ہمیشہ چلنا　D) ہمیشہ سونا

237) نظم چاند اور تارے کی ہیئت یہ ہے:

A) مثنوی　B) مسدس　C) مخمس　D) رباعی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

238) اسلامی دنیا کا سب سے بڑا شاعر یہ ہے:

A) مرزا غالب B) حفیظ جالندھری C) خواجہ میر درد D) علامہ اقبال

239) بانگ درا اس شاعر کا مجموعہ کلام ہے:

A) مختار کریمی B) علامہ اقبال C) رسا چغتائی D) ناصر کاظمی

240) علامہ اقبال کے مجموعے بانگ درا سے یہ نظم شامل نصاب ہے:

A) چاند اور تارے B) بدلی کا چاند C) مرہم D) آب زم زم

241) نظم چاند اور تارے ہمیں پیغام دیتی ہے:

A) مایوسی کا B) خوش ہونے کا C) جہد مسلسل کا D) ہنسنے کا

242) پاکستان کے قومی شاعر ہیں:

A) مولانا الطاف حسین حالی B) مظفر وارثی C) اعجاز رحمانی D) علامہ اقبال

243) بال جبریل اور ضرب کلیم ان کے شاعری کے مجموعے ہیں:

A) علامہ اقبال B) حمایت علی شاعر C) محسن کاکوروی D) مظفر وارثی

JOIN FOR MORE!!!

244) نظم چاند اور تارے میں اشہب زمانہ میں یہ صنعت ہے:

A) تضاد B) تلمیح C) استعارہ D) تشبیہ

245) علامہ اقبال یہاں پیدا ہوئے:

A) لاہور B) سیال کوٹ C) کشمیر D) کراچی

246) بیسویں صدی کا سب سے بڑا شاعر ہے:

A) علامہ اقبال B) مرزا غالب C) ناصر کاظمی D) فراق گورکھپوری

247) چاند اور تارے اس شاعر کی نظم ہے:

A) یاسمین حمید B) فاطمہ حسن C) جون ایلیا D) علامہ اقبال

248) نظم چاند اور تارے اس شاعری کے مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) ضرب کلیم B) بانگ درا C) ارمغان حجاز D) بال جبریل

بدلی کا چاند ------------ جوش ملیح آبادی

249) جوش ملیح آبادی کا پورا نام یہ ہے:

A) مہدی علی خان B) شبیر حسن خان C) نذیر حسین D) محمد داؤد خان

250) یادوں کی برات ان کی سوانح ہے:

A) رسا چغتائی B) علامہ اقبال C) جوش ملیح آبادی D) سید ضمیر جعفری

251) فکر و نشاط اور شعلہ و شبنم ان کی شاعری کا مجموعہ ہے:

A) علامہ اقبال B) جوش ملیح آبادی C) اعجاز رحمانی D) محسن کاکوروی

252) شاعر شباب اور انقلاب انہیں کہتے ہیں:

A) جوش ملیح آبادی B) حفیظ جالندھری C) نظیر اکبر آبادی D) نگار صہبائی

253) شاعر انقلاب انہیں کہا جاتا ہے:

A) نظیر اکبر آبادی B) علامی اقبال C) مرزا غالب D) جوش ملیح آبادی

254) شاعری کے ذریعے انہوں نے آزادی کی شمع کو روشن کیا:

A) مرزا غالب B) نظیر اکبر آبادی C) جوش ملیح آبادی D) خواجہ میر درد

255) بدلی کا چاند ان کی تحریر کردہ نظم ہے:

A) جوش ملیح آبادی B) علامہ اقبال C) یاسمین حمید D) مختار کریمی

256) جوش ملیح آبادی کی یہ نظم شامل نصاب ہے:

A) چاند اور تارے B) مرہم C) آب زم زم D) بدلی کا چاند

257) نظم بدلی کا چاند اس شاعری کے مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) یادوں کی بارات B) دیوان جوش C) دیوان D) ضرب کلیم

258) نظم بدلی کا چاند اس ہیئت میں لکھی گئی ہے:

A) مثنوی B) مسدس C) غزل D) مخمس

259) نظم بدلی کا چاند میں ابھرا تو تجلی دوڑ گئی سے شاعر کی مراد ہے:

A) بجلی چمک گئی B) روشنی پھیل گئی C) سورج طلوع ہوگیا D) چاندنی پھیل گئی

کتبہ کون لکھے گا؟ ـــــــــ یاسمین حمید

260) یاسمین حمید کی نظم ہم شامل نصاب ہے:

A) کتبہ کون لکھے گا؟ B) مرہم C) آب زم زم D) چاند اور تارے

261) یاسمین حمید کی نظم کتبہ کون لکھے گا؟ اس مجموعہ کلام سے ماخوذ ہے:

A) آدھا دن اور آدھی رات B) حصار در و دیوار C) فنا بھی ایک سراب D) پس آئینہ

262) فنا بھی ایک سراب، اس شاعرہ کا شعری مجموعہ ہے:

A) فاطمہ حسن B) یاسمین حمید C) مختار کریمی D) جون ایلیا

263) پس آئینہ اور حصار در و دیوار شاعرہ کے شعری مجموعے ہیں:

A) جون ایلیا B) فاطمہ حسن C) رسا چغتائی D) یاسمین حمید

264) نظم کتبہ کون لکھے گا؟ کی شاعرہ ہیں:

A) یاسمین حمید B) فاطمہ حسن C) شاہدہ حسن D) شاہدہ تبسم

265) یاسمین حمید کا شمار اس عہد کی شاعرات میں ہوتا ہے:

A) دور قدیم B) پاکستان سے پہلے C) عہد حاضر D) ترقی پسند

مرہم ـــــــــ مختار کریمی

266) شامل نصاب نظم مرہم کے شاعر ہیں:

A) مختار کریمی B) رسا چغتائی C) یاسمین حمید D) فاطمہ حسن

267) مختار کریمی کی یہ نظم شامل نصاب ہے:

A) کتبہ کون لکھے گا؟ B) آب زم زم C) بدلی کا چاند D) مرہم

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

268) مختار کریمی کی نظم مرہم اس مجموعہ کلام سے ماخوذ ہے:

A) پس آئینہ	B) رمز سخن	C) خیال کی دستک	D) نہال درد

269) نظم مرہم میں زمین زادوں سے مراد ہے:

A) زمینی مخلوق	B) اچھے لوگ	C) برے لوگ	D) بے بس لوگ

270) خیال کی دستک اس شاعر کا مجموعہ کلام ہے:

A) جون ایلیا	B) یاسمین حمید	C) مختار کریمی	D) رسا چغتائی

دو بہرے شناساؤں کی ملاقات ـــــــــــــــــ سید ضمیر جعفری

271) "دو بہرے شناساؤں کی ملاقات" کے شاعر ہیں:

A) سید ضمیر جعفری	B) جوش ملیح آبادی	C) علامہ اقبال	D) خوشحال خان خٹک

272) مافی الضمیر ان کا شعری مجموعہ ہے:

A) جون ایلیا	B) علامہ اقبال	C) سید ضمیر جعفری	D) حفیظ جالندھری

273) کتابی چہرے اور لہو ترنگ ان کی شاعری کے مجموعہ کلام ہیں:

A) مومن خان مومن	B) میر تقی میر	C) رسا چغتائی	D) سید ضمیر جعفری

274) مجموعہ کلام مافی الضمیر سے یہ نظم شامل نصاب ہے:

A) کتبہ کون لکھے گا؟	B) دو بہرے شناساؤں کی ملاقات	C) مرہم	D) آب زم زم

275) سید ضمیر جعفری کی شاعری اس رنگ میں رنگی ہوئی ہوتی ہے:

A) حسرت و یاس	B) طنز و ظرافت	C) ہجرت کا دکھ	D) فکر و فلسفہ

276) سید ضمیر جعفری کا شمار شاعروں کے اس قبیلے میں ہوتا ہے:

A) ترقی پسندوں	B) علامت نگاروں	C) طنز و مزاح	D) فلسفیوں

JOIN FOR MORE!!!

گیت ـــــــــــــــــ نگار صہبائی

277) نگار صہبائی کی وجہ شہرت ہے:

A) غزل گوئی	B) رباعی	C) گیت نگاری	D) مرثیہ نگاری

278) نگار صہبائی کا اصل نام یہ ہے:

A) محمد حمید	B) محمد نوید	C) محمد یوسف	D) محمد سعید

279) من گاگر، ان کے شاعری یا گیتوں کا مجموعہ ہے:

A) یاسمین حمید	B) نگار صہبائی	C) وضاحت نسیم	D) جون ایلیا

280) مجموعہ کلام نام انت سے آگے کے شاعر ہیں:

A) نگار صہبائی	B) رسا چغتائی	C) جون ایلیا	D) یاسمین حمید

281) شامل نصاب گیت کے شاعر ہیں:

A) حمایت علی شاعر	B) مختار کریمی	C) نگار صہبائی	D) فاطمہ حسن

282) شامل نصاب گیت، بہت اس مجموعے سے سے ماخوذ ہے:

A)سوز و ساز B)نغمہ زار C)کتابی چہرے D)انت سے آگے

283) ایک عورت مرد کو مخاطب کر کے اظہار محبت کرتی ہے اس صنف کو شاعری میں کہا جاتا ہے:

A)غزل B)گیت C)نظم D)ثلاثی

ثلاثی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حمایت علی شاعر

284) شامل نصاب نظم ثلاثی کے شاعر ہیں:

A)حمایت علی شاعر B)رسا چغتائی C)جون ایلیا D)یاسمین حمید

285) شخص و عکس، تشنگی کا سفر، اس شاعر کی شاعری کے مجموعے ہیں:

A)مختار کریمی B)وضاحت نسیم C)حمایت علی شاعر D)ناصر کاظمی

286) شامل نصاب نظم اسلوب کے شاعر ہیں:

A)ناصر کاظمی B)مختار کریمی C)رسا چغتائی D)حمایت علی شاعر

287) شامل نصاب نظم اسلوب ماخوذ ہے:

A)کلیات حمایت علی شاعر B)کلیات جگر C)کلیات ناصر کاظمی D)کلیات جوش

JOIN
FOR
MORE!!!

آب زم زم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رسا چغتائی

288) رسا چغتائی کا اصل نام تھا:

A)مرزا محتشم علی بیگ B)عابد علی بیگ C)راشد علی بیگ D)زاہد علی بیگ

289) نظم آب زم زم کے شاعر ہیں:

A)حمایت علی شاعر B)سید ضمیر جعفری C)وضاحت نسیم D)رسا چغتائی

290) نظم آب زم زم رسا چغتائی کے اس مجموعے سے ماخوذ ہے:

A)خواب دریچے B)چشمہ ٹھنڈے پانی کا C)تشنگی کا سفر D)لہو ترنگ

291) مجموعہ چشمہ ٹھنڈے پانی کا کے شاعر ہیں:

A)یاسمین حمید B)فاطمہ حسن C)حایت علی شاعر D)رسا چغتائی

292) تیرے آنے کا انتظار رہا، اس شاعر کا مجموعہ کلام ہے:

A)رسا چغتائی B)حمایت علی شاعر C)مختار کریمی D)علامہ اقبال

کام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وضاحت نسیم

293) وضاحت نسیم کی یہ نظم شامل نصاب ہے:

A)کام B)مرہم C)کتبہ کون لکھے گا؟ D)چاند اور تارے

294) وضاحت نسیم کی یہ نظم اس ہیئت ہے:

A)مثنوی B)گیت C)رباعی D)ہائیکو

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

295) اندھی گلی میں سورج ان کی شاعری کا مجموعہ ہے:

A) فاطمہ حسن　B) وضاحت نسیم　C) یاسمین حمید　D) جون ایلیا

296) ثلاثی اور ہائیکو میں اتنے مصرعے ہوتے ہیں:

A) چھے　B) پانچ　C) دو　D) تین

حصہ شاعری (غزلیات)

خواجہ میر درد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تصوف کے امام

297) تصوف کا امام شاعر کو کہا جاتا ہے:

A) مومن خان مومن　B) خواجہ میر درد　C) مرزا غالب　D) علامہ اقبال

298) خواجہ میر درد کو اردو شاعری میں یہ مقام حاصل ہے:

A) خدائے سخن　B) پہلا فلسفی شاعر　C) تصوف کے امام　D) پہلا قومی شاعر

JOIN FOR MORE!!!

299) اس شاعر نے اپنی شاعری کو نالہ قرار دیا ہے:

A) مومن خان مومن　B) مرزا غالب　C) جگر مراد آبادی　D) خواجہ میر درد

300) خواجہ میر درد نے اپنی شاعری کو یہ کہا ہے:

A) خوشیوں کا اظہار　B) نالے　C) مرثیہ　D) خودی

301) اردو زبان و ادب میں صوفیانہ شاعری کا سب سے پہلا اور بڑا شاعر ہے:

A) مرزا غالب　B) خواجہ میر درد　C) مومن خان مومن　D) میر تقی میر

302) عشق حقیقی اور عشق مجازی کا امتزاج اس شاعر کی شاعری کا خاص رنگ ہے:

A) مرزا غالب　B) مومن خان مومن　C) خواجہ میر درد　D) جگر مراد آبادی

303) درد اردو شاعری کے تاج کا سب سے بڑا ہیرا ہے اس نقاد کا کہنا ہے:

A) ڈاکٹر سید عبداللہ　B) ڈاکٹر سلیم اختر　C) ڈاکٹر فرمان فتح پوری　D) رام بابو سکسینہ

304) درد کی غزل میں ہجوم یاس کا مطلب ہے:

A) ناامیدی کی کثرت　B) خوشیوں کا ہجوم　C) فکر و فلسفہ　D) تمناؤں کی کثرت

305) درد کی غزل میں جلوہ فرما سے مراد ہے:

A) تشریف لانے والا　B) تشریف نہ لانے والا　C) جلوہ دکھانے والا　D) غصہ دکھانے والا

306) صوفیانہ اصطلاحات پہلی مرتبہ اس شاعر کے ذریعے عام ہوئیں:

A) خواجہ میر درد　B) مومن خان مومن　C) مرزا غالب　D) میر تقی میر

307) نظریہ وحدت الوجود اور نظریہ وحدت الشہود کی ترجمانی اس شاعر نے اپنی غزل میں کی:

A) مومن خان مومن　B) جگر مراد آبادی　C) علامہ اقبال　D) خواجہ میر درد

308) خواجہ میر درد کے ہم عصر شاعر تھے:

A) مرزا غالب　B) میر تقی میر　C) مومن خان مومن　D) جگر مراد آبادی

309) خواجہ میر درد کی غزل اس رنگ سے بھرپور ہوتی ہے:

A) صوفیانہ　B) سماجی　C) ظریفانہ　D) انقلابی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

میر تقی میر ـــــــــــــــــ خدائے سخن

310) خدائے سخن اس شاعر کو کہا جاتا ہے:
A) میر تقی میر　B) جگر مراد آبادی　C) مرزا غالب　D) مومن خان مومن

311) میر کی غزل میں مونس ہجراں ہے:
A) توکل　B) شکر　C) صبر　D) احسان

312) غم اس شاعر کی شاعری کا مستقل موضوع ہے:
A) جگر مراد آبادی　B) میر تقی میر　C) مرزا غالب　D) علامہ اقبال

313) خواجہ میر درد اور مرزا محمد رفیع سودا اس شاعر کے ہم عصر شاعر ہیں:
A) مومن خان مومن　B) مرزا غالب　C) میر تقی میر　D) جگر مراد آبادی

314) میر تقی میر کے اتنے دیوان ہیں:
A) چھے　B) پانچ　C) تین　D) دو

315) دل دلی اور حالات زمانہ اس شاعر کی اہم خصوصیت ہے:
A) جگر مراد آبادی　B) مومن خان مومن　C) فراق گور کھپوری　D) میر تقی میر

316) نکات الشعراء اس شاعر کی کتاب ہے:
A) جگر مراد آبادی　B) میر تقی میر　C) مرزا غالب　D) مومن خان مومن

317) اس شاعر نے اپنی شاعری کو دل کا مرثیہ قرار دیا ہے:
A) جگر مراد آبادی　B) مرزا غالب　C) میر تقی میر　D) علامہ اقبال

318) اس شاعر نے اپنی شاعری کو درد و غم کا مجموعہ کہا ہے:
A) مومن خان مومن　B) مرزا غالب　C) جگر مراد آبادی　D) میر تقی میر

319) دیدہ و دل فرش راہ کرنا کہلاتا ہے:
A) محاورہ　B) تضاد　C) تشبیہ　D) استعارہ

مرزا اسد اللہ خان غالب ـــــــــــــــــ اردو کا پہلا فلسفی شاعر

320) اسد اس شاعر کا پہلا تخلص ہے:
A) جگر مراد آبادی　B) مرزا غالب　C) میر تقی میر　D) خواجہ میر درد

321) مرزا اسد اللہ خان غالب کے اتنے دیوان ہیں:
A) چار　B) تین　C) دو　D) ایک

322) مرزا اسد اللہ خان غالب کی شاعری میں یہ مقام حاصل ہے:
A) پہلا فلسفی شاعر　B) پہلا قومی شاعر　C) پہلا عوامی شاعر　D) پہلا شاعر

323) اردو کا پہلا فلسفی شاعر یہ ہے:
A) جگر مراد آبادی　B) مومن خان مومن　C) خواجہ میر درد　D) مرزا غالب

324) مرزا غالب اور علامہ اقبال کی شاعری میں یہ قدر مشترک ہے:
A) فکر و فلسفہ　B) رنگ تغزل　C) صوفیانہ رنگ　D) ظریفانہ رنگ

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE　SESSION 2023-2024

325) نظم و نثر میں غالب کے مشہور شاگرد یہ ہیں:

A) میر تقی میر　B) مولانا الطاف حسین حالی　C) مومن خان مومن　D) علامہ اقبال

326) غالب کے ہم عصر شاعر تھے:

A) جگر مرادآبادی　B) میر تقی میر　C) مومن خان مومن　D) علامہ اقبال

مومن خان مومن ــــــــــ تغزل کا شاعر

327) مومن خان مومن کے ہم عصر شاعر تھے:

A) علامہ اقبال　B) مرزا غالب　C) جگر مرادآبادی　D) میر تقی میر

328) تغزل کا شاعر انہیں کہا جاتا ہے:

A) مرزا غالب　B) جگر مرادآبادی　C) مومن خان مومن　D) ناصر کاظمی

329) مرزا غالب نے اس شاعر کے ایک شعر کے بدلے پورا دیوان دینے کی خواہش کی تھی:

A) مومن خان مومن　B) جگر مرادآبادی　C) علامہ اقبال　D) خواجہ میر درد

330) مومن خان مومن کی شاعری کی اہم خصوصیت ہے:

A) اسلامی شاعری　B) صوفیانہ شاعری　C) عشقیہ شاعری　D) مزاحیہ شاعری

فراق گورکھپوری ــــــــــ غزل کا خوبصورت شاعر

331) فراق گورکھپوری کی شامل نصاب غزل اس شاعری کے مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) نغمہ گل　B) آتش گل　C) شعلہ طور　D) نغمہ زار

332) غزلستان روح کائنات مشعل اور روپ اس شاعر کے شعری مجموعے ہیں:

A) میر تقی میر　B) فراق گورکھپوری　C) مرزا غالب　D) مومن خان مومن

333) فراق گورکھپوری کا پورا نام یہ تھا:

A) علی سکندر　B) نظیر حسین　C) رگھوپتی سہائے　D) محمد سعید

334) فراق کی غزل کے اس مصرعے میں "سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں" یہ کیفیت ہے:

A) خوشی　B) غمی　C) مایوسی　D) اضطراری

جگر مرادآبادی ــــــــــ غزل کا خوبصورت شاعر

335) جگر مرادآبادی کا اصل نام تھا:

A) علی احمد　B) علی نوید　C) علی شاہد　D) علی سکندر

336) شعلہ طور و آتش گل ان کی شاعری کے مجموعے ہیں:

A) مرزا غالب　B) جگر مرادآبادی　C) مومن خان مومن　D) میر تقی میر

337) شامل نصاب جگر کی غزل ان کے اس مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) داغ جگر　B) شعلہ طور　C) کلیات جگر　D) آتش گل

338) مرنے کی ادا یاد نہ جینے کی ادا یاد۔ جگر کی غزل کے اس مصرعے میں یہ صنعت ہے:

A) صنعت استعارہ　B) صنعت تشبیہ　C) صنعت تلمیح　D) صنعت تضاد

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

ناصر کاظمی ـــــــــــــــ اداسیوں اور ہجرتوں کا شاعر

339) شامل نصاب ناصر کاظمی کی غزل ان کے اس مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) برگِ نے   B) کلیاتِ ناصر   C) پہلی بارش   D) نشاطِ خواب

340) برگِ نے، نشاطِ خواب اور پہلی بارش ان کے شعری مجموعے ہیں:

A) جگر مرادآبادی   B) فاطمہ حسن   C) وضاحت نسیم   D) ناصر کاظمی

341) شاعر کا کل کلام جس مجموعے میں شامل ہوا سے کہا جاتا ہے:

A) کلیات   B) مجموعہ کلام   C) دیوان   D) دیوان خاص

342) اداسی اور ہجرت کا دکھ اس کی شاعری کا خاص رنگ ہے:

A) مومن خان مومن   B) ناصر کاظمی   C) فاطمہ حسن   D) مرزا غالب

343) ناصر کاظمی کی شاعری سادگی کے ساتھ ساتھ اس رنگ میں رنگی ہوئی ہے:

A) طنز و مزاح   B) ترقی پسندی   C) ہجرت اور اداسی   D) حقیقت پسندی

344) ناصر کی غزل کے اس مصرعے میں "پھر کوئی شہر طرب یاد آیا" میں شہر طرب سے مراد ہے:

A) خوشیوں بھرا شہر   B) روشنیوں کا شہر   C) اندھیروں کا شہر   D) خوابوں کا شہر

JOIN FOR MORE!!!

جون ایلیا ـــــــــ سہل ممتنع اور فکر و فلسفے کا دور جدید کا شاعر

345) شامل نصاب جون ایلیا کی غزل ان کے اس شاعری کے مجموعے میں شامل ہے:

A) شاید   B) گمان   C) یعنی   D) پہلی بارش

346) جون ایلیا کا اصل نام کیا تھا:

A) شبیر حسن خان   B) مہدی علی خان   C) سید حسین جون اصغر   D) نثار احمد خان

347) گمان اور یعنی اس شاعر کے مجموعہ کلام ہیں:

A) یاسمین حمید   B) رسا چغتائی   C) جون ایلیا   D) مختار کریمی

348) سہل ممتنع اور فلسفیانہ انداز اس شاعر کی پہچان ہے:

A) جون ایلیا   B) جگر مرادآبادی   C) جوش ملیح آبادی   D) یاسمین حمید

فاطمہ حسن ـــــــــــــــ عہد حاضر کی شاعرہ

349) شامل نصاب فاطمہ حسن کی غزل اس مجموعے سے ماخوذ ہے:

A) کلام ضامن   B) یادیں بھی اب خواب ہوئیں   C) کتاب دوستاں   D) آتش گل

350) فاطمہ حسن کا شمار اس عہد کی شاعرات میں ہوتا ہے ہے:

A) عہد حاضر   B) دور قدیم   C) ترقی پسندوں کا دور   D) رومانوی پسندوں

کا دور

251) کتاب دوستاں اور کلام ضامن ان کی تخلیقات ہیں:

A) رسا چغتائی   B) نگار صہبائی   C) یاسمین حمید   D) فاطمہ حسن

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

252) یادیں بھی اب خواب ہوئیں، ان کی شاعری کا مجموعہ ہے:

A) شاہدہ حسن　B) فاطمہ حسن　C) وضاحت نسیم　D) مختار کریمی

253) ممتاز شاعرہ فاطمہ حسن کا تعلق اس شہر سے ہے:

A) دہلی　B) لندن　C) لاہور　D) کراچی

خوشحال خان خٹک ---------- پشتو زبان کے خوبصورت شاعر

354) خوشحال خان خٹک اس زبان کے شاعر تھے:

A) پشتو　B) سندھی　C) اردو　D) ہندی

355) بازنامہ دستار نامہ ان کی شاعری کے مجموعے تھے:

A) باسط خٹک　B) پری شان خٹک　C) خوشحال خان خٹک　D) گلاب خان

356) خوشحال خان خٹک کی پشتو شاعری کا اردو ترجمہ انہوں نے کیا:

A) امداد حسینی　B) پری شان خٹک　C) شیخ ایاز　D) آفاق صدیقی

357) شامل نصاب خوشحال خان خٹک کی شاعری اس کتاب سے ماخوذ ہے:

A) کلام خوشحال خان خٹک　B) کلام خوشحال　C) کلام خٹک　D) کلام خان

JOIN FOR MORE!!!

متفرقات

358) تین مصرعوں والی نظم کہلاتی ہے۔ ---------- ثلاثی

359) چار مصرعوں والی نظم کہلاتی ہے۔ ---------- بند

360) چار مصرعوں والی نظم جو ایک خاص بحر میں ہو کہلاتی ہے۔ ---------- رباعی

361) پانچ مصرعوں والی نظم کہلاتی ہے۔ ---------- مخمس

362) چھے مصرعوں والی نظم کہلاتی ہے۔ ---------- مسدس

363) جس نظم میں کوئی قصہ کہانی ہو اور ہر شعر الگ ہو کہلاتی ہے۔ ---------- مثنوی

364) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور تعریف جس نظم میں بیان کی جائے کہلاتی ہے۔ ---------- حمد

365) نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف جس نظم میں بیان کی جائے کہلاتی ہے۔ ---------- نعت ﷺ

366) صحابہ کرام اولیاء کرام اور اہل بیت کی شان میں لکھی جانے والی نظم کہلاتی ہے۔ ---------- منقبت

367) کسی کے مرنے پر لکھی جانے والی یا شہدائے کربلا کا بیان جس نظم میں ہو کہلاتی ہے۔ ---------- مرثیہ

368) جس نظم میں کسی مرنے والے کو یا شہدائے کربلا کے ایک شہید کو بین کر کے یاد کیا جائے کہلاتی ہے۔ ---------- نوحہ

369) ہائیکو نظم اس زبان سے اردو میں آئی۔ ---------- جاپانی

370) جو نظم تین مصرعوں کی ہو اور اس پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہو کہلاتی ہے۔ ---------- ہائیکو

371) ایک بحر میں چھوٹے بڑے مصرعوں والی نظم کہلاتی ہے۔ ---------- آزاد

372) جو خیال پابند نہ ہو اور اسے جملوں میں بیان کر دیا جائے اسے کہتے ہیں۔ ---------- نثری نظم

373) گیت کی صنف اس زبان سے اردو میں آئی۔ ---------- ہندی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

تمام ایم سی کیوز کے درست جوابات کراچی بورڈ کی نئی پالیسی کے مطابق

1	A	51	A	101	C	151	B	201	B	251	B	301	B	351	D
2	A	52	D	102	B	152	C	202	C	252	A	302	C	352	B
3	B	53	B	103	D	153	A	203	A	253	D	303	D	353	D
4	C	54	A	104	A	154	B	204	D	254	C	304	A	354	A
5	B	55	B	105	B	155	D	205	A	255	A	305	C	355	C
6	D	56	A	106	D	156	A	206	B	256	D	306	A	356	B
7	C	57	B	107	A	157	A	207	C	257	B	307	D	357	A
8	D	58	D	108	D	158	C	208	A	258	C	308	B	358	
9	B	59	C	109	B	159	D	209	C	259	B	309	A	359	
10	A	60	A	110	C	160	A	210	D	260	A	310	A	360	
11	B	61	D	111	A	161	C	211	C	261	C	311	C	361	
12	D	62	D	112	A	162	D	212	A	262	B	312	B	362	
13	C	63	B	113	B	163	B	213	B	263	D	313	C	363	
14	A	64	D	114	B	164	B	214	D	264	A	314	A	364	
15	C	65	A	115	D	165	D	215	A	265	C	315	D	365	
16	D	66	C	116	C	166	B	216	B	266	A	316	B	366	
17	B	67	A	117	B	167	A	217	C	267	D	317	C	367	
18	C	68	B	118		168	A	218	D	268	B	318	D	368	
19	B	69	D	119	D	169	C	219	A	269	D	319	A	369	
20	C	70	D	120	D	170	D	220	C	270	C	320	B	370	
21	A	71	B	121	C	171	B	221	B	271	A	321	D	371	
22	D	72	D	122	D	172	B	222	C	272	C	322	A	372	
23	C	73	A	123	C	173	C	223	D	273	D	323	D	373	
24	A	74	D	124	B	174	A	224	B	274	B	324	A		
25	D	75	C	125	D	175	D	225	C	275	B	325	B		
26	C	76	D	126	B	176	B	226	A	276	C	326	C		
27	B	77	A	127	A	177	B	227	B	277	C	327	B		
28	B	78	D	128	C	178	B	228	D	278	D	328	C		
29	B	79	B	129	D	179	C	229	A	279	B	329	A		
30	C	80	A	130	D	180	D	230	C	280	A	330	C		
31	A	81	B	131	B	181	B	231	A	281	C	331	A		
32	D	82	B	132	A	182	D	232	C	282	D	332	B		
33	D	83	D	133	C	183	A	233	C	283	B	333	C		
34	B	84	C	134	A	184	A	234	B	284	A	334	D		
35	C	85	A	135	C	185	D	235	C	285	C	335	D		
36	D	86	D	136	B	186	C	236	C	286	D	336	B		
37	B	87	A	137	D	187	B	237	A	287	A	337	C		
38	A	88	B	138	C	188	A	238	D	288	A	338	D		
39	D	89	D	139	A	189	D	239	B	289	D	339	B		
40	A	90	D	140	B	190	C	240	A	290	B	340	D		
41	C	91	D	141	B	191	B	241	C	291	D	341	A		
42	B	92	C	142	D	192	A	242	D	292	A	342	B		
43	C	93	B	143	A	193	D	243	A	293	A	343	C		
44	A	94	C	144	D	194	B	244	C	294	D	344	A		
45	B	95	A	145	B	195	C	245	B	295	B	345	A		
46	C	96	A	146	C	196		246	A	296	D	346	C		
47	B	97	C	147	A	197	A	247	D	297	B	347	C		
48	C	98	D	148	C	198	B	248	B	298	C	348	A		
49	A	99	C	149	D	199	D	249	B	299	D	349	B		
50	D	100	B	150	A	200	A	250	C	300	B	350	A		

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE

PRACTICAL CENTRE

CLASS-XII

JOIN FOR MORE!!!

اُردو (لازمی)

سیٹ ۔ ۲

غزلیات کے اشعار کی تشریحات

2023-24

info@practicalcentre.edu.pk

021-34976530
021-34812547
021-34984762

B-14, Block-1,
Gulshan-e-Iqbal, Karachi.

www.practicalcentre.edu.pk

فہرست

غزلیات کی تشریحات

خواجہ میر درد .... (تصوّف کا امام)

میر تقی میر .... (خدائے سخن)

مرزا اسد اللہ خان غالب .... (اُردو کا پہلا فلسفی شاعر)

مومن خان مومن .... (تغزل کا شاعر)

فراق گورکھپوری .... (اُردو غزل کا خوبصورت شاعر)

جگر مراد آبادی .... (اُردو غزل کا خوبصورت شاعر)

ناصر کاظمی .... (ہجرت کا دُکھ اور اُداسیوں کا شاعر)

جون ایلیا .... (عہدِ جدید کا خوبصورت رومانوی اور فلسفی شاعر)

فاطمہ حسن .... (عہدِ حاضر کی نئے لہجہ کی خوبصورت شاعرہ)

خوش حال خان خٹک .... (پشتو کے عظیم شاعر)

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

اشعار کی تشریحات

غزلیاتِ خواجہ میر دردؔ

تصّوف کے امام

تعارف شاعر:

خواجہ میر درد اردو شاعری میں تصّوف کے امام کہلاتے ہیں۔ درد کی شاعری اور زندگی ایک ہی سکّے کے دو رخ ہیں، انہوں نے جو کہا سچ کہا اور اثر و تاثیر میں ڈوب کر کہا۔ انسان خدا اور کائنات ان کا محبوب موضوع رہا۔ وہ خود اپنے رسالے نالہِ درد میں لکھتے ہیں کہ۔

"فقیر نے شعر کبھی آورد سے موضوع نہیں کیا اور نہ اس میں مستغرق ہوا کبھی کسی کی مدح نہیں کی اور نہ ہجو لکھی، نہ کسی کی فرمائش پر شعر لکھے"۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

وحدت میں حرف تیری دوئی کا نہ آسکے
آئنہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے۔

JOIN FOR MORE!!!

"غزل نمبرا"

شعر نمبرا:

سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا
بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا

شاعرانہ خوبی: مطلع۔ خوبصورت ترکیب کا استعمال

موضوع شعر: زندگی کے غموں سے دل کا گھبرا جانا

تشریح:

تصّوف کے امام اپنی غزل کے اس مطلع میں کہتے ہیں کہ میرا وجود دنیا کے غم جھیل جھیل کر آپ اس دنیا سے تنگ آچکا ہے اب میرے دل میں حسرتوں کی ایک ایسی دنیا بس گئی ہے جو مجھے کسی طور چین نہیں لینے دیتی اب تو یوں لگتا ہے جیسے مایوسی کے ہجوم نے میرے دل کو گھیر لیا ہے اور اب امید کا کوئی چراغ روشن ہونے کا امکان نظر نہیں آرہا ہے۔ شاعر یہاں ناکامیوں کے ہجوم سے مخاطب ہے کہ اب تو میرا پیچھا چھوڑ دو میں اب حالات زمانہ سے گھبرا چکا ہوں اب مجھ میں کوئی حوصلے کی امید باقی نہیں رہی ہے۔

مماثل شعر:

مدت ہوئی ہے ٹوٹ کے رویا نہیں ہوں میں
اس چین کی گھڑی کو بہت دن گزر گئے

دانش

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

شعر نمبر ۲: تجھ سے کچھ دیکھا نہ ہم نے جز وفا

پر وہ کیا کچھ ہے کہ جی کو بھا گیا

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

موضوع شعر: محبوب کی تعریف

تشریح:

تصوف کے امام خواجہ میر درد اپنی غزل کے دوسرے شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب ہم نے تمہارے رویوں میں سوائے بے وفائی کے اور کچھ نہیں دیکھا پر یہ ہمارا دل ہے کہ تم سے بے حد محبت کرتا ہے کچھ ایسی ادا ہے آپ میں کہ میرا دل آپ کی جفاؤں کے بعد بھی آپ کا ہی دیوانہ ہے یہاں شاعر کا کہنا ہے کہ

محبوب میں سوائے بے وفائی کے کچھ نہیں پر ہمارا دل اس کے وجود اس کی چاہت کا ایسا دیوانہ ہے کہ کوئی اور اب ہمارے دل کو بھاتا ہی نہیں ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر: ہم رہے مہرو وفا کی صورت

تم رہے حرص وہوا کی صورت

شعر نمبر ۳: کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں میری

یہ کس کا تصور آگیا میں جی

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع اور سادگی

موضوع شعر: محبوب کے تصور سے دل سرشار ہے

تشریح:

تصوف کے امام خواجہ میر درد اپنی غزل کے شعر نمبر تین میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب تیرا تصور میری زندگی ہے اور جب تیرا تصور میری انکھوں میں بستا ہے تو میرے احترام کا یہ عالم ہے کہ میری انکھیں کھلتی نہیں ہیں اور اے میرے محبوب تیرا تصور میری زندگی ہے جو کہ لگتا ہے کہ یہ تصور اب میری پوری زندگی ہے اور اس کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے میرا دل ہر وقت تیرے تصور میں ڈوبا رہتا ہے۔

مماثل شعر:

ڈوبنا میرا مقدر ہے

تیری آنکھیں نہیں سمندر ہے

شعر نمبر ۴:

میں نے تو ظاہر نہ کی تھی دل کی بات
پر مری نظروں کے ڈھب سے پا گیا

شاعرانہ خوبی: سادگی

موضوع شعر: نظروں سے دل کا حال جان لینا

تشریح:

تصوف کے امام خواجہ میر درد اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب میں نے اپنے دل کی بات کو دل میں ہی رکھا ہے اور میں نے نہیں چاہتا کہ اپنے دل کی بات تم سے کہوں لیکن اے میرے محبوب تیری نظریں ہیں کہ میرے دل کے سارے رازوں کو پا چکی ہیں اور اب تو یوں لگتا ہے کہ مجھے اپنے دل کی بات زبان سے کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لیے کہ میرا محبوب میرے دل کی ساری کیفیات کو پوری طرح سمجھ چکا ہے۔

یہاں خواجہ میر درد کا یہ بھی کہنا ہے کہ میرا محبوب میرے دل کی کیفیات کو پوری طرح سمجھتا ہے وہ میری نفسیات سے واقف ہے اور وہ پہلے ہی میرے دل کے حالات کو سمجھ چکا ہے۔

مماثل شعر:

میں کچھ نہ کہوں اور چاہوں کہ میری بات
خوشبو کی طرح اڑ کے تیرے دل میں اتر جائے

حمایت علی شاعر

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۵:

مٹ گئی تھی اس کے جی تو جھجک
درد کچھ بک بک کے تو چونکا گیا

شاعرانہ خوبی: صنعت تکرار

شاعرانہ خوبی: مقطع ہے

موضوع شعر: خود کلامی

تشریح:

تصوف کے امام خواجہ میر درد اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرا محبوب میں اپنے دل کی بات کو مجھ سے کہتا ہی رہتا ہے اب اسے اپنی دل کی بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہے لیکن میرے باتیں ایسی ہیں کہ میرا محبوب میری باتوں سے چونک سا گیا ہے اور میں تو اپنی بات بس کہتا ہی رہتا ہوں میری شاعری میرے احساسات کی ترجمان ہے اور میرا محبوب میرے ان احساسات کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہے اپنی غزل کے اس مسئلے میں خواجہ میر درد نے اپنے محبوب کی نفسیات اور اپنی دلی کیفیات کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے

مماثل شعر:

جانے کیا کیا سوچتا رہتا ہوں میں
ہر گھڑی تجھ سے جدا رہتا ہوں میں

آذر حفیظ

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

"غزل نمبر ۲"

شعر نمبر ا:

تجھی کو جو یاں جلوہ فرمانہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

شاعرانہ خوبی: یہ غزل کا مطلع ہے اور صنعت تضاد۔ دیکھا، نہ دیکھا

موضوع شعر: نظریہ وحدت الشہود۔ ہر طرف خدا کے جلوے ہیں

تشریح:

خواجہ میر درد اپنی غزل کے اس مسئلے میں کہتے ہیں کہ اے میرے رب تیرے جلوے پوری کائنات پہ پھیلے ہوئے ہیں تو ہر جگہ ہے تیرا حسن ہے کہ جو اس کائنات میں رونق بخش رہا ہے ہر طرف تو ہی تو ہے تیرے سوا کچھ نہیں ہے خواجہ میر درد نے نظریہ وحدت الشہود کا بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے میرے محبوب میرے خدا ہم اس دنیا میں آئے ہیں اگر ہم نے تجھے نہیں دیکھا تیرے جلووں کو نہیں سمجھا تو سمجھ لیں کہ ہم اس دنیا میں آئے اور نہ آئے برابر ہیں خواجہ میر درد نے اپنی غزل کے اس مسئلے میں بڑی سادگی سے تصوف کے موضوع کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے پوری کائنات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

ہے غلط گر گمان میں کچھ ہے
تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہے

خواجہ میر دردؔ

شعر نمبر ۲:

میرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ
کہ جس کو کسو نے کبھو وا نہ دیکھا

شاعرانہ خوبی: صنعت تشبیہ دل کو غنچے سے تشبیہ دی گئی ہے اور خوبصورت ترکیب غنچہ دل کا استعمال کیا گیا ہے

بنیادی خیال: میرے دل کا حال کسی نے جاننے کی کوشش نہ کی

تشریح:

خواجہ میر درد نے اپنی غزل کے شعر نمبر دو میں کہا ہے کہ اے میرے محبوب میرا دل ایک ایسا پھول ہے کہ جو غموں کی کیفیات سے مرجھا سا گیا ہے لیکن اے میرے محبوب تم نے میرے اس درد کو اس کے کیفیت کو کبھی نہیں سمجھا یہاں خواجہ میر دردؔ کا کہنا یہ ہے کہ میں نے اس دنیا میں اتنے غم اٹھائے ہیں کہ اب میرے پاس سوائے غموں کے کچھ بھی نہیں ہے اور میرا دل ہے کہ غم اٹھا اٹھا کر اس دنیا سے اکتا چکا ہے لیکن میرے محبوب کسی نے بھی میرے دل کے دریچوں میں جھانک کر نا دیکھا کہ میں اس دنیا کے غم اٹھا اٹھا کر تنگ آ چکا ہوں خواجہ میر درد نے اس شعر میں دنیا کی زندگی سے بیزاری کا بیان کیا ہے

مماثل شعر:

ہم ہی میں تھی نہ کوئی بات یاد نہ تم کو آسکے
تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمھیں بھلا سکے

شعر نمبر ۳:

یگانہ ہے تو آہ بے گانگی میں
کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

بنیادی خیال: محبوب غفلت اور بیگانگی میں بے مثال ہے

تشریح:

خواجہ میر درد نے اپنی دوسری غزل کے شعر نمبر تین میں کہا ہے کہ اے میرے خدا تو واحد ہے اکیلا ہے کوئی تجھ سا نہیں ہے ہم دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں تو ہر جگہ ہے اور کوئی بھی تجھ سا نہیں ہے تصوف سے ہٹ کر اگر ہمیں شعر کو عشق مجازی میں دیکھتے ہیں تو یہاں شاعر اپنے محبوب کے متعلق کہہ رہا ہے کہ میرا محبوب اپنی صفات و خصوصیات میں بالکل یگانا ہے کوئی اس جیسا نہیں ہے داغ دہلوی نے کیا خوب کہا تھا کہ

مماثل شعر:

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتے ہیں

شاعر امام بخش ناسخ

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۴:

کیا مجھ کو داغوں نے سرو چراغاں
کبھو تو نے آکر تماشا نہ دیکھا

بنیادی خیال: محبوب کی بے گانگی اور غفلت کا بیان

شاعرانہ خوبی: صنعت استعارہ اور صنعت تشبیہ

تشریح:

تصوف کے امام خواجہ میر درد اپنی غزل کے شعر نمبر چار میں کہتے ہیں کہ دنیا کے غم اٹھا اٹھا کر میرا جسم اتنا زخموں سے چور چور ہے ایسا لگتا ہے کہ میرے بدن پر اتنے زخم ہیں جیسے کسی درخت کو داغ سے یا چراغوں سے سجا دیا جائے سرو ایک درخت ہے لمبے قد کا اگر اس پہ چراغاں کر دیا جائے تو دور سے نمایاں ہو جاتا ہے یہاں خواجہ میر درد کہتے ہیں کہ میرا وجود سرو درخت کی مانند ہے اور میرے زخم جو ہیں چراغوں کی مانند جھلملا رہے ہیں لیکن اے میرے محبوب تو نے میرے اس منظر کو کبھی نہ دیکھا تو نے کبھی میرے اس دکھ کا احساس نہیں کیا یہاں خواجہ میر درد اپنی غمزدہ زندگی کا بیان کر رہے ہیں اور اپنے محبوب سے شکوہ بھی کر رہے ہیں۔

مماثل شعر:

ہم بے کسوں کی بزم میں آئے گا اور کون
آبیٹھی ہے گردشِ دوراں کبھی کبھی

قابل اجمیری

شعر نمبر۵:

شب و روز اے دردؔ در پہ ہو اس کے
کسی نے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

بنیادی خیال: محبوب کے در پہ جینا اور مرنا ہے

شاعرانہ خوبی: غزل کا مقطع

تشریح:

تصوف کے امام خواجہ میر دردؔ اپنی دوسری غزل کے اس مقطع میں کہتے ہیں کہ ہم نے تو شب و روز اپنے محبوب کے در پر ہی گزارے ہیں لیکن میرے محبوب کی طرف سے عنایت کا کوئی سلسلہ ہم پر نہیں ہے یہاں خواجہ میر درد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم تو اپنے محبوب کے در پہ ایسے ابیٹھے ہیں کہ اب ہمیں دنیا کا کوئی منظر بھی اچھا نہیں لگتا دنیا والوں نے ہمارے اس احساس کو نہ سمجھا ہے نہ دیکھا ہے۔

مماثل شعر:

میں نے پلکوں سے درِیار پہ دستک دی ہے
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

شاعر ساغر صدیقی

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

غزلیاتِ میر تقی میرؔ

خدائے سخن

تعارفِ شاعر:

میر تقی میر اردو شاعری میں خدائے سخن کہلاتے ہیں غم میر کا مستقل موضوع ہے انہوں نے غمِ عشق اور غمِ روزگار کے ساتھ ساتھ حالاتِ زمانہ کی ایسی خوبصورت عکاسی کی ہے کہ ان کے اشعار اس دور کی تاریخ بن گئے ہیں انہوں نے اپنی شاعری کو اپنے دل کا مرثیہ قرار دیا ہے۔

شعر کے پردے میں میں نے غم سنایا ہے بہت
مرثیے نے دل کے میرے بھی رلایا ہے بہت
بے سبب آتا نہیں دم بدم عاشق کو غش
درد کھینچا ہے نہایت رنج اٹھایا ہے بہت

JOIN FOR MORE!!!

"غزل نمبر ۱"

شعر نمبر ۱:

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آتا ہے تب نہیں آتا

شاعرانہ خوبی: مطلع

موضوعِ شعر: آنسو بہانہ میرا مقدر ہے۔

تشریح:

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس مطلع میں اپنی غم اٹھانے کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے زندگی بھر آنسو بہائے ہیں آنسو بہانا رونا دھونا یہ میری زندگی ہے اور یوں لگتا ہے کہ اب میری انکھوں میں سوائے آنسوؤں کے کچھ بھی نہیں لیکن کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے کہ آنسو بھی میرا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب میری انکھوں سے لہو آنے لگتا ہے میرؔ نے اپنی غمزدہ زندگی کا بھرپور اور بڑی سادگی سے نقشہ بیان کیا ہے۔

یہ شعر میرؔ کے سہلِ ممتنع کی خوبصورت ترین مثال ہے چھوٹی بحر کی غزل کہنا میر کا خاص فن تھا اور سادگی ان کے بیان کی ایک اہم صفت ہے۔ یہ شعر اسی خوبی کا ترجمان ہے۔

مماثل شعر:

شاید کوئی خواہش روتی رہتی ہے
میرے اندر بارش ہوتی رہتی ہے

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

شعر نمبر ۲:

ہوش جاتا نہیں رہا لیکن
جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا

شاعرانہ خوبی: صنعت تضاد

موضوع شعر: محبوب کی آمد ہوش کھو دیتی ہے

تشریح:

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ مجھے اپنے محبوب سے بے حد محبت ہے میں اس کی محبت میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہوں لیکن بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ میرا محبوب میرے پاس نہیں ہوتا اور میں اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ رہتا ہوں لیکن جب وہ آتا ہے تو میری کیفیت اور شدید ہو جاتی ہے اور میں اپنے آپ کو بھول بیٹھتا ہوں اور ایسا لگتا ہے کہ میں کسی اور دنیا میں ہوں محبوب کا آنا بھی میرے لیے میرے ہوش و حواس جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

یہاں میرؔ نے بڑی سادگی سے اپنے محبوب سے محبت کے رویے کو بڑے شاندار الفاظ میں پیش کرتے ہوئے کہا ہے میرے محبوب کے آنے سے میرے ہوش و حواس چلے جاتے ہیں اور میں کہیں کا نہیں رہتا۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

اب یاد نہیں مجھ کو فرازؔ اپنا بھی پیکر
جس روز سے بکھرا ہوں سمٹ کر نہیں دیکھا

شعر نمبر ۳:

صبر تھا اک مونسِ ہجراں
سو وہ مدت سے اب نہیں آتا

شاعرانہ خوبی: خوبصورت ترکیب مونسِ ہجراں

موضوع شعر: اب صبر نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے

تشریح:

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ دنیا کے غم اٹھا اٹھا کر کوئی بھی اب میرا ساتھی نہیں ہے میرے پاس سوائے صبر کے کچھ بھی نہیں ہیں اور صبر ایک ایسا میرا دوست اور ہمدرد ہے جو تنہائی میں میرا ساتھ دیتا رہا لیکن صبر کا ساتھ دینا بھی ایک حد تک ہے اب تو مدت ہوئی صبر بھی میرا ساتھ چھوڑ چکا ہے میں اپنے محبوب کی جدائی میں اتنا غم سے بے حال ہوں کہ اب تنہائی اور اداسی مایوسی اور بیگانگی نے میری زندگی کو ایسا اپنے حصار میں لیا ہے کہ اب میرا کوئی نہیں ہے میں ہوں اور میری تنہائی ہے۔

مماثل شعر:

مسافر ایک شجر اور تنہائی
جانے پہچانے منظر اور تنہائی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

شعر نمبر ۴:

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
گریہ کچھ بے سبب نہیں آتا

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

موضوع شعر: میرے آنسوؤں کا سبب دل سے خواہشات کا رخصت ہونا

تشریح:

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے ہیں ان آنسوؤں کا سبب ایسا لگتا ہے کہ جیسے میرے دل میں کوئی خواہش تھی جو پوری نہ ہو سکی۔ میری آنکھوں میں آنسو جو ہر لمحے بہتے رہتے ہیں یہ بے سبب نہیں ہے یہ حقیقت ہے کہ جب دل کو ٹھیس پہنچتی ہے تو آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں کہ جس کا اظہار بڑا مشکل ہے۔

میر کا کہنا ہے کہ میرے آنسو بے سبب نہیں ہیں میرے دل کی خواہشات نے میرے اندر کے لہو کو آنسوؤں کی شکل عطا کر دی ہے اور رونا اور آنسو بہانا تو اب میری زندگی بن گیا ہے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

مماثل شعر:

مری پلکوں نے جو چنا تھا مری آنکھوں کے لیے
موسموں میں وہی موسم کہ جو برسات کا تھا

شعر نمبر ۵:

جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم!
پر سخن تا بہ لب نہیں آتا

شاعرانہ خوبی: صنعت تکرار

موضوع شعر: حال دل لب سے کہنا ممکن نہیں

تشریح:

خدائے سخن میر تقی میر اپنی اس غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ اے میرے دوست اے میرے ہمدم اے میرے محبوب، میرے دل میں بہت کچھ ہے میں اپنا حال دل تم سے کہنا چاہتا ہوں پر میرے دل کی باتیں میرے لب تک نہیں آسکتی ہیں۔ سوچتا ہوں کچھ کہوں، لیکن پھر سوچتا ہوں، کچھ نہ کہوں تو زیادہ بہتر ہے دل کی بات دل میں ہی رہ جاتی ہے۔

میر کا کہنا ہے کہ محبوب کی چاہت اس کی محبت کا اظہار اب میرے بس میں نہیں ہے میرا محبوب جب میرے سامنے آتا ہے تو میں سب کچھ بھول جاتا ہوں اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے لب سل کر رہ گئے ہیں۔

مماثل شعر:

میں پیاس کا صحرا ہوں ترسنے کے لیے ہوں
تو کالی گھٹا ہے تو برس کیوں نہیں جاتی

غزل نمبر ۲

شعر نمبر ا:

تجاہل ، تغافل، تساہل کیا
ہوا کام مشکل ، توکل کیا

شاعرانہ خوبی: یہ شعر غزل کا مطلع ہے

موضوع شعر: محبوب کی یاد بھلانا ممکن نہیں

تشریح:

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس مطلع میں کہتے ہیں کہ محبوب کی یاد کو بھلانا اب میرے اختیار میں نہیں ہے میر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب کو بھلانے کی بہت کوشش کی ہر طریقہ آزمایا لیکن تیری محبت کو بھول جانا میرے لیے اب ممکن نہیں اور یہ بڑا مشکل کام ہے میں نے یہ کام اب توکل کر کے چھوڑ دیا۔ بقول مولانا حسرت موہانی۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی وہ ترک تعلق پر کیوں کر یاد آتے ہیں
نہیں آتی تو ان کی یاد مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں برابر یاد آتے ہیں

شعر نمبر ۲:

نہیں تاب لاتا دل زار اب
بہت ہم نے صبر و تحمل کیا

بنیادی خیال: یاد محبوب زندگی کا سرمایہ ہے اسے بھلانا ممکن نہیں

خدائے سخن میر تقی میر اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب تیری یاد میری زندگی ہے ہم نے تیری یاد کو بھلانے کی کوشش کی مگر یہ اب ہمارے اختیار میں نہیں ہے ہم نے بہت صبر و تحمل کیا لیکن تیری یاد اب میرے دل سے قطعی طور پر نکلنے کو تیار ہی نہیں ہے۔

مماثل شعر:

اب یہی رسم بہرطور بنا لی جائے
کوئی لمحہ نہ تیری یاد سے خالی جائے

شعر نمبر ۳:

زمین غزل ملکِ سی ہو گئی
یہ قطعہ تصرّف میں بالکل کیا

شاعرانہ خوبی: شاعرانہ تعلی اپنی تعریف خود

موضوع شعر:

خدائے سخن میر تقی میر اس شعر میں شاعرانہ تعلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زمین غزل کے مالک ہم ہیں اور ہم نے ہر موضوع پہ شعر کہا ہے میر نے خود کہا ہے

سارے عالم پہ میں ہوں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اپنی غزل کے اس شعر میں میرؔ تقی میر کہتے ہیں کہ میری حیثیت شاعری میں مستند شاعری ہے۔ میرؔ کے چھے دیوان اُن کے اس دعوٰی کی بہتریں سند ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

سب میرؔ کو دیتے ہیں جگہ آنکھوں پہ اپنی
اس خاک راہ عشق کا اعزاز تو دیکھو

شعر نمبر ۴:

جنوں تھا نہ مجھ کو نہ چپ رہ سکا
کہ زنجیر ٹوٹی تو میں غل کیا

موضوع شعر: جنون عشق چھپ نہ سکا اور میں رسوا ہو گیا

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ عشق میں جنون کی کیفیت نے مجھے سرور و مستی میں مبتلا کر دیا اور اس قید میں میری آہ و فغاں نے میرے عشق کی زنجیر ٹوٹنے کے عمل کو دنیا کے سامنے آشکار کر دیا اور اگر یہ نہ ہوتا تو میں اپنی دیوانگی کو چپ چاپ سہہ جاتا لیکن میں نے شور و غل کر کے میری محبت کا تماشہ بنانے والے کو خود دنیا کے سامنے تماشہ بنا دیا۔

مماثل شعر:

جب تیرا حکم ملا ترکِ محبت کر دی
دل مگر اس پہ دھڑکا کہ قیامت کر دی

احمد ندیم قاسمی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

شعر نمبر ۵:

نہ سوزِ دروں فصلِ گل میں چھپا
سرو سینہ سے داغ نے گل کیا

شاعرانہ خوبی: صنعت استعارہ، فصل گل

موضوع شعر: عشق کو چھپانا ممکن نہیں

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرا دل یعنی عاشق کا دل بہار کے موسم کی خوبصورتی اور حسن کو دیکھ کر مزید جذباتی کیفیت میں آجاتا ہے. بہار کے موسم میں محبت کے پھول کھلنے لگ جاتے ہیں عشق کا وہ درد جو میں نے سینے میں چھپائے رکھا تھا بہار کا موسم میں میرے لیے اس عشق کو چھپانا ممکن نہیں رہا میر کا خیال ہے کہ بہار میں محبوب کی جانب سے دیے گئے زخم بہار کے موسم میں پھولوں کی طرح کھل اٹھتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

پڑے پڑے درودیوار دیکھنے والے
ترا یہاں کوئی پرسانِ حال ہے کہ نہیں
احمد نوید

شعر نمبر ۶:

ہمیں شوق نے صاحبو، کھو دیا
غلاموں سے اس کے توسّل کیا

بنیادی خیال: جذبہ عشق ہماری زندگی ہے

شاعرانہ خوبی: صنعت استعارہ

تشریح:

خدائے سخن میر تقی میر اس شعر میں کہتے ہیں کہ محبوب سے محبت ہماری زندگی ہے اور محبوب کا خیال میرے دل و دماغ پر اس طرح چھایا ہوا ہے کہ مجھے اب کچھ بھی یاد نہیں میری حالت کا اندازہ یہ ہے کہ اگر مجھے کوئی رقیب بھی ملے تو میں اس کے توسط سے بھی اپنے محبوب تک اپنے دل کا حال پہنچانا چاہتا ہو محبوب سے ملاقات کا شوق ایسا ذہن و دل کی دنیا پر سوار ہوا ہے کہ میں خود سے بیگانہ ہو گیا ہوں۔

مماثل شعر:

تیری یاد آگئی غم خوشی میں ڈھل گئے
اک چراغ کیا جلا سو چراغ جل گئے

شعر نمبر ۷:

حقیقت نہ میر آپنی سمجھی گئی
شب و روز ہم نے تأمل کیا

شاعرانہ خوبی: یہ شعر غزل کا مقطع ہے

خدائے سخن میر تقی میر اپنی غزل کے اس مقطع میں کہتے ہیں کہ عشق نام ہے اپنی ذات کو بھول جانے کا سو ہم اپنی ذات کی پہچان میں کوشش کے باوجود ناکام رہے ناواقف رہے میر کہتے ہیں کہ محبوب کی یاد خود کو بیگانہ کر دیتی ہے اور ایسی صورتحال میں اپنی ذات کی تلاش میں ناکامی یقینی ہے کیونکہ ہم نے تو اپنی ذات کو محبوب کی یاد میں فنا کر دیا ہے۔

مماثل شعر:

درد کی کائنات میں مجھ سے ہی روشنی رہی
ویسے مری بساط کیا اک دیا بجھا ہوا

پیرزادہ قاسم

JOIN
FOR
MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024

غزلیات مرزا اسد اللہ خان غالب

اردو کا پہلا فلسفی شاعر

تعارف شاعر:

مرزا غالب کا شمار اردو کے صفِ اوّل کے شعراء میں ہوتا ہے انہوں نے نظم و نثر دونوں میں اپنی راہ نکالی وہ جدّت پسند انسان تھے، انہیں بنے بنائے ہوئے راستوں پہ چلنا پسند نہیں تھا۔

مرزا غالب نے فکر و فلسفہ اختیار کیا اور اردو شاعری کو معنی و مفاہیم کی دولت سے مالا مال کیا وہ بلاشبہ لاشعور کے سب سے بڑے شاعر ہیں وہ ہر عہد میں شہنشاہِ غزل کہلائے گئے۔ وہ اپنی شاعرانہ عظمت کا بیان یوں کرتے ہیں۔

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے

JOIN FOR MORE!!!

"غزل نمبر ۱"

شعر نمبر ۱:

دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

شاعر کا نام ---------------- مرزا اسد اللہ خان غالبؔ

ماخذ ---------------- غزل

شاعر کا مقام و مرتبہ ---------- اردو کا پہلا فلسفی شاعر

شاعرانہ خوبی ------------- غزل کا مطلع ہے۔

بنیادی خیال: دوستی میں ہمدردی میرے لیے ایزا ہے۔

تشریح:

فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ میں نے محبت اختیار کی تو دیوانگی میرا مقدر اور نصیب بن گیا اور اس جنون میں، میں نے اپنے ناخوتوں سے اپنے وجود کو جگہ جگہ زخمی کر لیا ہے۔ میرے دوستوں نے میری اس غم خواری میں ہمدردی کرنا چاہی اور انہوں نے کوشش کر کے میرے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ غم خواری کے زمانے میں میرے زخموں پر مرہم لگا دیا لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ میرے زخموں پر مرہم لگانے اور میرے ناخنوں کو تراش دینے کے بعد کیا ہو گا جب تک میرے زخم بڑھیں گے تو میرے ناخن دوبارہ نکل آئیں گے اور میں اپنے ناخنوں سے ان زخموں کو ہرا کر لوں گا اس شعر میں ان زخموں کو ہرا کر لوں گا یہاں غالب کا یہ کہنا ہے کہ میں اپنی دیوانگی میں خوش ہوں اور محبوب سے دوری میری دیوانگی کو روز بروز بڑھا رہی ہے اور یہی اب میری زندگی ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

مماثل شعر:

غم کی بارش نے بھی تیرے نقش کو دھویا نہیں
تو نے مجھ کو کھو دیا میں نے تجھے کھویا نہیں
جانتا ہوں میں بھی ایک ایسے شخص کو منیرؔ
غم سے پتھر ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں
منیر نیازی

شعر نمبر ۲:

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا

بنیادی خیال: محبوب کی شان بے نیازی

تشریح:

فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعرہ مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب آپ کی شان بے نیازی اور تغافل شعوری کا عالم حد سے بڑھ گیا ہے ہم تو اپنا حال دل آپ کو سناتے ہیں لیکن آپ ہیں کہ ہماری بات کو اہمیت ہی نہیں دیتے ہم پورا افسانہ سنا دیتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ایک بار پھر کہو یہ آپ کی شان بے نیازی تو ہمیں کہیں کا نہیں رکھے گی۔
مرزا غالب نے اس شعر میں محبوب کو اس کے رویے کا احساس دلایا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

عاشقوں کی خستگی بد حالی کی پرواہ نہیں
اے سراپا ناز تو نے بے نیازی خوب کی
میر تقی میرؔ

شعر نمبر ۳:

حضرت ناصح گر آئیں، دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا؟

بنیادی خیال: حضرت ناصح کو جواب

تشریح:

فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ ہم نے محبت اختیار کی ہے اور یہ وہ سفر ہے جس سے واپسی اب ہمارے اختیار میں نہیں ہے دنیا والے ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں لیکن وہ مجھے کیا سمجھائیں گے میں ان کی بات سمجھنے والا ہی نہیں ہوں اس لیے کہ میں واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا میرے دوستوں نے اور دنیا والوں نے مجھے سمجھانے کا تہیہ کیا ہوا ہے لیکن وہ آخر کار مجھے کیا سمجھائیں گے اس لیے کہ میں اپنی دنیا میں گم ہوں محبوب کے تصور اور اس کی محبت نے مجھے اپنے آپ سے بیگانہ کر دیا ہے اگر میرے دوست مجھے سمجھانے کے لیے آنا چاہتے ہیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی لیکن ان کا یہ مقصد کبھی کامیاب نہیں ہوگا اور ان کی کوئی نصیحت مجھ پر اثر نہیں کرے گی۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

مماثل شعر:

سوچتا ہوں جواب کیا دوں اسے
اس کے غم کا حساب کیا دوں اسے
رضا کاظمی

شعر نمبر ۴:

آج وہاں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا

بنیادی خیال: محبوب سے آرزو قتل ہے

تشریح:

فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ میں نے تلوار بھی لے لی ہے اور کفن بھی لیا ہے اب میں اپنے محبوب کے حضور پیش ہونا چاہتا ہوں کہ مجھے قتل کرنے میں اب ان کے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے تلوار بھی میں لے کے جا رہا ہوں اور کفن بھی میں باندھے ہوئے ہوں تو میری خواہش ہے کہ میں محبوب کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں۔

یہاں اس شعر میں مرزا غالب آرزوِ قتل میں مبتلا ہیں کہ ان کا محبوب انہیں اپنی محبت کے حصار میں لے لے اور ہمیشہ کے لیے اپنا بنالے۔

مماثل شعر:

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو
کلیم عاجز

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۵:

ہے اب اس معمورے میں قحط غم الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں گے کھائیں گے کیا؟

بنیادی خیال: ذوق غم الفت ہے

تشریح:

فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ ہم تو محبت کے بندے ہیں اس پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے لیکن دل میں دلی میں الفت کا قحط پڑ گیا ہے یعنی دلی والے رسم الفت سے بیگانہ ہو گئے ہیں اس لیے اب شہر میں زندگی بسر کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مرزا غالب یہاں یہ کہتے ہوئے نظر آ رہے ہیں کہ اب دلی میں رہنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے ہمیں اب دلی میں کہتے غم الفت نے گھیر رکھا ہے اس لیے اب ہم یہاں کس طرح گزارا کریں گے۔

مماثل شعر:

غریب شہر تو فاقے سے مر گیا عارفؔ
امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

"غزل نمبر ۱"

شعر نمبر ۱:

دائم پڑا ہوا تیرے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

شاعرانہ خوبی: شاعرانہ خوبی غزل کا مطلع ہے

بنیادی خیال: حسرت قربِ درِ جاناں

تشریح:

تصوف اور فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ میں کاش اپنے محبوب کے در پہ پڑا ہوا پتھر رہتا مجھے یہ سعادت مل جاتی تو کتنا اچھا ہوتا لیکن یہ میرے نصیب میں نہیں ہے یہاں غالب افسوس کا اظہار کر رہے ہیں کہ میں قدم بوسی کر کے چلا جاتا ہوں کاش میں تیرے در کا پتھر ہوتا تاکہ تیرے در پر ہمیشہ پڑا رہتا اس طرح مجھے اپنے محبوب کا قرب بھی حاصل رہتا اور یہ سعادت بھی مل جاتی کہ میں تیرے در پر ہوں اور مجھے اپنی زندگی کا مقصدِ حیات حاصل ہو جاتا غالب کا یہ بھی کہنا ہے کہ محبوب کے در سے دوری میرے لیے موت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے محبوب کے در پر ایک پتھر کی مانند ہمیشہ پڑا رہوں

مماثل شعر:

ایک پتھر جو دستِ یار میں ہے
پھول بننے کے انتظار میں ہے
قمر جمیل

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۲:

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

بنیادی خیال: زمانے سے شکوہ

تشریح:

فکر و فلسفے کے امام مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ زمانہ بڑا ظالم ہے اس نے مجھے کسی بھی لمحے چین سے بیٹھنے نہیں دیا چونکہ میں انسان ہوں اور اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتا ہوں اس لیے بہت جلد اس بے سروپا زندگی سے عاجز آگیا ہوں میں کوئی پیالہ ساغر یا کوئی بے جان چیز نہیں ہو جو حالات کی گردش سے بے نیاز رہوں غالب یا یہاں واضح کر رہے ہیں کہ میں اپنی بے سروپا زندگی سے عاجز ہو گیا ہوں اور انسان کی فطرت ہے کہ اسے ہر پل کہیں چین نہیں ملتا ہے میں بھی انسان ہوں اور گھبرانا میری فطرت میں شامل ہے

مماثل شعر:

کل رات زخم زخم تمنا ہم ہی تو تھے
دیکھا کسی کسی نے تماشا ہم ہی تو تھے
آذر حفیظ

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

شعر نمبر ۳:

یا رب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے
لوحِ جہاں پہ حرفِ مقرر نہیں ہوں میں

بنیادی خیال: اللہ تعالی سے شکوہ

تشریح:

اردو کے پہلے فلسفی شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ اے خدا تو مجھے مٹانے پہ کیوں تلا ہوا ہے میں کوئی غلط حرف نہیں ہوں کہ جو مٹا دیا جاؤں میں انسان ہوں اور اشرف المخلوقات ہوں تو نے مجھے پیدا کیا ہے میں کوئی حرف غلط نہیں ہوں مجھے اس دنیا میں بے کار پیدا نہیں کیا گیا۔

اس شعر میں غالب کا شکوہ بجا ہے اور وہ گردش دوراں کا شکوہ خدا سے کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

مماثل شعر:

چھوٹ جاؤں جو غم ہستی سے
بھول کر بھی نہ ادھر دیکھوں میں — جگر مرادی آبادی

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۴:

کس واسطے عزیز نہیں جانتے
لعل و زمرد و زر و گوہر نہیں ہوں میں

بنیادی خیال: محبوب سے شکوہ ہے

تشریح:

فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں اپنے محبوب سے مخاطب ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب تم مجھے اپنا عزیز نہیں سمجھتے ہو مجھ پر اعتبار نہیں کرتے ہو مجھے اہمیت نہیں دیتے ہو اس لیے کہ میں ایک عام سا انسان ہوں ایسا ہرگز نہیں ہے مرزا غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں کوئی لال و زمرد یا دولت مند یا کوئی دنیا کا خزانہ ہوں شاید اسی لیے تم مجھے عزیز نہیں رکھتے میں ایک مختلف مزاج کا شاعر ہوں ایک حساس انسان ہوں اور آپ کی محبت کا گرویدہ ہوں شاید اسی لیے تم مجھے اہمیت نہیں دے رہے ہو۔

مماثل شعر:

ہستی ہی اپنی کیا ہے زمانے کے سامنے
اک خواب، ہیں جہاں میں بکھر جائیں ہم تو کیا — منیر نیازی

شعر نمبر ۵:

رکھتے ہو تم قدم مری آنکھوں سے کیوں دریغ
رتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں

بنیادی خیال: محبوب سے شکوہ ہے

تشریح:

فکر و فلسفے کی سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں اپنے محبوب سے شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے محبوب میری حیثیت مہر و مہ کے برابر ہی ہے میں ان چاند سورج سے کم نہیں ہوں مجھے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے لیکن میں تم سے محبت

کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم میری آنکھوں پر اپنے پاؤں رکھ دو اس سے کوئی میری تذلیل نہیں ہے ویسے میں رتبے میں بہت بلند ہوں میری تذلیل کا اس سلسلے میں کوئی امکان نہیں ہے اس شعر میں شاعر اپنے محبوب سے والہانہ عقیدت کا اظہار کر رہا ہے۔

مماثل شعر:

قندیل مہ مہر کا افلاک پہ ہونا
کچھ اس سے زیادہ مرا خاک پہ ہونا — ثروت حسین

شعر نمبر ۶:

کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس لیے
کیا آسماں کے بھی برابر نہیں ہوں میں

شاعرانہ خوبی: شاعرانہ تعلّی

موضوع شعر: میں اردو شاعری کا آسمان

تشریح:

اردو کے پہلے فلسفی شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں محبوب سے غصے اور شاعرانہ تعلّی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے محبوب کو میرے مقام و مرتبے کا کوئی احساس نہیں ہے اردو شعر و ادب کی دنیا میں میں کسی آسمان سے کم نہیں ہوں۔

جب کہ میرا محبوب کا دماغ آسمان پر رہتا ہے میں اس کی قدم بوسی کرنا چاہتا ہوں اور وہ مجھے نظر انداز کرتے ہوئے اس کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔ شاید وہ سخن شناس نہیں ہے۔

مماثل شعر:

لے تو لوں سوتے میں اس کے پاؤں کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا — مرزا غالب

شعر نمبر ۷:

غالبؔ وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

بنیادی خیال: خود سے طنزیہ انداز میں گفتگو

تشریح:

فکر و فلسفے کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب اس شعر میں خود پر طنز کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ زمانہ گیا کہ جب غالب یہ کہا کرتا تھا کہ میں کسی کا نوکر نہیں ہوں لیکن چونکہ اب میں نے مرزا بہادر شاہ ظفر کی نوکری کر لی ہے اور مجھے اس دربار سے اب ہر ماہ وظیفہ مل رہا ہے تو اس لیے مرزا غالب اپنے رب کا شکر بھی کر رہے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ میرے خدا اب وہ زمانہ گیا کہ جب میں بہت اچھے انداز میں زندگی بسر کر رہا تھا اب مجھے دنیا والوں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑ رہا ہے اور اب تو میں اپنے فرائض منصبی سے بے نیاز ہو کر بادشاہ کا نوکر بن کر رہ گیا ہوں۔

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

مومن خان مومنؔ

تغزل کا شاعر

تعارف شاعر:

مومن خان مومنؔ نے غزل کو اس کے خاص رنگ میں پیش کیا وہ اردو شاعری کی دنیا میں تغزل کے شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں ان کی شاعری جمالیاتی حسن میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے اردو شاعری کو بہت خوبصورت غزلوں کا سرمایہ عطا کیا ہے۔
معاملہ بندی، سادگی، سہل ممتنع، روزمرہ اور محاورہ، ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں جبکہ حسن و عشق کی ترجمانی اور ان کے مقطعے اردو شاعری میں ان کی پہچان ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی وعدہ یعنی نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا
میں وہی ہوں مومنؔ مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

شعر نمبر ۱:

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فضا نہیں ہوتا

شاعر کا نام۔۔۔۔۔۔۔ مومن خان مومن

ماخذ۔۔۔۔۔ غزل

مقام و مرتبہ : تغزل کا شاعر

شاعرانہ خوبی: مطلع، اور سہل ممتنع

موضوع شعر: محبوب کی شان بے نیازی

تشریح:

تغزل کے شاعر مومن خان مومن اپنی غزل کے اس مطلع میں کہتے ہیں کہ محبوب کی خاطر رنج و تکلیف برداشت کر رہا ہوں اس سے متاثر ہو کر بھی وہ میری طرف مائل نہیں ہو رہا ہے مومن کا کہنا ہے کہ میں جو مصائب برداشت کر رہا ہوں وہ میرے لیے محبوب کے التفات کی ضرورت میں خوشی کا باعث نہیں بن رہے ہیں۔
مومن خان مومن کہتے ہیں کہ اگر میرا محبوب مجھ پر اپنی نظر عنایت کر دے اور مجھ پر مہربان ہو جائے تو میرے سارے دکھ اور تکالیف راحت میں تبدیل ہو سکتی ہیں لیکن ایسا ممکن ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔

PRACTICAL CENTRE

مماثل شعر:

دوست بن کر بھی نہیں ساتھ نبھانے والا
وہی انداز ہے ظالم کا زمانے والا — احمد فراز

شعر نمبر۲۔

ذکر اغیار سے ہوا معلوم
حرف ناصح برا نہیں ہوتا

شاعرانہ خوبی: دو خوبصورت ترکیب کا استعمال

موضوع شعر: رقیب سے محبوب کا ذکر باعث تکلیف ہے

تشریح:

تغزل کے شاعر مومن خان مومن کہتے ہیں کہ عموماً نصیحت کرنے والے لوگ برے لگتے ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ محبوب سے دور رہا جائے تو بہت ہی ناگوار گزرتا ہے، لیکن اب جب کہ محبوب کی موجودگی میں رقیبوں کا ذکر سنا تو ہمیں بہت تکلیف ہوئی ناصح کی بات یاد آئی کہ وہ جو ہمیں روکتا تھا تو صحیح کہتا تھا۔

مماثل شعر:

ملنے کی طرح مجھ سے وہ پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے ملا جس سے مقدر نہیں ملا — نصیر ترابی

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر۳:

اس نے کیا جانے کیا کیا لے کر
دل کسی کام کا نہیں ہوتا

شاعرانہ خوبی: شاعرانہ خوبی صنعت تکرار

موضوع شعر: دل اختیار میں نہیں رہا

تشریح:

تغزل کے شاعر مومن خان مومن کہتے ہیں کہ ہمارا دل محبوب پہ کیا آیا کہ اب ہمارے قابو میں ہی نہیں رہا۔ مومن کا کہنا ہے کہ پہلے میرا دل میرے اختیار میں تھا لیکن اب تو ہر لمحے ہر وقت میرے محبوب کے تصور میں کھویا رہتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ جیسے اب یہ ہمارا کبھی نہ ہو سکے گا۔

مماثل شعر:

کہاں ہو تم چلے آؤ محبت کا تقاضہ ہے
غم دنیا سے گھبرا کر تمہیں دل نے پکارا — بہزاد لکھنوی

شعر نمبر ۴۔

امتحان کیجیے مرا جب تک
شوق زور آزما نہیں ہوتا

شاعرانہ خوبی: صنعت استعارہ

موضوع شعر: شیوا عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

تشریح:

تغزل کے شاعر مومن خان مومن اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب آپ میرا امتحان جتنا بھی لیں میں کبھی حرف شکایت زباں پہ نہیں لاؤں گا، مومن کہتے ہیں کہ عشق میں محبوب کے ظلم و ستم سہنا، عشق والوں کی روایت ہے اور میں اس روایت پر قائم رہوں گا اور کبھی حرف شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔

مماثل شعر:

تو چشمِ عنایت سے ذرا رخ تو ادھر کر
کافی ہے تیری اک محبت کی نظر بھی — عدیم ہاشمی

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۵:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

موضوع شعر: محبوب کا خیال میری زندگی ہے

تشریح:

تغزل کے شاعر مومن خان مومن اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب میرا دل ہر لمحے تیری یاد میں کھویا رہتا ہے اور میں ساری دنیا سے بے خبر صرف اور صرف تیرے خیالوں میں گم رہتا ہوں۔

اس شعر کا مفہوم کئی انداز سے بیان کیا جا سکتا ہے میرے محبوب تم ہر لمحے ہر پل میرے پاس رہتے ہو اور کوئی لمحہ ایسا ہوتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا خیال میرے دل میں ہو۔

اس شعر میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ میرے محبوب جب کوئی اور خیال میرے دل میں نہیں ہوتا تو صرف تمہارا ہی خیال میرے ذہن و دل کی دنیا میں چھایا رہتا ہے۔

یہ شعر ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے اور معنوی اعتبار سے بہت خوبصورت اور شعریت سے بھرپور ہے۔

مماثل شعر:

کیا ستم ہے کہ اب تیری صورت
غور کرنے پہ یاد آتی — جونؔ ایلیا

PRACTICAL CENTRE □ SESSION 2023-2024 □ PRACTICAL CENTRE □ SESSION 2023-2024 □ PRACTICAL CENTRE □ SESSION 2023-2024 □ PRACTICAL CENTRE

شعر نمبر ۶:

چارہ دل سوائے صبر نہیں
سو تمہارے سوا نہیں ہوتا

شاعرانہ خوبی: خوبصورت ترکیب کا استعمال

موضوع شعر: صبر، قرب محبوب میں ہے

تشریح:

تغزل کے شاعر مومن خان مومن اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب تمہارا قرب ہی صبر کا سبب بن سکتا ہے ورنہ تمہارے بغیر بے چینی بے قراری ہی رہتی ہے اور میرے دل کی بے چینی اور بے قراری کا علاج صرف اور صرف تمہارے قرب و وصل میں ہی ملتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

ضبط لازم ہے، مگر دکھ ہے قیامت کا فراز
ظالم اب کے بھی نہ رویا تو مر جائے گا

شعر نمبر ۷:

کیوں سنے عرض مضطرب، مومن
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

شاعرانہ خوبی: غزل کا مقطع

موضوع شعر: محبوب کی سنگ دلی کا بیان

تشریح:

تغزل کے شاعر مومن خان مومن اپنی غزل کے اس مقطع میں محبوب کی سنگدلی کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا محبوب میری محبت میری دلی کیفیات اور میرے جذبات کو بالکل نہیں سمجھتا کیونکہ وہ انسان ہے وہ خدا تھوڑی ہے محبوب، محبوب ہوتا ہے اور اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے اس شعر میں مومن خان مومن کہتے ہیں کہ کہ میرا محبوب میری دلی کیفیات سے بالکل بے خبر ہے وہ میری بے چینی بے قراری اور میرے تڑپنے سے متعلق میری کیفیات اور میرے دل کے رازوں کو نہیں جانتا ہے۔

مماثل شعر:

تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انساں ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

احمد فراز

فراق گورکھپوری

غزل کا خوبصورت شاعر

تعارف شاعر:

فراق گورکھپوری غزل کی کلاسک کی روایت کا نمائندہ شاعر ہے فراق کی غزل میں اس دور کے نفسیاتی اور تہذیبی نقوش کا اظہار ہوتا ہے ان کے موضوع تہہ دار ہوتے ہیں انہوں نے شاعری کے تنقیدی شعور کو پہلی مرتبہ زبان دی اس لیے انہیں جدت پسند شاعر تصور کیا جاتا ہے۔

بہت پہلے سے ہم ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے زندگی ہم دور سے پہچان لیتے ہیں
طبیعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تیری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۱:

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترک محبت کا بھروسہ بھی نہیں

شاعر کا نام ـــــ فراق گورکھپوری

ماخذ ـــــ غزل، نغمہ دل

مقام و مرتبہ غزل کی کلاسک روایت کا شاعر

شاعرانہ خوبی: غزل کا مطلع

موضوع شعر: دل پہ اعتبار نہیں

تشریح:

غزل کے خوبصورت شاعر فراق گورکھپوری اپنی غزل کے اس مطلع میں کہتے ہیں کہ اب ہم زندگی کے اس موڑ پر ہیں کہ پہلی جیسی محبت کی امنگ نہیں رہی، نہ وہ جنون ہے، نہ وہ محبوب کو پانے کی تمنا، لیکن پھر بھی کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید دل میں چھپے جذبات پھر دوبارہ ظاہر ہو جائیں اس لیے کہ ہمیں اپنے دل پہ کوئی بھروسہ نہیں ہے ہم محبت ترک کر چکے ہیں لیکن اس دل کا اعتبار اب بھی نہیں ہے۔

مماثل شعر:

میں نے پلکوں سے درِ یار پہ دستک دی ہے
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

ساغر صدیقی

شعر نمبر۲:

مہربانی کو محبت نہیں کہتے اے دوست
آہ !اب مجھ سے تیری رنجش بے جا بھی نہیں

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

موضوعِ شعر: محبوب کی مہربانی باعث تشویش

تشریح:

غزل کے خوبصورت شاعر فراق گورکھپوری اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا روٹھنا ناراض ہونا اکثر رہتا تھا ، لیکن اب تو صرف اور صرف اس کی مہربانی ہی ہمارے لیے ہے، یہ احساس مجھے پریشان کر رہا ہے کہ کہیں میرا محبوب میری محبت سے کنارا کش تو نہیں ہونا چاہتا شاید اسی لیے اس نے روٹھنے اور منانے کی روایت کو ختم کرتے ہوئے میرے ساتھ مہربانیوں کا رویہ اپنا لیا ہے جو میرے لیے باعث تشویش ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا جو تم نے فراموش کر دیا
حسن لطیفی

شعر نمبر۳:

ایک مدت سے تیری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

موضوعِ شعری: محبوب سے بے گانگی ہے اور نہیں بھی

تشریح:

غزل کے خوبصورت شاعر فراق گورکھپوری اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب تمہاری یاد ایک عرصے سے نہیں آئی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم تمہیں بھول چکے ہیں، ہمیں وہ سارے زمانے یاد ہیں جو تمہاری جو تمہارے ساتھ ہم نے گزارے تھے اب تو تمہاری یاد ذہن سے بالکل محو ہوگئی ہے لیکن لگتا ہے کہ پھر سے شاید تمہاری یادیں ہمارے دل میں آنے لگ جائیں گی۔

مماثل شعر:

شمع کی لو تھی کہ وہ تو تھا مگر ہجر کی رات
دیر تک روتا رہا کوئی سرہانے میرے

شعر نمبر ۴:

بات یہ ہے کہ سکونِ دلِ وحشی کا مقام
کنجِ زنداں بھی نہیں وسعتِ صحرا میں بھی نہیں

شاعرانہ خوبی: خوبصورت ترکیب کا استعمال

موضوع شعر: قربِ محبوب باعث سکون ہے

تشریح:

غزل کی خوبصورت شاعر فراق گورکھپوری اپنی غزل کے شعر میں کہتے ہیں کہ میرے محبوب صبر سکون اطمینان سب تمہارے ساتھ ہونے کے باعث ہے تم نہیں تو کچھ بھی نہیں زندگی یوں لگتی ہے جیسے تمہارے بغیر کوئی سنسان صحرا میں یا پھر یوں لگتا ہے کہ جیسے زندگی کسی ویران جنگل میں گزر رہی ہے۔ فراق کا کہنا ہے کہ میرے محبوب زندگی کا حسن زندگی کی خوبصورتی اور زندگی کا چین صرف تمہارے دم سے ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۵:

آہ! یہ مجمع احباب یہ بزم خاموش
آج محفل میں فراقؔ سخن آرا بھی نہیں

شاعرانہ خوبی: غزل کا مقطع

موضوع شعر: بزم یاراں اجڑ گئیں ہیں

تشریح:

غزل کے خوبصورت شاعر فراق گورکھپوری کہتے ہیں کہ دوستوں کی محفل ہی زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں اور جب سے ہم نے دوستوں کی محفل چھوڑی ہے تو زندگی میں ایسی خاموشی اور ویرانی آگئی ہے کہ اب یوں لگتا ہے ہر طرف سناٹے ہی پھیلے ہوئے ہیں۔ فراق کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم نے جب سے اپنے دوستوں کی محفل میں خاموشی اختیار کی ہے تو محفل کی ساری رونقیں ہی فنا ہو کر رہ گئی ہیں۔

مماثل شعر:

گلیاں ہیں محو خواب درو بام سو گئے
بستی کے لوگ تھک کے سرِ شام سو گئے

آذر حفیظ

جگر مراد آبادی علی سکندر

غزل کی تشریح

تعارف شاعر:

جگر مراد آبادی کا شمار غزل کے خوبصورت ترین شاعروں میں ہوتا ہے انہوں نے غزل کی عظمت کو اس طرح پیش کیا کہ غزل کو ایک نئی توانائی اور نیا جنم نصیب ہو گیا جگر مراد آبادی کا رنگ تغزل اپنی مثال آپ ہے۔ جگر کی غزل رنگینی خوبصورتی اور مدہوشی میں ڈوبی ہوئی ہے جبکہ فکر کی گہرائی سیاسی وسماجی مسائل ان کی شاعری کے خاص موضوعات ہیں وہ غزل کو غزل کے رنگ میں پیش کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں تازگی رعنائی ترنم اور حسن و عشق کی گرمی ان کی غزل کا اصل حسن ہے۔

اگر نہ زہرا جبینوں کے درمیاں گزرے
تو پھر یہ کیسے کٹے زندگی کہاں گزرے
ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

JOIN
FOR
MORE!!!

شعر نمبر ا:

دنیا کے ستم یاد نہ اپنی ہی وفا یاد
اب مجھ کو نہیں کچھ بھی محبت کے سوا یاد

شاعر کا نام ــــــــــ جگر مرادابادی

ماخذ: ــــــــــ غزل

شاعر کا مقام و مرتبہ: ــــــ غزل کا خوبصورت شاعر شاعرانہ خوبی: غزل کا مطلع ہے

بنیادی خیال: یاد محبت ہی زندگی ہے

تشریح:

رنگ تغزل کے خوبصورت شاعر جگر مراد آبادی اپنی غزل کے اس مطلعے میں کہتے ہیں کہ مجھے سوائے محبت کے اور کوئی اور کچھ بھی یاد نہیں دنیا کے ستم نہ میں اپنی وفاؤں بالکل بھلا بیٹھا ہوں ل اور مجھے کچھ بھی نہیں یاد غلام محمد قاصر کا خوبصورت شعر ہے کہ

کروں گا کیا جو محبت میں ہو گیا ناکام
مجھے تو کوئی اور کوئی کام بھی نہیں اتا

اس شعر میں جگر کا یہ بھی کہنا ہے کہ میرے محبوب میں سب کچھ بھول بیٹھا ہوں اور اب مجھے کچھ بھی یاد نہیں میں نے تیری محبت میں خود کو فنا کر لیا ہے یہاں تک کہ میں اب اپنی وفا کو بھی بھول بیٹھا ہوں۔

شعر نمبر ۲:

میں شکوہ بہ لب پہ تھا مجھے یہ بھی نہ رہا یاد
شاید کہ میرے بھولنے والے نے کیا یاد

تشریح:

اردو غزل کے خوبصورت شاعر جگر مراد آبادی اپنی غزل کے اس مطلع میں کہتے ہیں کہ میں نے محبت اختیار کی تو سب کچھ بھول بیٹھا اب میری زندگی میں سوائے یادِ محبوب کے کچھ بھی نہیں نہ مجھے اپنے محبوب کی ظلم وزیادتی یاد ہے اور نہ محبوب کی خلوص ووفا میں تو سبھی کچھ بھلا بیٹھا ہوں میری زندگی میں سوائے محبت کے کچھ بھی نہیں۔

مماثل شعر:

ہر یاد کو یوں زخم بناتے نہیں دل کا
ہر تیر کو پیوست رگِ جان نہیں کرتے

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۳:

کیا جانیے کیا ہو گیا اربابِ جنوں کو
مرنے کی ادا یاد نہ جینے کی ادا یاد

شاعرانہ خوبی: صنعت تضاد

بنیادی خیال: آدابِ محبت سے دوری

تشریح:

غزل کے خوبصورت شاعر جگر مراد ابادی اپنی غزل کی اس شعر میں کہتے ہیں کہ اب زمانہ بالکل بدل گیا ہے ہمارے زمانے میں محبت کرنے والے جنون کی ایسی کیفیت میں چلے جاتے تھے کہ انہیں اپنا ہوش ہی نہیں رہتا تھا اب تو ایسا لگتا ہے کہ محبت ایک رسمی سا جذبہ رہ گیا ہے جس میں محبت کرنے والے نہ محبت میں مرنے کا ہنر جانتے ہیں اور نہ محبت میں آنے والی مشکلات نمٹنے کا فن جانتے ہیں اب تو لوگ سہل پسند ہو گئے ہیں محبت کا جذبہ ان کے لیے عارضی سا رہ گیا ہے۔

مماثل شعر:

تجھ سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں
اے محبت ترا جواب نہیں

PRACTICAL CENTRE

شعر نمبر ۴:

میں ترک رہ و رسم جنوں کر ہی چکا تھا
کیوں آگئی ایسے میں تیری لغزش پا یاد

شاعرانہ خوبی: خوبصورت تراکیب کا استعمال

موضوع شعر: موضوع شعر ترک محبت اور محبوب کی یاد

تشریح:

غزل کی خوبصورت شاعر جگر مراد آبادی اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ میں محبت کی سختیوں کو محسوس کر کے ترک الفت کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن یاد محبوب اور خیال محبوب نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا میں جب بھی سوچتا ہوں کہ محبت کے ارادوں کو ترک کر دوں لیکن میرے محبوب کی پاؤں کی جنبش میرے ذہن و دل کی دنیا میں ایسی سماگئی ہے جو مجھے ترک الفت نہیں کرنے دیتی۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

سنبھلنے سے طبیعت کہاں سنبھلتی ہے
وہ بے کسی ہے دنیا رگوں میں چلتی ہے

محبوب خزاں

شعر نمبر ۵:

کیا لطف کے میں اپنا پتہ آپ بتاؤں
کیجیے کوئی بھولی ہوئی خاص اپنی ادا یاد

شاعرانہ خوبی: غزل کا مقطع ہے

موضوع شعر: محبوب کی شان بے نیازی پر حیرت کا اظہار

تشریح:

تو غزل کی خوبصورت شاعر جگر مراد آبادی اپنی غزل کے اس مقطعے میں اپنے محبوب کے رویوں پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں جو انہیں بالکل بھول بیٹھا ہے جگر مراد آبادی کہتے ہیں کہ میرے محبوب کبھی تم ہم سے محبت کرتے تھے ذرا اپنی اداؤں پہ غور کیجیے ہم آپ سے جنون کی حد تک محبت کرتے تھے اگر آپ کو یاد آگیا تو آپ ضرور مجھے پہچان جائیں گے۔

مماثل شعر:

ہاں تم کو بھول جانے کی کوشش کریں گے ہم
تم سے بھی ہوسکے تو نہ آنا خیال میں

سیماب اکبر آبادی

ناصر کاظمی

ہجرت اور اداسیوں کا شاعر

شعر نمبرا:

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا

شاعر کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ناصر کاظمی
ماخذ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل
مقام و مرتبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہجرت اور اداسیوں کا شاعر

تعارف شاعر:

ناصر کاظمی بنیادی طور پر ایک غزل گو شاعر کی حیثیت میں اردو شعر و ادب کی دنیا میں اپنی پہچان رکھتے ہیں انہوں نے قدیم رنگ غزل میں جدید رومانوی رویوں کا اظہار کیا۔ ناصر کاظمی نے غزل روایت کو از سر نو ایک نئی تابندگی عطا کی ہے۔

ناصر کاظمی کی غزل میر کی غزل کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہے اداسی تنہائی محرومی اور ہجرت کا دکھ ناصر کی غزل میں پورے ادراک کے ساتھ جلوہ گر نظر اتا ہے چھوٹی بحر میں دل کو چھو لینے والے اشعار ان کی خاص پہچان ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

شہر کی بے چراغ گلیوں میں
زندگی تجھ کو ڈھونڈتی ہے ابھی
وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

موضوع شعر: اجنبی شعر میں محبوب کی تلاش

تشریح:

اردو شاعری کے خوبصورت شاعر ناصر کاظمی اپنی غزل کے اس مطلع میں کہتے ہیں کہ جب میرا دل زور سے دھڑکنے لگا تو میں پریشان ہو گیا کہ میرے دل کو کیا ہو گیا ہے پھر خیال آیا یہ تو میرے دوست یعنی میرے محبوب کی یاد تھی جس کے سبب میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ ناصر کاظمی کا کہنا ہے کہ محبوب کی یاد میری زندگی ہے اور یہ تصور میرے لیے بہت حسین ہوتا ہے کہ جب محبوب کی یاد کی شدت مجھے بہت تڑپانے لگتی ہے۔

مماثل شعر:

نہیں آتی تو ان کی یاد مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

شعر نمبر ۲:

آج مشکل تھا سنبھلنا ہے دوست
تو مصیبت میں بہت یاد آیا

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

بنیادی خیال: م حبوب کی یاد

تشریح:

دنیائے شعر وادب کے خوبصورت شاعر ناصر کاظمی اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ دنیا کے رنج والم نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا گردش زمانہ نے محبوب کو ہم سے جدا کر دیا یوں زندگی اس کے بغیر ویران اور بے ثمر ہو کر رہ گئی ایسے میں میرے محبوب کی یاد نے مجھے سنبھلنے کا موقع فراہم کر دیا ہے ناصر کاظمی کا کہنا یہ بھی ہے کہ مصیبت اور مشکلات میں میرے محبوب کی یاد ہی میرا بڑا سہارا ہے ورنہ ان حالات میں خود کو سنبھالنا بہت مشکل کام ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

آج دنیا نے ستم ڈھائے تو دل ٹوٹ گیا
تیرا دل تیرا، اندازِ وفا یاد آیا

شعر نمبر ۳:

پھر کئی لوگ نظر سے گزرے
پھر کوئی شہر طرب یاد آیا

شاعرانہ خوبی: زبان و بیان کی سادگی

بنیادی خیال: یادِ ماضی

تشریح:

اردو غزل کے خوبصورت شاعر ناصر کاظمی اپنی غزل کی اس غزل کے اس شعر میں اپنی یادوں کے چراغ جلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ محبوب کی جدائی نے انہیں گردش زمانہ سے دوچار کر دیا ہم اس کی تلاش میں ناکام رہے یہاں تک کہ ہمیں بہت سے لوگ ملے مگر کوئی بھی محبوب کی جدائی کے اس خلا کو نہ بھر سکا ہمیں تو بس اپنا شہر طرب یعنی محبوب کا شہر ہی یاد آتا ہے جب خوشیاں تھیں، زندگی تھی، جہاں ہر طرف خوشی و مسرت کی بہاریں تھیں۔

یہاں شاعر کا کہنا ہے کہ عہد رفتہ کی یاد ہی ہمارے جینے کا سہارا ہے۔

مماثل شعر:

ایک سناٹا پہروں خون رلاتا ہے
ایک آواز کی خاطر کیسے دکھ دکھے

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

شعر نمبر ۴:

حال دل ہم بھی سناتے، لیکن
جب وہ رخصت ہوا، تب یاد آیا

شاعرانہ خوبی: زبان و بیان کی سادگی

بنیادی خیال: حال دل سنانا بھول گئے

تشریح:

اردو غزل کی خوبصورت شاعر ناصر کاظمی کہتے ہیں کہ میری دلی خواہش تھی کہ اپنے محبوب سے ملاقات ہو جائے تو ہم بھی اس سے اپنا حال دل بیان کریں لیکن یہ ہماری والہانہ محبت اور عقیدت کی نشانی ہے کہ جب بھی محبوب سے ملاقات ہوئی ہمیں ایسی خوشی اور سرشاری کی کیفیت نے گھیر لیا کہ ہم اپنا حال دل کہنا ہی بھول گئے۔

ناصر کاظمی کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا جلوہ ہی اتنا حسین ہے کہ اسے دیکھ کر میں سب کچھ بھول جاتا ہوں۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

چاند جب دور افق میں ڈوبا
ترے لہجے کی تھکن یاد آئی — احمد ندیم قاسمی

شعر نمبر ۵:

بیٹھ کر سایہ گل میں ناصرؔ
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا

شاعرانہ خوبی: غزل کا مقطع

بنیادی خیال: محبوب کی یاد بہت رلاتی ہے

تشریح:

ہجرتوں اور اداسیوں کے رنگ میں شاعری کرنے والے خوبصورت شاعر ناصر کاظمی کا اپنی غزل کے اس مقطع میں کہنا ہے کہ ہم نے ہجرت کی اور وطن کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اب ہماری زندگی میں سب کچھ ہے خوشیاں بھی ہیں آسائشیں بھی ہیں ہر طرف باغ و بہار کے رنگ پھیلے ہوئے ہیں لیکن نہیں ہے تو محبوب نہیں جو ہم سے بچھڑ چکا ہے اس کی یاد اب زندگی کا سہارا ہے اور اس کی یاد ہمیں آنسوؤں سے رلاتی ہے یہ بے خودی کی کیفیت اب شاید زندگی بھر رہے گی۔

مماثل شعر:

دیکھے ہوئے کسی کو بہت دن گزر گئے
اس دل کی بے بسی کو بہت دن گزر گئے

جونؔ ایلیا سید حسین جون اصغر

تعارف شاعر

جون ایلیا عہد جدید کے سب سے مقبول اور معتبر شاعر ہیں انہوں نے شاعری میں زبان و بیان کی سادگی کو فلسفیانہ انداز میں پیش کیا ہے ان کی شاعری سہل ممتنع کی اعلیٰ ترین مثال کہی جاتی ہے ان کی غزل رومانیت کی علمبردار ہے جبکہ ان کا شمار جدید ترین رومانوی شعرا میں ہوتا ہے ان کے لہجے میں معاشرے سے بغاوت بے باقی اور خود کلامی ہے ان کی شاعری کے موضوعات اپنی مثال آپ ہیں۔

شعر نمبر ۱:

کس سے اظہار مدعا کیجیے
آپ ملتے نہیں ہیں کیا کیجیے

شاعرانہ خوبی: خوبصورت ترکیب کا استعمال

بنیادی خیال: محبوب کی عدم دستیابی اور اظہار تمنا

JOIN FOR MORE!!!

عہد جدید کے خوبصورت شاعر جون ایلیا اپنی غزل کے اس شعر میں بڑی سادگی سے اپنی دلی کیفیات کا اظہار کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ میرے محبوب ہمیں آپ سے اظہار محبت کرنا ہے لیکن آپ ہم سے ملتے ہی نہیں اب کیا کریں ہمارے دل کا معاملہ تو ہمارے دل میں ہی ہے اس شعر میں شاعر نے محبوب سے نہ ملنے کا شکوہ کیا ہے۔

مماثل شعر:

تمام عمر ترا انتظار ہم نے کیا
اس انتظار میں کس کس سے پیار ہم نے کیا

حفیظ ہوشیار پوری

شعر نمبر ۲:

ہو نہ پایا یہ فیصلہ اب تک
آپ کیا کیجے تو کیا کیجیے

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

بنیادی خیال: دل فیصلہ کرنے سے قاصر ہے۔

تشریح:

عہد جدید کی خوبصورت شاعر جون ایلیا اپنی غزل کے اس شعر میں بڑی سادگی کے ساتھ خود سے مخاطب ہیں کہ اے میرے دل تیرا یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ ہم اظہار محبت کریں تو کیسے کریں میرے دل سے اب تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا اس لیے کہ میرا دل میرے اختیار میں ہی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو ہم کب کا اظہار محبت کر چکے ہوتے۔

مماثل شعر:

میں نے جب لکھنا سیکھا تھا
پہلے تیرا نام لکھا تھا

ناصر کاظمی

PRACTICAL CENTRE
GULSHAN-E-IQBAL KARACHI ☏: 34976530-34812547-34984762

شعر نمبر ۳:

آپ تھے جس کے چارہ گر وہ جواں
سخت بیمار ہے دعا کیجیے

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

بنیادی خیال: محبوب سے دعاؤں کی درخواست۔

تشریح:

عہد حاضر کے خوبصورت فلسفی شاعر جون ایلیا اپنی غزل کے اس شعر میں کہتے ہیں کہ محبت اختیار کی تو ہم خود کو بھول بیٹھے اور یہ دیوانگی ہماری زندگی کا ایسا روپ بن گئی ہے کہ ہمیں اب خود پہ اختیار نہیں رہا زندگی موت کی جانب رواں دواں ہے اس شعر میں بہت ہی سادگی سے جو لے لیا ہے اپنے محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اپ ہمارے لیے دعا کیجیے تاکہ ہماری بے قراری اور بے چینی کا خاتمہ ہو سکے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:

تم اپنے سارے گذشتہ لمحے بھلا ہی دینا مگر یہ کرنا
اسے دعاؤں میں یاد رکھنا جو تم کو روتا ہے نیم شب کو

دانش

شعر نمبر ۴:

زندگی کا عجب معاملہ ہے
ایک لمحے میں فیصلہ کیجیے

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

بنیادی خیال: ناپائیداری حیات

تشریح:

عہد حاضر کے سب سے مقبول اور خوبصورت رومانوی شاعر جون ایلیا اپنے اس غزل میں سہل ممتنع کا خوبصورت استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے محبوب زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں اور زندگی کا یہ چراغ کسی بھی لمحے بجھ سکتا ہے اب اپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ میرے ساتھ غفلت بھرا رویہ رکھنا ہے یا مجھے زندگی دینی ہے تم میری محبت کو قبول کر کیجیے تمہارا یہ انداز تغافل برتنا میرے لیے موت کا باعث بن سکتا ہے۔

جون ایلیا کہتے ہیں کہ میرے محبوب جلدی کیجیے اس لیے کہ زندگی پل بھر کی ہوتی ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

مماثل شعر:

زیست ہمسائے سے مانگا ہوا زیور تو نہیں
ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے کھو جانے کا

محسن بھوپالی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ■ SESSION 2023-2024 ■ PRACTICAL CENTRE ■ SESSION 2023-2024

شعر نمبر ۵:

مجھ کو عادت ہے روٹھ جانے کی
آپ مجھ کو منا لیا کیجیے

شاعرانہ خوبی: سہل ممتنع

بنیادی خیال: روٹھنا عادت ہے، محبوب سے منانے کی درخواست

تشریح:

عہدِ حاضر کے خوبصورت مقبول ترین رومانوی شاعر جون ایلیا کا یہ شعر ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے اس شعر میں انہوں نے کہا ہے کہ میرے محبوب میں برا آدمی ہر گز نہیں ہوں لیکن میری ایک انا ہے ایک ضد ہے اور میں بات بات پر روٹھ جانا میری فطرت کا حصہ ہے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ اپ مجھے منا لیا کیجیے میری عادت سمجھ کر یہاں جون ایلیا نے بہت ہی سادگی سے خوبصورتی سے اور برجستگی کے ساتھ اپنے محبوب سے استدعا کی ہے کہ میرے محبوب میرا خیال کیا کیجیے۔

مماثل شعر:

حسن کو حسن بنانے میں مرا بھی ہاتھ ہے
آپ مجھ کو نظر انداز نہیں کر سکتے

رئیس فروغ

JOIN FOR MORE!!!

فاطمہ حسن

عصر حاضر کی معتبر شاعرہ

تعارف شاعرہ:

فاطمہ حسن دور حاضر کی منفرد لب ولہجے کی معتبر شاعرہ ہیں فاطمہ حسن نے شاعری کے تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ وہ شاعری کے ساتھ ساتھ بہترین افسانہ نگار بھی ہیں۔

فاطمہ حسن سوشل سیکورٹی میں ڈائریکٹر تعلقات عامہ کے عہدے پر بھی خدمات انجام دے رہی ہیں، شہر کی علمی ادبی اور تعلیمی شخصیات میں ان کا شمار ہوتا ہے وہ انجمن ترقی اردو سے بھی وابستہ ہیں۔

تصانیف: یادیں بھی اب خواب ہوئیں شعری مجموعہ جبکہ کہانیاں گم ہو جاتی ہیں ان کے افسانوں کا مجموعہ ہے۔ کتاب دوستاں، کلام ضامن، اردو شاعرات اور نسائی شعوران کی دیگر تصانیف ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبرا:

زمین سے رشتہ دیوار و در بھی رکھنا ہے
سنوارنے کے لیے اپنا گھر بھی رکھنا ہے

شاعرانہ خوبی: صنعت مراۃ النظیر

بنیادی خیال: زمین سے محبت

تشریح:

عہد حاضر کی خوبصورت شاعرہ فاطمہ حسن کہتی ہیں کہ ہمیں چاہیے کہ ہم جہاں بھی رہیں اپنی زمین سے رشتہ قائم رکھیں اپنی روایات اپنا کلچر اپنی تہذیب کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے اور ہمیں اپنی زمین سے رشتہ لازمی جوڑ کر رکھنا چاہیے اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے گھر کے سنوارنے اور اسے خوبصورت بنانے کے لیے بھی جدوجہد جاری رکھنا چاہیے کیونکہ اپنی شناخت کو چھوڑنا اپنی پہچان کو چھوڑنا بھول جانا کسی بھی طور اچھا عمل نہیں ہے اس لیے کہ آپ کے عمل سے اپ کی انفرادیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔

جو مٹی سے نہیں جڑتے کبھی زندہ نہیں رہتے
تباہ ہو جاتے ہیں وہ لوگ بے بنیاد ہونے سے

شعر نمبر ۲:

ہوا سے آگ سے پانی سے متصل رہ کر
انہی سے اپنی تباہی کا ڈر بھی رکھنا ہے

شاعرانہ خوبی: صنعت تضاد، آگ اور پانی

بنیادی خیال: ہمیں ہر حال میں اپنا خیال رکھنا چاہیے

تشریح:

عہد حاضر کی خوبصورت شاعرہ فاطمہ حسن کہتی ہیں کہ ہم جس سماج میں رہتے ہیں ہمارے چاروں طرف مختلف مزاج کے لوگ

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024
PRACTICAL CENTRE

بستے ہیں ہم نے انھی کے درمیان زندگی گزارنی ہے لیکنان سے میل ملاپ رکھنے کے باوجود ہمیں اپنے آپ سے غافل نہیں ہونا چاہیے ہمیں چاہیے کہ ان سب سے رشتہ ضرور برقرار رکھیں لیکن ہمیں ہر حال میں اپنا خیال رکھنا چاہیے اور اندھی تقلید سے بھی بچنا چاہیے۔

شعر نمبر ۳:

ہماری نسل سنورتی ہے دیکھ کر ہم کو
سو اپنے اپ کو شفاف تر بھی رکھنا ہے

شاعرانہ خوبی: زبان و بیان کی سادگی

بنیادی خیال: خود سے کلامی

تشریح:

عہد حاضر کی خوبصورت شاعرہ فاطمہ حسن اس شعر میں کہتی ہیں کہ ہمیں اپنی زندگی کو خوبصورت اچھا اور آئیڈیل بنانا چاہیے اس لیے کہ ہماری آنے والی نسلیں ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کو سنوارتی ہیں اور ہمارا کردار ہے ایسا ہونا چاہیے کہ جو مثالی ہو تا کہ آنے والی نسلیں ہماری پیروی کر سکیں اور ہمیں اپنا آئیڈیل بنا سکیں۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۴:

ہوا کے رخ کو بدلنا اگر نہیں ممکن
ہوا کی زد پہ سفر کا ہنر بھی رکھنا ہے

شاعرانہ خوبی: محاورے کا خوبصورت استعمال ہوا کا رخ بدلنا

بنیادی خیال: نئے عزم اور ارادوں کا اظہار

تشریح:

عہد حاضر کی خوبصورت شاعرہ فاطمہ حسن اپنی غزل کے اس شعر میں کہتی ہیں کہ زندگی مسائل اور مشکلات کا مجموعہ ہے اور ہم ان سے لڑتے لڑتے اپنی زندگی گزار دیتے ہیں کبھی کبھی تو ہمیں یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم ان حالات کو بدل نہیں سکتے لیکن کبھی کبھی ایسا موقع بھی آتا ہے کہ ہم ان مسائل کا دیدہ دلیری اور بہادری سے مقابلہ کرتے ہیں اور یہی انسان کی کامیابی کی کا ذریعہ ہے۔

فاطمہ حسن اس شعر میں نئے ارادوں اور نئے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہمیں خندہ پیشانی سے زندگی کے مسائل سے مقابلہ کرنا چاہیے۔

PRACTICAL CENTRE

شعر نمبر ۵:

نشان راہ سے بڑھ کر ہیں خواب منزل کے
انہیں بچانا ہے اور راہ پر بھی رکھنا ہے

شاعرانہ خوبی: زبان و بیان کی سادگی

بنیادی خیال: نئے عزائم کا اظہار

تشریح:

عہد حاضر کی خوبصورت شاعرہ فاطمہ حسن اس غزل کے شعر میں کہتی ہیں کہ ہماری زندگی خوابوں اور حقیقتوں کے درمیان جدوجہد کرتے ہوئے گزر جاتی ہے اور اصل میں ہمیں اپنے خوابوں کو زندہ رکھنا چاہیے اور یہی ہمیں اپنی راہ اور سمت کا تعین کر کے منزل کی جانب بڑھنے میں مدد دیتے ہیں اور یوں ہم اپنی منزل کا حصول اپنے لیے آسان بنا لیتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

غزل کی تعریف:

غزل عربی زبان کا لفظ ہے۔ غزل کے معنی عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کی باتیں کرنا۔ اس صنف کو غزل کا نام اس لیے دیا گیا کہ حسن و عشق اس کا موضوع ہوتا ہے۔ اگر غزل اس کی تعریف کے بالکل مطابق ہو تو ہم کہیں گے کہ اس غزل میں تغزل ہے۔ لیکن مولانا حالیؔ نے غزل میں اس کے اصل موضوع کے ساتھ ساتھ اس میں سیاسی، سماجی، اخلاقی اور اسلامی موضوعات کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور آج غزل میں ہر طرح کے مضمون کو پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا حسرت موہانی نے اچھے شعر کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

شعر دراصل ہیں وہی حسرتؔ
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں

PRACTICAL CENTRE

CLASS-XII

JOIN
FOR
MORE!!!

اُردو (لازمی)

سیٹ - ۲

اقتباسات کی تشریحات

2023-24

info@practicalcentre.edu.pk

021-34976530
021-34812547
021-34984762

B-14, Block-1,
Gulshan-e-Iqbal, Karachi.

www.practicalcentre.edu.pk

فہرست

سیرت محمدی ﷺ کی جامعیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ سید سلیمان ندوی

عالم گیر کا انصاف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ شبلی نعمانی

خوش طبعی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا محمد حسین آزاد

قحط الرجال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مختار مسعود

مشاعرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری

حسرت موہانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولوی عبد الحق

سر اقبال مرحوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رشید احمد صدیقی

چمنے کہ تا قیامت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر اسلم فرخی

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☏: 34976530-34812547-34984762

سیرت محمدی ﷺ کی جامعیت

سیرت نگار: علامہ سید سلیمان ندوی

پیدائش ۱۸۸۴ - وفات : ۱۹۵۳

مضمون کا نام ---------- سیرت محمدی ﷺ کی جامعیت

مضمون نگار کا نام ---------- علامہ سید سلیمان ندوی

ماخوذ ---------- خطباتِ مدراس

مضمون نگار کا مقام و مرتبہ ---------- برصغیر کے مستند عالم دین

تعارفِ مضمون نگار:

علامہ سید سلیمان ندوی بنیادی طور پر علمی و ادبی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی تحریروں میں علمی متانت و شرافت ہمیشہ غالب رہی اُن کی ادبی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ مستند عالم دین، سیرت نگار، سوانح نگار، مُورخ، محقق شاعر و انشاپرداز ہیں۔ سیرت النبی آپ کا وہ یادگار و لازوال کارنامہ ہے جو اُردو ادب میں آپ کی حیثیت کو حیاتِ دوام بخشنے کے لیے کافی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

تصانیف:-

- سیرتِ عائشہؓ
- رحمتِ عالمؐ
- عربوں کی جہازرانی
- امام مالکؒ
- خطباتِ مدراس
- نقوش سلیمانی
- تاریخ ارض القرآن
- خلافتِ عثمانیہ
- درس الادب
- یادِ رفتگاں ...... وغیرہ وغیرہ۔

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ:

"علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سلیمان ندوی کے اور کوئی نہیں۔"

تعارفِ سبق:

علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے اس خطبے میں جو انہوں نے اسلامی تعلیمی انجمن کی دعوت پر ۱۹۲۵ء میں دیا تھا، فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس کائنات کی سب سے عظیم ہستی ہیں۔ ندوی صاحب نے حیات طیبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "آپؐ کی زندگی تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، زندگی کے کسی بھی پہلو کو سامنے رکھ کر آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو آپؐ اس کائنات کی سب سے کامل اور عظیم ہستی ہیں۔ آپؐ محبوبِ خدا ہیں اور تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔"

کوئی مثلِ مصطفیٰ کا، کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رُتبہ، کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
اُنہیںؐ خلق کرکے نازاں ہوا خود ہی دستِ قدرت
کوئی شاہکار ایسا، کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

صبیح رحمانی

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

ندوی صاحب نے اپنے اس خطبے میں دنیا بھر کے شعبوں کے حوالے دیتے ہوئے بڑے دلکش پیرائے میں آپؐ کی جامع اور کامل زندگی پر اظہارِ خیال کیا ہے یہ مضمون ندوی صاحب کی علمی بصیرت اور نبی کریمؐ سے بھرپور عقیدت کا اظہار ہے۔

رُخِ مصطفٰی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں — علامہ اقبالؒ

اقتباس:- "خدا کی محبت کا اہل اور اس کے پیار کا مستحق بننے کے لیے ہر مذہب نے ایک ہی تدبیر بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس مذہب کے شارع اور طریقے کے بانی نے جو عمدہ نصیحتیں کی ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ لیکن اسلام نے سب سے بہتر تدبیر اختیار کی ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر کا عملی مجسّمہ سب کے سامنے رکھ دیا ہے اور اس عملی مجسّمے کی پیروی اور اتّباع کو خدا کی محبت کا اہل اور اُس کے پیار کا مستحق بننے کا ذریعہ بتایا ہے۔"

تشریح:

JOIN FOR MORE!!!

ندوی صاحب اپنے خطبے کے ابتدائیے میں کہتے ہیں کہ آپؐ محبوبِ خدا ہیں آپ کا ہر عمل مثالی، جامع اور کامل ہے۔ آپؐ نے اللہ کی تعلیمات کو تمام دنیا تک پہنچایا ہے۔

ندوی صاحب کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس کے لانے والے پیغمبرؐ نے اپنے دین پر عمل کرنے کا طریقہ خود عمل کر کے دِکھایا ہے اور آپؐ کی زندگی قیامت تک دنیا کے ہر انسان کے لیے بہترین نمونہ بن گئی ہے۔

ندوی صاحب کہتے ہیں کہ خدا کے احکامات قرآن مجید کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں اور سُنّت وہ راستہ جس پر پیغمبر اسلام نبی کریمؐ خدا کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گزرے۔ مختصر یہ کہ ایک مسلمان کی کامیابی اور تکمیل روحانی کے لیے سب سے اہم چیز سُنّت ہے اور یہی اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔

ندوی صاحب کا کہنا ہے کہ خدا کی محبت کو پانے کا نسخہ صرف اور صرف محبوبِ خدا کی پیروی میں ہے اس لیے کہ آپؐ اللہ کی تعلیمات کی عملی تصویر ہیں۔

ندوی صاحب کا مزید یہ کہنا ہے کہ رسول پاکؐ کی زندگی کو اپنانا، خدا کی رحمتوں کو پانے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ اسلام وہ دین ہے جو مکمّل ضابطہ حیات ہے جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے ہے اور رسول خدا آخری نبیؐ ہیں اس کائنات کی جامع اور کامل ہستی، کوئی دوسری مثال آپؐ جیسی نہیں ہے۔

ان کو چاہیں ہم ہمیشہ اُن کو ہی سوچا کریں
نقشِ پا جو آپؐ کا مل جائے تو چُوما کریں
کامیابی دونوں عالم میں اگر درکار ہے
اُنؐ کے رستے پر چلیں اور ذکر بھی اُنؐ کا کریں — طاہر سلطانی

اقتباس:- "غرض اس دنیا کا نظم و نسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام ہی پر موقوف ہے اور ان تمام اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لیے عملی مجسمہ اور نمونہ کی ضرورت ہے اسلام ان تمام انسانوں کو سُنّتِ نبویؐ کی اتباع کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ مختلف طبقاتِ انسانی کے لیے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے۔"

تشریح:

اس اقتباس میں علّامہ سید سلیمان ندوی کہتے ہیں کہ دنیا کا سارا انتظام مختلف انسانوں اور اشیاء سے مل کر چل رہا ہے اور اس دنیا میں ہر

قسم کے انسانوں کو اپنی اپنی رہنمائی کے لیے رہنما درکار ہے اور اس ساری کائنات میں صرف اور صرف اسلام وہ مذہب ہے جس نے اپنے رسولؐ کو عملی مثال بنا کر پیش کیا ہے یہ ایک سب سے بڑی حقیقت ہے کہ اس کائنات میں واحد ذاتِ مبارکہ نبی کریم ﷺ کی ہے کہ جو تمام اصناف زندگی کے لیے کامل مثال اور نمونہ ہیں۔ آپؐ کی اتباع کی دعوت اللہ نے دی ہے یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی ذاتِ مبارکہ میں تمام مثالیں موجود ہیں۔ یہ اسلام کا وہ نظریہ ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہے کہ محمد ﷺ کی سیرت مثالی ہے۔ کسی اور مذہب میں ایسی مثال موجود نہیں ہے۔ آپؐ اس جہاں کے ہر شعبے کے انسان کے لیے رہنمائی و ہدایت کا چراغ ہیں۔

ممکن ہی نہیں رب کا ہو دیدار کسی کو
اللہ کے محبوب کے دیدار سے پہلے
کشفی

اقتباس:- "اگر دولت مند ہو تو مکّے کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو اگر غریب ہو تو شعب ابو طالب کے قیدی اور مدینے کے مہمان کی کیفیت سنو۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر ایک نظر دوڑاؤ۔ اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ اُحد سے سبق حاصل کرو۔"

تشریح:

زیرِ نظر اقتباس میں علّامہ سید سلیمان ندوی نے نبی کریم ﷺ کی جامع اور مکمل زندگی کے مختلف پہلوؤں کو تاریخ کے آئینے سے جمع کر کے پیش کیا ہے۔

ندوی صاحب کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پل، ہر لمحہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے ایک مثال ہے۔ آپؐ اِس جہاں میں زندگی کے ہر شعبے میں روشنی کا مینار ہیں۔

بحیثیت تاجر آپؐ مکے کے دولت مند اور ایماندار تاجر کے روپ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے دنیا کے کسی بھی تاجر کے لیے آپ کی زندگی رہنمائی کا نور ہے۔ اسی طرح آپؐ بحرین کے خزانوں کے مالک بھی رہے آپؐ کبھی مالِ غنیمت کو تقسیم کیے بغیر گھر نہیں گئے آپؐ خزانوں کے مالک ہونے کے باوجود تہی دست رہے۔ جبکہ آپؐ اہلِ مکّہ کے مظالم کا بھی شدّت سے شکار رہے اور آپؐ نے تین سال شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں گزارا جو حضرت ابو طالب کی ملکیت تھی۔

درود اس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل وجاں ہے
درود اس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اس پر کہ جو ماہرؔ کی اُمیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے۔
ماہر القادری

ندوی صاحب نے تاریخ عالم کی اُن غزوات کو مثال بنایا ہے کہ جس میں آپؐ کی اعلیٰ حکمت عملی سے مسلمانوں کو تاریخی فتوحات حاصل ہوئیں ان میں غزوۂ بدر اور غزوۂ حُنین کی کامیابی مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کا منہ بولتا شاہکار ہے جبکہ غزوۂ اُحد کا بھی حوالہ دیتے ہوئے علّامہ سید سلیمان ندوی کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے سپہ سالاروں کے حکم کی عدولی کی جس کا نقصان انھیں غزوۂ اُحد میں شکست کی صورت میں ملا۔ اس میں آپکے دو دانت بھی شہید ہو گئے تھے اور مسلمانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر اپنے محبوبؐ کی حفاظت کی تھی۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس:-

"اگر تم اُستاد اور معلّم ہو تو صفّہ کی درس گاہ کے معلّمِ قُدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجدِ مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سُنو۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دُشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکّہ کا نظارہ کرو۔"

تشریح:

ندوی صاحب اس اقتباس میں کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے لانے والے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اپنے دین پر عمل کرنے کا طریقہ خود عمل کرکے دکھایا ہے، اور آپ کی زندگی قیامت تک دنیا کے ہر انسان کے لیے بہترین نمونہ بن گئی ہے۔

ندوی صاحب کہتے ہیں کہ دنیا کے ہر کام، ہر پیشے اور ہر حالت مین لوگوں کے لیے ہدایت آپؐ کی زندگی سے حاصل ہو سکتی ہے اسی طرح ایک اُستاد کو اپنے شاگردوں سے جو اور جیسا تعلق ہونا چاہیئے وہ آپؐ کے اس روّیے سے معلوم ہو سکتا ہے جو آپؐ نے مسجدِ نبویؐ میں صفّہ میں آکر ٹھہرنے والے غریب صحابہؓ کے ساتھ روا رکھا اور انہیں دین کا علم سکھایا۔ دوسری طرف حضرت جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور احکام لے کر آپؐ کے پاس آتے تھے۔ اسی طرح جب آپؐ مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی باتیں سکھاتے تو آپؐ کی مشفقانہ تقریر اور تعلیم کے انداز سے آج کا عالم اور واعظ بھی ایسا وعظ کرنا اور تقریر کرنا سیکھ سکتا ہے اسی کے مطابق عمل کر سکتا ہے اور لوگوں سے کرا سکتا ہے۔

غرض دنیا کے ہر کام کے لیے حضورؐ کی مبارک اور پاک زندگی سے بہترین اور مؤثر مثالیں مل سکتی ہیں۔ جس سے انسان کو یقینی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
ماہر القادری

اقتباس:- "اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق دُرست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو۔"

تشریح:

برصغیر کے ممتاز عالم دین علامہ سید سلیمان ندویؒ نے زیرِ نظر اقتباس میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے ایک عظیم پہلو کو نمایاں کیا ہے کہ آپؐ نے اپنی زمینوں کا انتظام کس اعلیٰ انداز میں ترتیب دیا تھا۔ آپؐ زمینوں کے مالک ہو کر بھی اُس کی دولت کو حق داروں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

ندوی صاحب کا کہنا ہے کہ مختلف فتوحات میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینیں آگئیں تھیں۔ بنی نضیر ایک قبیلے کا نام ہے جبکہ خیبر ایک بستی ہے اور فدک کا باغ مدینے میں ہے۔ یہ تینوں زمینیں جب رسول پاکؐ

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

کی ملکیت میں آئیں تو آپؐ نے اسکی سالانہ آمدنی کے کچھ حصے کو غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے لیے مخصوص کر رکھا تھا اور اس آمدنی کا کچھ حصہ ازواجِ مطہرات کے ذاتی اخراجات کے لیے رکھا جاتا تھا۔

یہاں ندویؒ صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تاریخ کے اس عظیم انسان کی زندگی کا یہ پہلو انتہائی قابلِ تعریف اور سراہنے کے لائق ہے کہ آپؐ زمینوں اور کاروبار کے مالک رہے۔ آپؐ نے اس کا انتظام ترتیب سے رکھا اور اس کی آمدنی کے حصوں کو حقداروں میں تقسیم کیا۔ جبکہ آج کی دنیا میں کوئی زمیندار کبھی دولت کو تقسیم نہیں کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے ہاریوں یعنی کسانوں کو پیٹ بھر کر کھانے کو بھی مشکل سے ہی دیتا ہے۔

اقتباس:- "غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی واصلاح کے لیے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول ﷺ کی جامعیّت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔"

تشریح:

زیر نظر "اقتباس" میں برصغیر کے ممتاز عالم دین علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے خطبے میں اپنے طالب علموں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ آپ کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبے سے ہو اور آپ کسی بھی حال میں رہتے ہوں لیکن اگر تاریخ عالم پر نگاہ ڈالیں تو یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ صرف اور صرف کائنات کی ایک ہی ہستی قابلِ تقلید اور قابلِ مثال ہے اور وہ ذاتِ مبارک "محمد ﷺ" کی ہے کہ آپؐ کی زندگی ہی ہر شعبے کے انسانوں کے لیے جامع مثال ہے آپؐ کی ذات مبارکہ میں تمام انسانوں کے لیے بہترین مثال موجود ہے۔

ندویؒ صاحب کا کہنا ہے کہ رسول ﷺ کی پیروی کر کے ہم اپنے زندگی کو علم کی روشنی سے منوّر کر سکتے ہیں یہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ آپؐ دنیا کے سب سے بڑے رہنما ہیں۔ دنیا کو زندگی گزارنے کے بہترین ڈھنگ اور نمونے آپؐ کی زندگی سے ہی ملے ہیں۔ رہنمائی اور ہدایت کا یہ سلسلہ رسول ﷺ کی ذات سے تمام دنیا کے انسانوں کو ہر وقت اور ہر سانس میں ملتا رہے گا۔ آپ رحمت اللعالمین سرکارِ دوعالم، رحمتِ دوجہاں، محسنِ انسانیت اور فخرِ آدم ہیں۔ آپؐ کی سیرت سب سے بڑی اور مثالی سیرت ہے جس سے ہر انسان فلاح و نجات کا راستہ پاتا ہے۔

اقتباس:- "جس کی نگاہ کے سامنے محمد ﷺ کی سیرت ہے اس کے سامنے نوحؑ و ابراہیمؑ، ایوبؑ و یونسؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں۔ گویا دوسرے تمام انبیاء کرامؑ کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دکانیں اور محمد رسول ﷺ کی سیرت، اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے۔ جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلب گار کے لیے بہترین سامان موجود ہے"۔

تشریح:

ندویؒ صاحب نے اپنے خطبے کے اس اقتباس میں کہا ہے کہ دنیا میں رسول اللہؐ کی ذاتِ اقدس ہی واحد ہے جو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ آپؐ کی زندگی اللہ کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہے۔ یہاں ندویؒ صاحب نے ایک خوبصورت مثال دی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ انبیاء اس جہان فانی میں فلاح و نجات کا راستہ دِکھانے آئے، اُن کی سیرت و کردار الگ الگ اشیاء کی دکانوں کی مانند تھے۔ جبکہ آپؐ تمام انبیاءؑ کی خصوصیات کا مجموعہ ہیں۔ آپؐ شہنشاہِ دوعالم ہیں۔ دنیا کے ہر انسان کو آپؐ کی زندگی سے پوری پوری رہنمائی ملتی ہے۔ سیرت و کردار میں کوئی بھی آپؐ جیسی دوسری مثال نہیں۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

ندوی صاحب کہتے ہیں کہ آپؐ کی زندگی اُس سپر مارکیٹ کی مانند ہے جس میں ضروریات زندگی کی تمام اشیا، ملتی ہے۔ دنیا کے ہر انسان کے لیے رہنمائی صرف اور صرف نبی پاکؐ کی زندگی کے پہلوؤں میں ملتی ہے یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں، آپ اللہ کی تعلیمات کا عملی مجسمہ ہیں اور آخری نبیؐ ہیں، آپؐ پر دین مکمل ہوا آپؐ محبوب خدا اور سرکارِ دو عالمؐ ہیں۔ آپؐ صادق و امین اور محسن انسانیت ہیں، ہر نبی نے آپؐ کے آنے کی خوشخبری دی۔ دنیا کا ہر انسان آپؐ کی ذات اقدس سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ سلسلہِ صدق وصفا کس سے ملا ہے؟
افکار کو اندازِ حیا کس سے ملا ہے؟
سرکارِ دو عالمؐ کے سوا کون امینؐ ہے؟
اللہ کا پیغامِ ھدیٰ کس سے ملا ہے؟ کشفی

اقتباس :- "اب آؤ ذرا عرب کے اس اُمّی معلّم کی درسگاہ کا مطالعہ کریں یہ کون طالب علم ہیں؟ یہ ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ، طلحہؓ و زبیرؓ مکّے کے قریشی طالب علم ہیں، یہ کون ہیں؟ ابوذرؓ وانیسؓ ہیں یہ مکّے سے باہر تہامہ کے عفّاری قبیلے کے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ ابوہریرہؓ اور طفیلؓ بن عمرو ہیں، یمن سے آئے ہیں اور دوسی قبیلے کے ہیں۔"

تشریح:

ممتاز عالمِ دین علّامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے خطبے کے اس اقتباس میں تاریخِ عالم کی جلیل القدر شخصیات اور ان کے اعلیٰ مقام و مرتبے کو بڑے دلکش اور مقررانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ندویؒ صاحب کا کہنا ہے کہ آپؐ نے ساری دنیا کو اپنے نور سے روشن کر دیا آپؐ ایک ایسے معلّم تھے جو کسی کے شاگرد نہیں۔ نبی الامّی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب مبارک ہے قرانِ مجید میں بارہا استعمال ہوا ہے۔ "اُمّی" لفظ اُم (ماں) کی طرف منسوب ہے یعنی وہ جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہو ویسا ہی ہو، دنیا میں کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو وہ اسلئے کہ آپؐ نے کبھی کسی مخلوق کی شاگردی اختیار کر کے علوم حاصل نہیں کیے مگر بذریعہ وحی الٰہی آپؐ کو وہ علوم و معارف عطا کئے گئے جو آپؐ سے پہلے اور بعد میں کسی مخلوق کو عطا نہیں کیے گئے۔ علّامہ ندویؒ کہتے ہیں کہ آپؐ کے شاگرد علم کا مینارہ بن کر دنیا کے اُفق پر ایسے چھائے کہ ساری دنیا جگمگا اُٹھی ان نامور ہستیوں کو ہم مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ: -

رُخِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دِیوں نے جلنا سیکھا
چلے جب میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو جہاں نے چلنا سیکھا
مین تلاش میں تھا رب کی کہاں ڈھونڈتا میں رب کو
لیا نام جب نبیؐ کا تو خدا سے ملنا سیکھا

اقتباس:- "دوستو اگر تم مطالعہ فطرت کے بعد یقین رکھتے ہو کہ یہ دنیا انسانی مزاجوں اور انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کا نام ہے تو یقین کرو کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع شخصیت کے سوا اس کا کوئی آخری اور دائمی اور عالمگیر رہنما نہیں ہو سکتا۔"

تشریح:

ندویؒ صاحب نے اس خطبے میں مختلف مثالوں سے ثابت کیا ہے کہ نبی پاکؐ کی پاکیزہ اور مبارک زندگی ہر انسان کے لیے بہترین

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

نمونہ ہے اوراسی لیے آپ کالایاہوادین پوری دنیا کے لیے قیامت تک مکمل اور صحیح نظام ہے جس میں ہر زمانے ہر علاقے اور ہر مزاج، پیشے اور ذہن والے ہر انسان کو سکون آرام اور خوشحالی میسّر آسکتی ہے جب کہ دوسرے تمام مذاہب صرف اپنی اپنی تعلیمات ہی پیش کرتے ہیں۔

ندوی صاحب اپنے پڑھنے اور سُننے والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر آپ لوگ دنیا کی فطرت کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس میں جو لوگ بستے ہیں ان کے مزاج عادتیں اور ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں آپس میں یکساں نہیں ہیں اور اپنی اختلافات کی بدولت یہ دنیا قائم ہے تو آپ کو اس کا بھی یقین کرلینا چاہیئے کہ ان تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے سوائے رسول اللہؐ کی ذاتِ اقدس کے، کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا، کیونکہ آپؐ کی ذات مبارک میں دنیا کے ہر شخص کو، اس کی زندگی کے ہر گوشے کے لیے پوری پوری اور صحیح رہنمائی مل سکتی ہے جو رہتی دنیا کے لیے کافی ہے۔

نوٹ:- یہ اضافی معلومات طلبا کے مطالعے کے لئے بطور خاص ہیں۔

☆ غزوۂ حُنین:-

مکّہ اور طائف کی درمیانی وادی جہاں مسلمانوں کو زبردست کامیابی ملی فتح مکّہ کے بعد یہ پہلی لڑائی ہے اس میں ہوازن اور ثقیف قبیلے کو زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ غزوہ 8 ہجری میں لڑی گئی۔

☆ غزوۂ اُحد:-

مدینے کے شمال کی طرف تین چار میل کے فاصلے پر پہاڑ جہاں 3 ہجری میں مسلمانوں اور کُفّارِ مکّہ کے درمیان جنگ لڑی گئی اس میں مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

☆ غزوۂ بدر:-

مدینے سے 80 میل دور ایک گاؤں مسلمانوں اور کُفّار کے درمیان پہلی لڑائی 313 مسلمانوں کے مقابلے میں گیارہ سو کافروں کا معرکہ جس میں کُفّار کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

☆ شعب ابی طالب:-

مکّہ معظمہ کے قریب ایک درّہ جو بنوہاشم کی ملکیت تھا۔ ۷ نبویؐ میں جہاں آپؐ تین سال تک مقیم رہے۔

☆ بنی نضیر:-

یہودیوں کا ایک قبیلہ جو مدینہ منورہ کے نواح میں آباد تھا۔ یہ لوگ بار بار مسلمانوں سے وعدے کرتے اور پھر جاتے آخر کار مسلمانوں نے ان کے قلعے کا محاصرہ کیا اور اسے خالی کرالیا۔

☆ فدک باغ:-

خیبر کی فتح 7 ہجری سے واپسی پر جب آپؐ نے یہاں کے لوگوں کو تبلیغ کا پیغام بھیجا تو انھوں نے صلح کی درخواست کی اور فدک کا آدھا علاقہ مسلمانوں کو دے دیا آپؐ اس کی آمدنی سے اخراجات پورے کرتے تھے۔ جو کچھ بچ جاتا اس سے بنوہاشم کے فقراء کی مدد فرماتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

☆ قلعۂ خیبر اور خیبر بستی:۔

مدینے سے 200 میل پر ایک نخلستان یہاں یہود آباد تھے یہ جگہ یہود کی قوت کا خاص مرکز تھی آپؐ نے اس علاقے کو فتح کیا اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں وہاں نامی گرامی پہلوان مرحب مارا گیا تو وہاں کی زمینوں پر یہودیوں کا قبضہ رہنے دیا گیا اور یہ شرط طے پائی کہ پیداوار کا نصف ہر سال مسلمانوں کو دیا جائے گا۔

☆ حضرت ابو بکر صدیقؓ:۔

رسول اکرم ﷺ کے یارِ غار ہیں۔ قرآن نے آپؓ کو "ثانی اثنین " کے لقب سے یاد کیا۔ آپؓ کا نام "عبد اللہ" ہے کنیت ابو بکرؓ ہے۔ "صدیق و عتیق" لقب۔ رشتہ میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے خسر ہیں۔ خلیفہ اوّل ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

☆ حضرت عمر فاروقؓ:۔

JOIN FOR MORE!!!

خلفائے راشدین میں سے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ آپؓ کا نام نامی عمر کنیت ابو حفص اور فاروق لقب ہے۔ آٹھویں پشت میں سلسلہ نسب رسول ﷺ سے جاملتا ہے۔ آپؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ رسول ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ یوں آپؓ رسول اللہ ﷺ کے خسر بھی ہیں۔

☆ حضرت عثمان غنیؓ:۔

تیسرے خلیفہ راشد میں آپؓ کا نام "عثمان" کنیت ابو عمر "ذوالنّورین" لقب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں (حضرت رُقیہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ) یکے بعد دیگرے آپؓ کے نکاح میں آئیں۔ اسی لیے ذوالنّورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے جاملتا ہے۔

☆ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ:۔

چوتھے اور آخری خلیفہ راشد حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے داماد اور رشتہ میں آنحضرت ﷺ کے چچیرے بھائی ہیں۔ آپؓ کا نام نامی علیؓ ہے۔ " ابوالحسن "اور" ابوتراب "کنیت اور حیدر لقب ہے۔ ہجرت کے دوسرے سال رسول ﷺ کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ آپؓ کے نکاح میں آئیں۔

☆ حضرت طلحہؓ:۔

رسول ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آغازِ اسلام ہی میں ایمان کی دولت سے مالامال ہوئے۔ آپؓ کا نام نامی "طلحہ بن عبد اللہ "عشرہ مبشرہ اور "سابقون الاولون" میں شامل ہیں۔

☆ حضرت زبیرؓ:۔

آغازِ اسلام میں حضرت ابو بکرؓ کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپؓ کا نام مبارک زبیر ابن العوامؓ ہے۔ اُن دس صحابہ میں شامل ہیں جن کو رسول اکرم ﷺ نے دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔

☆ حضرت ابوذر غفاریؓ:۔

آپؓ کا نام مبارک ابوذر غفاریؓ ہے۔ قبیلۂ غفار سے تعلق کی نسبت سے غفاری کہلاتے ہیں ۱ھ نبوی میں رسول اکرم ﷺ نے قبائل عرب کو دعوتِ اسلام دی جس کے نتیجے حضرت ابوذر غفاریؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

☆ حضرت اُنیسؓ:۔

ابوذر غفاریؓ کے بھائی ہیں۔ فصیح و بلیغ شاعر ہیں۔ رسول ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو قرآن مجید سُن کر بے حد متاثر ہوئے۔ حضرت ابوذرؓ کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ:۔

مشہور صحابیِ رسول ہیں۔ نام مبارک "عبدالرحمن بن صخر" اور کُنیت "ابوہریرہؓ" دوسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ۷ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کثیر الروایات ہیں سب سے زیادہ احادیث آپؓ سے ہی مروی ہیں۔ (تقریباً پانچ ہزار کے لگ بھگ احادیث روایت کی ہیں) ایک روز سرورِ عالم ﷺ نے آپؓ کو بلی اٹھاتے ہوئے دیکھا تو ان کی کنیت "ابوہریرہؓ" رکھ دی یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ آپؓ کا اصل نام بالکل فراموش ہی کر دیا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی قوتِ حافظہ میں اضافے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔ جس کے بعد آپؓ کا حافظہ اتنا قوی ہو گیا تھا جو حدیث ایک دفعہ سُن لیتے اُسے کبھی نہیں بھولتے تھے۔

☆ حضرت طفیلؓ بن عمرو:۔

قبیلہ دوسی کے سردار "طفیلؓ بن عمرو" بڑے عقلمند و دانا انسان تھے۔ بہترین شاعر تھے ۱۰ھ نبوی میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ:۔

آپ کا نامِ مبارک ابوموسیٰ اشعریؓ (اشعر کی طرف منسوب ہے جس کے معنی لمبے بالوں والا) رسول اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں "زبید" نامی جگہ کے عُمّال (گورنر) رہے۔

☆ حضرت معاذ بن جبلؓ:۔

نامِ مبارک "معاذ" ہے "جبل" والد کا نام ہے۔ اسی نسبت سے معاذ بن جبلؓ کہلاتے ہیں۔ یمن سے تشریف لائے تھے۔ خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ رسول کریم ﷺ نے ضروری ہدایت عطا فرمائیں اور یمن کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ معاذ بن جبلؓ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں "جند" نامی علاقے کے بھی گورنر رہے۔

☆ حضرت ضماد بن ثعلبہؓ:۔

نامِ مبارک "ضماد" "ثعلبہؓ" کے بیٹے تھے۔ یمن کے رہنے والے۔ اپنے ملک کے مشہور جادوگر اور اپنی ساحری پر بڑا ناز تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے قرآن مجید سُنا تو اپنی ساری جادوگری کو بھول گئے۔ عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! ایسا کلام تو میں نے کبھی نہیں سُنا۔ یہ کلمات جو آپؐ نے سُنائے یہ تو اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ خدارا اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ میں دینِ حق کی بیعت کرتا ہوں ..... اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE

☆ حضرت خبابؓ بن الارث:۔

"خبابؓ" نام ہے "الارث" والد کا نام ہے۔ اسی نسبت سے خبابؓ بن الارث کے نام سے مشہور ہیں۔ قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ قریش نے حضرت خبابؓ پر بہت ظلم ڈھائے۔ کوئلے جلا کر زمین پر پھیلائے جاتے اور آپؓ کو اس پر چت لٹا دیا جاتا۔ اور ایک شخص سینے پر کھڑا ہو جاتا۔ یہاں تک کہ وہ کوئلے ٹھنڈے ہو جاتے۔

☆ حضرت منقدؓ بن حُبّان:۔

آپ کا نامِ مبارک "منقد" ہے والد کا نام "حُبّان" بحرین سے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ آپ کا تعلق قبیلہ عبدالقیس سے تھا۔

☆ حضرت منذرؓ بن عائذ:۔

آپ کا نامِ نامی "منذر" ہے "عائذ" والد کا نام ہے۔ آپ بھی بحرین ہی سے آئے تھے قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے۔ خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو کر شرف بہ اسلام ہوئے۔

JOIN FOR MORE!!!

تمثیل: تمثیل سے مراد ایسی تحریر ہے جس میں تشبیہ واستعارے سے کام لیا جاتا ہو اور جہاں تخیلاتی اور تصوراتی کرداروں کے ذریعے روزمرہ کے مسائل حیات اور انسان کے عقائد و تجربات کا بیان کیا گیا ہو۔ عموماً اسے کسی خاص روحانی یا اخلاقی مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس میں اکثر غیر فطری اور غیر عقلی اشیا کو جان دار بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور ان باتوں کے ذریعے انسان کی اخلاقی و جذباتی اصلاح و تزکیہ کیا جاتا ہے۔

ہائیکو: ہائیکو جاپانی صنف ہے۔ یہ تین سطروں پر مشتمل مختصر نظم ہوتی ہے۔ ہائیکو کا پہلا اور تیسرا مصرع ہم وزن اور درمیانی مصرع نسبۃً طویل ہوتا ہے۔ اس کی بناوٹ پانچ، سات اور پانچ صوتی ارکان (Syllabes کے وزن پر قائم ہوتی ہے۔ ہائیکو کی خوبی اختصار اور کفایت لفظی ہے۔

عالم گیر کا انصاف

مضمون نگار: علاّمہ شبلی نعمانی

پیدائش ۱۸۵۷ - وفات ۱۹۱۴

مستند عالم دین، موٴرخ، سیرت نگار

مضمون کا نام ---------------------- عالم گیر کا انصاف

مضمون نگار کا نام ---------------- علامہ شبلی نعمانی

ماخوذ --------------- اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر

مضمون نگار کا مقام و مرتبہ ---------- برصغیر کے مستند عالم دین

JOIN FOR MORE!!!

تعارف مضمون نگار:

"اگر کوئی شخص ایک شاعر، فلسفی، موٴرخ، ناقد، ماہرِ تعلیم، معلّم، واعظ، ریفارمر، جریدہ نگار، فقیہہ، محدث سب کچھ ہو سکتا ہے تو وہ مولانا ہی کی ذات تھی۔"

یہ رائے تاریخ اُردو ادب کے معروف، محقق اور نقاد رام بابو سکسینہ کی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علامہ شبلی نعمانی اُردو کے عناصرِ خمسہ میں اپنی الگ سے شناخت اور انفرادیت رکھتے ہیں۔ اور "شمس العلماء" کا خطاب پانے والے اس مستند عالم دین کو دنیا علاّمہ شبلی نعمانی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

تصانیف:

- الفاروق
- سوانح مولانا روم
- علم الکلام
- المامون
- موازنہ دبیر و انیس
- شعر العجم
- مقالات شبلی
- سیرت النعمان
- سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
- الغزالی
- سفر نامہ روم و مصر و شام

PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE ◻ SESSION 2023-2024 ◻ PRACTICAL CENTRE

تعارف سبق:

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی تصنیف "اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر میں "اورنگزیب عالمگیر کے طرز حکمرانی پر اعتراض کے جوابات تحریر کیے ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ وہ عدل و انصاف میں ایک مثالی مسلم حکمران تھا جس کا دور حکومت تمام اقوام کے لیے عدل و انصاف کا مثالی دور تھا۔

علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر عوام کا بہت خیال رکھتا تھا وہ امیر غریب ادنٰی اور اعلیٰ میں کوئی تمیز نہیں رکھتا تھا اس کے لیے اپنے پرائے سب برابر تھے اور وہ ایک بہترین مثالی مسلم حکمران تھا۔ غیر مسلم مفکرین کے بھی علامہ شبلی نعمانی نے بہت سے حوالے کے ساتھ ان کی آرا کو بھی اس سبق میں پیش کیا ہے۔

یہ تصنیف علامہ شبلی نعمانی کی بہترین محققانہ صلاحیتوں پر مشتمل ہے۔ اورنگ زیب بڑا متقی، پرہیز گار، مدبر اور اعلیٰ درجے کا منتظم تھا۔ خزانے سے ذاتی خرچ کے لیے ایک پائی بھی نہ لی۔ قرآن مجید لکھ کر ٹوپیاں سی کر گزارا کرتا تھا۔ سلجھا ہوا ادیب تھا۔

اُس کے خطوط رقعات عالمگیر کے نام سے مرتب ہوئے۔ اس کے حکم پر نظام سلطنت چلانے کیلیے ایک مجموعہ فتاویٰ تصنیف کیا گیا جسے تاریخ میں فتاوی عالمگیری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مضمون میں مضبوط دلائل کے ذریعے اورنگ زیب کی شخصیت پر لگائے جانے والے الزامات کا جواب دینے کی کوشش کی۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس نمبر ا۔ "مغل اعظم عدل کا دریائے اعظم ہے۔ جچے تلے انصاف سے وہ فیصلے کرتا ہے۔ شہنشاہ کے حضور میں سفارش، امارت اور منصب کی کچھ پیش نہیں کی جاتی۔ بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا تھا جس طرح کے بڑے سے بڑے افسر کی۔"

تشریح:

زیر نظر اقتباس میں علامہ شبلی نعمانی نے مشہور محقق لین پول صاحب کی عالمگیر کے بارے میں خیالات کو پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر عدل و انصاف کے سلسلے عدل کا بہت بڑا دریا تھا بلکہ عدل کا دریائے اعظم تھا۔ وہ جچے تلے انداز میں اپنے فیصلے کیا کرتا تھا اس کے دربار میں سفارش دولت اور عہدے کی کوئی اہمیت نہیں تھی وہ بڑی توجہ اور مستعدی سے ہر چھوٹے بڑے آدمی کی بات کو سن کر پھر فیصلے کیا کرتا تھا۔

دیے گئے اس اقتباس میں علامہ شبلی نعمانی نے لین پول کے خیالات کو سند بنا کر پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر اپنی رعایا کا بہت خیال کرتا تھا اس کا زمانہ عوام کے لیے خوشحالی کا زمانہ تھا وہ خود براہ راست عوام سے رابطے میں رہتا تھا اور ان کی مشکلات کو حل کیا کرتا تھا۔

اقتباس نمبر ۲۔ "وہ صاف و سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا تھا اور پگڑی میں بڑا ٹکڑا زمرد کا ٹنکا ہوا تھا داد خواہوں کی عرضیاں لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دست خط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش چہرے سے مترشح ہوتا تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے۔"

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

تشریح:

زیر نظر اقتباس میں علامہ شبلی نعمانی نے اپنی تحقیق کے ذریعے سے ہمیں بتایا ہے کہ ڈاکٹر جیلی کریری نے 78 برس کی عمر میں عالمگیر کو دیکھا تھا اور اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر ہشاش بشاش مستعد اور بڑی لگن اور دلچسپی سے عوام کے مسائل سنتا اور حل کیا کرتا تھا وہ سفید و شفاف ململ کے کپڑے پہنے ہوئے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوتا تھا اس کے سر پر خوبصورت پگڑی جس میں ایک زمرد لگا ہوا تھا اور وہ عوام سے ان کے مسائل کے متعلق عرضیاں لیتا جاتا تھا اور اس کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ بہت ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہے اسے عوامی خدمت کے کاموں میں بہت دلچسپی تھی۔

علامہ شبلی نعمانی کا کہنا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر دن میں دو تین بار عوام کے لیے دربار منعقد کرتا تھا اور اس کے دربار میں کسی کو بھی آنے جانے سے نہیں روکا جاتا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس سبق میں بہت سے واقعات کا ذکر کیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر عدل و انصاف کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھا۔

خوش طبعی

JOIN FOR MORE!!!

مضمون نگار: مولانا محمد حسین آزاد

پیدائش: ۱۸۳۰ - وفات: ۱۹۱۰

مضمون کا نام ---------- خوش طبعی

مضمون نگار کا نام ---------- مولانا محمد حسین آزاد

ماخوذ ---------- نیرنگ خیال

مضمون نگار کا مقام و مرتبہ ---------- اُردو کے بے مثل تمثیل نگار

تعارف مضمون نگار:

اُردو کو کسی دلہن ہی کی طرح سجانے اور خوبصورت الفاظ سے آراستہ کرنے والے مولانا محمد حسین آزاد عناصرِ خمسہ میں سب سے منفرد ہیں۔ دنیائے اُردو ادب میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ انھوں نے لکھنے کا ایک عجیب دلنشیں انداز اختیار کیا اور اُردو کے سب سے بڑے انشاپرداز کہلائے۔

آزاد نے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا۔ ان کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ وہ عام بات کو بھی خاص انداز میں کہنے کا ہُنر جانتے تھے۔ وہ اوّل و آخر ایک انشاپرداز تھے۔

مہدی افادی کے بقول:-

"آقائے اُردو یعنی پروفیسر آزاد صرف انشاپرداز ہیں جن کو کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں۔"

تعارف سبق:

مولانا محمد حسین آزاد اُردو کے بے مثل تمثیل نگار ہیں۔ "نیرنگ خیال" ان کے تمثیلی مضامین کا مجموعہ ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "نیرنگ خیال" میں انگریزی مضامین کا اُردو ترجمہ اپنے خاص اسلوب میں کیا ہے۔ اس مضمون خوش طبعی میں انھوں نے تمثیلی انداز میں خوش طبعی اور بہروپے کے درمیان فرق کی وضاحت کی ہے۔ اس تمثیل میں کرداروں کو مجسم بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

یہ مضمون بھی آزاد کی تمثیل نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ آزاد نے اس مضمون میں استعارے اور کنائے کے ذریعے خوش طبع کو ایک کردار کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ دیگر انسانی کیفیات اور مزاج کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔

اقتباس نمبرا۔ "چوں کہ خوش طبع سارے خاندان کا لبِ لباب تھا اور بالکل مختلف طبیعت کے والدین سے پیدا ہوا تھا، اس لیے اس کی طبیعت بو قلموں اور گونا گوں تھی۔"

تشریح:

زیر نظر اقتباس میں اُردو کے بے مثل تمثیل نگار مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے قلم کے خوب رنگ میں بکھیرتے ہوئے "سچ" کو ایک تمثیلی کردار کی شکل میں پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کے خاندان سے "خوش طبع" نے جنم لیا اور "خوش طبعی" کی ماں "خندہ جبیں" تھی جو خوش اخلاقی میں بے مثال تھی اور اس کے باپ کا نام "حسن بیان" تھا جو اپنی سنجیدگی اور متانت کے سبب پورے خاندان میں مشہور تھا والدین کی انھی خصوصیات کے سبب "خوش طبعی" کے مزاج میں بے شمار رنگ برنگی خوبیاں تھیں۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس نمبر ۲۔ "ایسا کمبخت ہے کہ جو ہاتھ اسے رزق دیتا ہے اسی کو کاٹ کر کھاتا ہے اور دوست دشمن دونوں کی برابر خاک اڑاتا ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ انسانیت سے خارج ہے اس لیے خوش طبعی کیے جاتا ہے۔"

تشریح:

زیر نظر اقتباس میں اُردو کے بے مثل تمثیل نگار مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے قلم کے خوب رنگ میں بکھیرتے ہوئے "بہروپیے خوش طبع" کے تمثیلی کردار کی شکل میں پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ جو کوئی بھی اس کی مدد کرتا یہ اس سے نقصان پہنچاتا اور جو بھی اس سے مخلص ہوتا، یہ اسے ضرور دغا دیتا۔ ذرا بھی اس میں عقل نہیں تھی کہ وہ اس کے اس کا استعمال کر لے۔ وہ ہمیشہ اپنے خیر خواہوں کو کسی نہ کسی طرح ضرور نقصان پہنچاتا۔ دوست اور دشمن کی اسے ہر گز تمیز نہ تھی۔ وہ انسان کہلانے کے قابل بھی نہیں تھا اور اسے ایک فریبی انسان کہنا زیادہ بہتر ہے۔

منقبت : منقبت ایسی نظم ہے جس میں اہل بیت، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی تعریف و توصیف والہانہ ذوق و شوق اور عقیدت و محبت کے ساتھ کی جاتی ہے۔

گیت : ایسی صنفِ شعر ہے جس میں ایک عورت، مرد کو مخاطب کر کے اظہار محبت کرتی ہے۔ گیت میں جذبات اور احساسات خصوصاً ہجر اور فراق کی کیفیت بڑے والہانہ انداز سے لکھی جاتی ہے۔ بعض گیتوں میں محبت کا اظہار مرد کی طرف سے بھی ہوتا ہے۔ مگر گیت کا بنیادی مزاج یہی ہے کہ وہ محبت میں مبتلا ایک عورت کے دل کی پکار ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

قحط الرّجال

مضمون نگار: مختار مسعود

پیدائش ۱۹۲۶ - وفات: ۲۰۱۷

مضمون کا نام ------------------------ قحط الرجال

مضمون نگار کا نام ---------------------- مختار مسعود

ماخوذ ---------------------- آوازِ دوست

مضمون نگار کا مقام و مرتبہ -------- اُردو کے بہترین مضمون نگار

تعارف مضمون نگار:

مختار مسعود نے علی گڑھ ہی میں بنیادی تعلیم حاصل کی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ مختار مسعود اپنے اہل خانہ کے ہمراہ پاکستان آئے اور پاکستان میں ہونے والے مقابلے کے امتحانات منعقدہ 1949ء میں شریک ہو کر کامیاب قرار پائے۔ مختار مسعود کئی اداروں کے سربراہ اور وفاقی سیکریٹری بھی رہے۔

جس زمانے میں لاہور میں مینارِ پاکستان زیرِ تعمیر تھا، اُس وقت اس کو "یادگارِ پاکستان" کہا جاتا تھا، اُسی دوران مختار مسعود لاہور کے کمشنر بن گئے اور انہوں نے اس کا نام "مینارِ پاکستان" کروا دیا، کیونکہ "یادگار" تو مرنے والوں کی ہوتی ہے اور پاکستان ایک زندہ حقیقت ہے، جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔

آوازِ دوست مختار مسعود کی یادداشتوں کا حسین مرقّع ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی یادوں کو دو عنوانات کے تحت سمیٹا ہے۔ مینارِ پاکستان اور قحط الرجال۔ یہ دو مضمون کتاب کے 245 صفحات کی ضخامت پر محیط ہیں۔

تصانیف:

- سفر نصیب
- لوحِ ایام
- حرفِ شوق
- آوازِ دوست ۔۔ شامل ہیں

اشفاق احمد کہتے ہیں کہ

"مختار مسعود کے دلکش اسلوب کا یہ اعجاز ہے کہ ان کی طوالت پڑھنے والے پر گراں نہیں گزرتی۔ بلکہ اس کی دلچسپی آخر تک یکساں برقرار رہتی ہے"۔

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024
PRACTICAL CENTRE

تعارف سبق:

مضمون "قحط الرجال" میں مختار مسعود نے اپنی یادداشتوں کو بڑی خوبصورتی سے قلم بند کرتے ہوئے اپنے بچپن کے زمانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے والد صاحب کی بدولت وہ بچپن سے ہی علم و ادب کی طرف راغب ہو گئے اور بڑے بڑے لوگوں کے بارے میں پڑھنا اور ان کے آٹوگراف جمع کرنے کا مشورہ ان کے والد صاحب نے انہیں دیا تو انہوں نے تلاش اور جستجو کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا سب سے پہلے انہوں نے بچوں کی کہانیاں پڑھنا شروع کی اور جس کی بدولت ان میں بہادری اور ہمت اور جوش و جذبہ بڑھتا چلا گیا اور یوں انھوں نے بڑے لوگوں کے آٹوگراف جمع کرنے شروع کر دیے اور بچپن میں خریدی گئی آٹوگراف البم میں جب انہوں نے اپنے اس شوق کی تکمیل کا آغاز کیا تو انہیں دور دور تک آٹوگراف لینے کے لیے کوئی بڑا آدمی نظر نہیں آیا اس طرح چند اوراق تو آٹوگراف کے دست خط سے بھر گئے لیکن بیشتر خالی رہے اور یوں عمر کا کارواں آگے بڑھتا رہا انہوں نے اپنے اطراف میں جب نظر دوڑائی تو کوئی بھی انہیں بڑا آدمی نظر نہ آیا ہر طرف ایسا لگا کہ جیسے کہ قحط الرجال پڑ گیا ہے اور پھر وہ عمر کی بہاریں گزرتی رہیں تو انہیں یوں لگا کہ زمانہ بڑے لوگوں سے خالی ہے ہر طرف قحط الرجال ہے۔

مختار مسعود کا یہ مضمون ان کی یادداشتوں اور واقعات پر مبنی ہے جس کا مختصر اجائزہ یہ ہے کہ ان کی عمر کے صفحات تو آگے بڑھتے گئے لیکن البم کے صفحات ایسے ہی خالی رہے کیوں کہ معاشرہ قحط الرجال کا شکار ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس نمبر ۱۔ قحط میں موت ارزاں ہوتی ہے اور قحط الرّجال میں زندگی۔ مرگِ انبوہ کا جشن ہو تو قحط، حیات بے مصرف کا ماتم ہو تو قحط الرّجال۔ ایک عالم موت کی ناحق زحمت کا، دوسرا زندگی کی ناحق تہمت کا۔ ایک سماں حشر کا، دوسرا محض حشرات الارض۔ زندگی کے تعاقب میں رہنے والے قحط سے زیادہ قحط الرّجال کا غم کھاتے ہیں

تشریح:

زیر نظر اقتباس میں مضمون نگار مختار مسعود نے کہا ہے کہ قحط کے آجانے سے کسی بھی معاشرے میں موت کا شکنجہ انسانوں کو اپنے جال میں گھیر لیتا ہے لیکن جب معاشرے میں باصلاحیت لوگوں کی کمی ہو جائے تو معاشرہ قحط الرجال کا شکار ہو جاتا ہے۔

مختار مسعود کا کہنا ہے کہ اچھے لوگوں کی کمی واقع ہو جائے تو وہاں موت پر نہیں بلکہ زندگی پر ماتم کیا جانا چاہیے کیونکہ اچھے انسانوں کے بغیر زندگی موت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔

یہاں مرگ انبوہ کا جشن ایک ایسی کیفیت ہے جہاں انسان دوسرے لوگوں کے دکھ درد دیکھ کر اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ یعنی دوسروں کو پریشان دیکھ کر ایک طرح کی خوشی میسر آنے لگے تو سمجھیں معاشرے میں زندگی یا انسانیت بالکل دم توڑ چکی ہے۔

جبکہ معاشرے میں اگر بے کار زندگی پر ماتم کرنے والے لوگ موجود ہوں تو سمجھ جانا چاہیے کہ لوگوں میں انسانیت باقی ہے۔

ملال یہ نہیں دیوار و در نہیں گھر میں
عذاب یہ ہے کوئی معتبر نہیں گھر میں

قحط میں جہاں ہر طرف حشر کا ماحول ہوتا ہے وہیں اچھے لوگوں کی کمی میں انسان کیڑے مکوڑوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ گویا کہ موت اس ذلت آمیز زندگی سے کہیں بہتر ہو جاتی ہے۔

اقتباس نمبر ۲۔ "جاؤ نگہ انتخاب کو کام میں لاؤ، بڑے آدمی زندگی میں کم اور کتابوں میں زیادہ ملیں گے۔ ان سے تعارف کے لیے کارلائل سے مدد مانگو، ان سے ملاقات کے لیے پلوٹارک کے پاس جاؤ۔ ان کو سمجھنے کے لیے سعدی سے لے کر سموئیل سمائل تک سب کے دروازے پر دستک دو۔"

تشریح:

زیر نظر اقتباس میں مختار مسعود نے اپنے بچپن کا واقعہ تحریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب میرے والد صاحب نے مجھے اپنے ایک عالم دوست جو چین سے والد صاحب سے گھر پر ملنے آئے تھے مجھے ان سے آٹوگراف لینے کا مشورہ دیا اور جس کے نتیجے میں مجھے آٹوگراف خریدنا پڑی اور مجھے یہ شوق بہت شدت سے ہو گیا کہ میں بڑے لوگوں کے آٹوگراف جمع کروں۔

لیکن پھر اس میں ناکامی پر میں نے والد صاحب سے کہا تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ جاؤ اپنی نظروں سے بڑے لوگوں کو ڈھونڈو لیکن زندگی میں لوگ کم ملیں گے بلکہ کتابوں میں زیادہ ملیں گے اور یوں میرے والد صاحب نے مجھے بڑے بڑے دانشوروں کے نام لے کر مشورہ دیا کہ میں ان کے حالات زندگی اور ان کے علم و فن کے متعلق کتابیں پڑھوں اس سے میری علمیت میں اضافہ ہوگا اس سلسلے میں انہوں نے مجھے کارلائل اور پلوٹارک اور شیخ سعدی اور سمیل سمائل کے بارے میں جاننے کا مشورہ دیا۔

JOIN FOR MORE!!!

۱۔ برطانوی مضمون نگار: تھامس کارلائل Thomas Carlyle 1795..1881

۲۔ پلوٹارک: یونانی فلسفی: افلاطونی فلسفہ: سوانح نگار: ۴۶ سال بعد مسیح سے ۱۱۹ تک Plutarch

۳۔ مصلح الدین شیخ سعدی آج سے تقریباً 800 برس پہلے ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک بہت بڑے معلم مانے جاتے ہیں۔ آپ کی دو کتابیں گلستان اور بوستان بہت مشہور ہیں۔ پہلی کتاب گلستان نثر میں ہے جبکہ دوسری کتاب بوستان نظم میں ہے۔ آپ نے سو برس کی عمر میں شیراز، ایران میں انتقال فرمایا۔

۴۔ سموئل سمائل Samuel Samuel برطانوی کاروباری شخصیت، ممبر آف پارلیمنٹ ۱۸۵۵۔۔ ۱۹۳۴

ثُلاثی: ثُلاثی تین مصرعوں پر مشتمل شعری ہیئت ہے جو ایک مکمل نظم کی حیثیت رکھتی ہے۔

داستان: داستان طویل غیر اصلی قصے کو کہتے ہیں جو تفریح طبع کے لیے تخلیق کیا گیا ہو۔ دلچسپی، اثر انگیزی، حیرت و استعجاب داستان کے لازمی عناصر ہیں۔ داستان میں تخیل کی کار فرمائی، رومان کے رنگ اور مافوق الفطرت عناصر حیرت و استعجاب اور دلچسپی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ داستان انسان کی عجیب و غریب آرزوؤں اور تمناؤں کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی ثقافتی دستاویز بھی ہے۔

کالم: کالم کے لغوی معنی قطار، کھمبا، ستون، مینار اور صفحے کا حصہ ہیں۔ اصطلاحی معنی میں کالم کسی مستقل عنوان کے تحت اخبار یا رسالے میں باقاعدہ تحریر کو کہتے ہیں جس کا انداز شگفتہ اور غیر رسمی ہوتا ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

مشاعرہ

مضمون نگار: ڈاکٹر فرمان فتح پوری

پیدائش ۱۹۲۶ - وفات: ۲۰۱۳

مضمون کا نام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مشاعرہ

مضمون نگار کا نام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری

ماخوذ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اُردو زبان و ادب کی افادیت

مضمون نگار کا مقام و مرتبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نقاد، محقق، اور مضمون نگار

تعارف مضمون نگار:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا حقیقی نام سید دلدار علی تھا۔1950ء میں فرمان فتح پوری ہجرت کر کے کراچی پاکستان آگئے۔انہوں نے کراچی یونیورسٹی سے ایم اے، ایل ایل بی اور بی ٹی کیا اور پھر 1965ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔فرمان فتح پوری کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو سے وابستہ رہے اور صدر شعبۂ اُردو ریٹائر ہوئے۔

تصانیف:

فرمان فتح پوری 60 سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔چند معروف تصانیف اس یہ ہیں:

JOIN FOR MORE!!!

- اُردو رباعی
- تدریس اُردو
- اُردو کی مضمون داستان
- تحقیق و تنقید
- نیا اور پرانا ادب
- قمر زمانی بیگم
- زبان اور اُردو زبان
- اُردو کی نعتیہ شاعری
- اقبال سب کے لیے
- اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری
- غالب شاعر امروز و فردا
- ہندی اُردو تنازع
- نیاز فتح پوری دیدہ شنیدہ
- عورت اور فنون لطیفہ

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

تعارف سبق:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنے مضمون "مشاعرہ" میں لکھا ہے کہ شعر و ادب کس کسی بھی معاشرے میں تہذیب و تمدن اور انسان دوستی کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان نے اس مضمون میں مشاعرے، شعری نشست، ادبی محفل، تنقیدی نشستیں اور طرحی مشاعروں کی اقسام کی تاریخ بیان کرتے ہوئے، ان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے مشاعرے کی تاریخ پر بھی بڑی خاصی حد تک روشنی ڈالی ہے انہوں نے ماضی میں ہونے والی مختلف ادبی نشستوں جن میں بڑے بڑے شعراء باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے کا بھی احوال درج کیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا کہنا ہے کہ ان نشستوں نے تہذیب و تمدن اور اخلاقیات کے فروغ میں بھی بڑا کردار ادا کیا ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ مشاعرہ ایک ثقافتی ادارہ رہا ہے اور دنیا بھر میں جہاں جہاں عاشقانِ اُردو ہیں مشاعرے کی محفلیں آج بھی باقاعدگی سے ہو رہی ہیں۔

اس مضمون میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری مشاعرے کی تعریف، تاریخ، اس کی اقسام اور انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اس کے اثرات کا جائزہ بھی لیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس نمبر ا۔

"مذاقِ سلیم کتابوں کے مطالعے سے نہیں بلکہ شعر و ادب کے ماحول میں ایک مدت تک زندگی بسر کرنے اور ذہنی تربیت پانے سے میسر آتا ہے۔ چنانچہ شاعر ہونے کی کی اولین شرط یا ضمانت علمی قابلیت نہیں، خوش مذاقی اور ذوقِ شعری کی پختگی و شائستگی ہے۔"

تشریح:

یہ اقتباس ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب اُردو زبان و ادب کی افادیت '' کے مضمون "مشاعرہ" سے ماخوذ ہے ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس مضمون کی ان سطور میں لکھتے ہیں کہ شعری ذوق کتابوں کے مطالعے سے نہیں آتا یہ اردو شعر و ادب کی محفلوں شریک ہونے سے آجاتا ہے۔ لہذا کسی بھی شاعر کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کسی بڑی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو یا اس نے بہت سی کتابیں پڑھی ہوں۔ وعلمی طور پر کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو مگر شعری ذوق نہ ہو گا تو بھی بڑا شاعر نہ بن پائے گا۔

اقتباس نمبر ۲۔

"مشاعرے کا ثقافتی ادارہ محض تفریح طبع کا مشغلہ نہیں، بلکہ شعر و سخن کی تحسین و تفہیم اور نئے کہنے والوں کی تربیت و حوصلہ مندی کا ایک موثر وسیلہ بھی رہا ہے۔ مشاعروں کی نجی محفلیں آج بھی کسی نہ کسی انداز سے اس کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔"

تشریح:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس اقتباس میں مشاعروں کو ثقافتی ادارہ قرار دیتے ہوئے اس کے مقاصد اور فوائد کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ مشاعروں کا مقصد سامعین کے صرف دل کو بہلانا یا انھیں تفریح فراہم کرنا نہیں بلکہ مشاعروں کا مقصد شاعر اور اس کی تخلیقات کی حوصلہ افزائی ہے شعری تفہیم کے ذریعے سامعین کے شعور اور شعری ذوق کی بیداری ہوتی ہے تو نئے کہنے والے شعرا کی تربیت اور حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

چار مالِ دار

داستان نویس: سید حیدر بخش حیدری

پیدائش: ۱۷۶۸ - وفات: ۱۸۲۳

سبق کا نام ---------------------- چار مال دار

داستان نویس کا نام ---------------- سید حیدر بخش حیدری

ماخوذ ---------------------------- توتا کہانی

داستان نویس کا مقام و مرتبہ۔ فورٹ ولیم کالج کے عظیم داستان نویس

تعارف مضمون نگار:

JOIN FOR MORE!!!

سید حیدر بخش حیدری دہلی میں پیدا ہوئے۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفین میں سے میر امن کے بعد جس مصنف کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ وہ سید حیدر بخش حیدری ہیں۔ دہلی کی بربادی کے زمانے میں حیدری کے والد دہلی سے بنارس چلے گئے۔

فورٹ ولیم کالج کے لیے ہندوستانی منشیوں کا سن کر حیدری ملازمت کے لیے کلکتہ گئے۔ ڈاکٹر گلکرسٹ تک رسائی کے لیے ایک "قصہ مہر و ماہ" بھی ساتھ لکھ کر ساتھ لے گئے۔ گلکرسٹ نے کہانی کو پسند کیا اور اُن کو کالج میں بطور منشی مقرر کیا۔

وہ بارہ برس تک کالج سے منسلک رہے۔ 1823ء میں بنارس میں انتقال کر گئے۔ فورٹ ولیم کالج کے تمام مصنفین میں سے سب سے زیادہ کتابیں لکھنے والے سید حیدر بخش حیدری ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد دس کے قریب ہے جن میں:

- قصہ مہر و ماہ
- قصہ لیلیٰ مجنوں
- ہفت پیکر
- تاریخ نادری
- گلزار دانش
- گلدستہ حیدری
- گلشن ہند
- طوطا کہانی
- آرائش محفل
- گل مغفرت

تعارف سبق:

سید حیدر بخش حیدری کی شہرت کا سبب اُن کی دو کتابیں "توتا کہانی" اور "آرائش محفل" ہیں۔ یہ دونوں کتابیں داستان کی کتابیں ہیں جو فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے پرنسپل جان گلکرسٹ کی فرمائش پر لکھی گئیں۔ "توتا کہانی" جس طرح کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب مختلف کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے جس کی سب کہانیاں ایک طوطے کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب میں 35 کہانیاں ہیں۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت خجستہ اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے محبوب سے ملنے جانا چاہتی ہے۔ طوطا ہر روز اس کو ایک کہانی سنانا شروع کر دیتا ہے اور ہر روز باتوں باتوں میں صبح کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس دوران اس کا شوہر آجاتا ہے۔ جہاں تک کتاب کے اسلوب کا تعلق ہے تو سادگی کے ساتھ ساتھ حیدری نے عبارت کو رنگین بنانے کے لیے قافیہ پیمائی سے بھی کام لیا ہے۔ اس کے علاوہ موقع اور محل کے مطابق اشعار کا بھی استعمال کیا ہے۔ "توتا کہانی" کی داستانوں میں جابجا مسلمانوں کی معاشرت اور ان کے رہنے سہنے کی بھی جھلک پیش کی ہے۔

جبکہ داستان کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس میں وہ تمام لوازمات شامل ہیں جو کسی داستان کا حصہ ہونا چاہیں اس لیے کتاب میں مافوق الفطرت عناصر کی فراوانی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس نمبر ا۔ جب سورج چھپا اور چاند نکلا، خجستہ باسینۂ پر سوز، چشم گریاں، روتی، آہیں بھرتی ہوئی توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی "اے سبز پوش توتے! میں غم سے موئی جاتی ہوں اور تو ہر ایک شب میری نصیحت اور گفتگو سے کھو دیتا ہے:

تشریح:

سبق "چار مال دار" جو "توتا کہانی" داستان سولویں کہانی کا ابتدائیہ ہے جس میں داستان گو حیدر بخش حیدری لکھتے ہیں کہ جب شام ہو گئی اور سورج دن بھر اپنی روشنی بکھیر کر رات کے پہلو میں جا سویا تو چاند نے اپنے جلوے دکھانے شروع کیے۔

زیر نظر اس پیرا گراف میں خجستہ جو اس کا مرکزی کردار ہے اور وہ جذبہ محبت سے سرشار ہے اس کے سینے میں محبت کا درد اور اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں وہ روتی ہوئی آہیں بھرتی ہوئی جب توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے میرے پیارے سبز پوش توتے میں محبت کے غم میں مری جارہی ہوں اور تو ہے کہ ہر رات مجھے روک کر ایک کہانی سنانا شروع کر دیتا ہے تیرے اس عمل سے میں کہانی میں ایسی کھو جاتی ہوں کہ پوری رات ہی گزر جاتی ہے تیرا یہ انداز میرے لیے بڑا تکلیف دہ ہے۔ خجستہ کہتی ہے کہ تو مجھے کہانی کے قصوں میں ایسے الجھاتا ہے کہ پوری رات گزر جاتی ہے۔

داستان کے ابتدائی منظر میں حیدر بخش حیدری نے کہانی شروع کرتے ہوئے بہت خوبصورت مکالموں سے اس کا آغاز کرتے ہوئے کہا ہے کہ کہ پڑھنے اور سننے والا اس کے سحر میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ پوری کہانی ایک سانس میں پڑتا ہی چلا جاتا ہے۔

خجستہ کے ان خوبصورت مکالموں کو سن کر طوطا پھر ایک نئی چال چلتے ہوئے کہانی سنانا شروع کر تا ہے کہ رات قصہ سنتے ہوئے گزر جاتی ہے اور توتا اپنی چالا کی میں کامیاب ہو جاتا ہے اور خجستہ اپنے محبوب سے ملنے نہیں جا پاتی ہے۔

نتیجہ فکر:

یہ کہانی ہمیں سبق دیتی ہے کہ ہمیں دوستوں کی بات ماننا چاہیے اور اس میں سارا قصور اس چوتھے دوست کا تھا جو لالچ اختیار کر کے آگے بڑھتا چلا گیا اور بالآخر اسے کچھ بھی نہ ملا۔ جو دوستوں کی بات نہیں مانتا وہ ہمیشہ پچھتاتا ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

اقتباس نمبر ۲۔ تب اپنی قسمت کو رویا اور کہنے لگا کہ زیادہ قسمت سے کوئی نہیں پاتا۔ وہ پھر حکیم کے گھر گیا، اسے بھی وہاں بھی نہ پایا۔ تب وہ بے چارہ نہایت پشیمان ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا:

کس سے کہیے کہ کیا کیا ہم نے
جو کیا سو برا کیا ہم نے

تشریح:

زیر نظر پیراگراف طوطا کہانی کی سولویں کہانی "چار مال دار" سے لیا گیا ہے جس میں چار مال دار دوستوں کی کہانی ہے جو قسمت کی خرابی کے سبب غریب ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ایک حکیم کے پاس جا کر اپنا اپنا قصہ سناتے ہیں حکیم ان دوستوں کو ایک ایک مہرہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ان مہروں کو اپنے سر پر رکھ کر اپنے راستے پہ نکل جاؤ جس کا مہرا جہاں گرے وہ اس زمین کو کھودے اس میں سے جو بھی نکلے اس کا۔ چاروں دوست نکل جاتے ہیں اور کچھ دور جا کر ایک کا مہرہ گرتا ہے تو اس سے تانبہ ملتا ہے وہ اپنے دوستوں کو کہتا ہے کہ تانبہ بہت بڑی دولت ہے ہم آپس میں حصہ داری کر لیں گے یہیں رک جاؤ لیکن تینوں کہتے ہیں کہ نہیں ہم آگے جائیں گے ہو سکتا ہے ہمیں اس سے زیادہ دولت مل جائے وہ ایک کو چھوڑ کر تینوں آگے جاتے ہیں پھر دوسرے کا مہرہ گرتا ہے وہ زمین کھولتا ہے تو اسے روپیہ ملتا ہے وہ باقی دو دوستوں سے کہتا ہے کہ تم میرے ساتھ یہیں رک جاؤ بہت رقم ہے ہم اپس میں حصہ کر لیں گے وہ دونوں دوستوں کی بات نہیں مانتے جب تیسرے دوست کا مہرہ گرتا ہے زمین کھودنے کے بعد اسے سونا ملتا ہے وہ اپنے چوتھے دوست کو کہتا ہے کہ تم آگے مت جاؤ میرے ساتھ یہیں رک جاؤ یہ بہت دولت ہے ہم آپس میں حصہ داری کر لیں گے لیکن وہ اپنے دوست کا کہنا نہیں مانتا اور وہ کہتا ہے کہ میں آگے جاؤں گا مجھے اس سے بھی زیادہ دولت ملے گی چوتھا دوست جب آگے جا کر مہرہ گرنے پر زمین کھودنے کے بعد اسے لوہا ملتا ہے تو بہت پچھتاتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے دوستوں کی بات نہیں مانی بہت برا کیا کاش میں دوستوں کی بات مانتا پھر وہ واپسی میں ان بقیہ تینوں دوستوں کے پاس جاتا ہے تو کوئی بھی نہیں ملتا وہ پھر حکیم کے پاس جاتا ہے تو وہ بھی وہاں نہیں ملتا اور یوں پھر وہ پچھتاتا ہوا رہ جاتا ہے۔

نتیجہ فکر:

دوست زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں ان کی بات ماننی چاہیے ورنہ پچھتانا پڑتا ہے۔

خاکہ

حسرت موہانیؔ

غزل کا مسیحا، رئیس المتغزّلین

مضمون کا نام.......... ....حسرت موہانی

مضمون نگار کا نام..................بابائے اُردو مولوی عبدالحق

ماخذ..............................خاکوں کا مجموعہ "چند ہم عصر"

تعارفِ خاکہ نگار:

مولوی عبدالحقؔ نے ساری عمر اُردو ادب کی خدمت کی اور مسلسل محنت اور لگن کے سلسلے میں "بابائے اُردو" کہلائے۔ ان کے اہم کارناموں کی تفصیل اُن کی زندگی پر محیط ہے۔

خاکہ نگاری، مقدمہ نگاری، خطبہ نگاری، مضمون نگاری اور تحقیق کے شعبے میں کوئی آپ کا مدِ مقابل نہیں۔ آپ ایک بلند پایہ محقّق، نقّاد اور ماہر لسانیات تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں کہ:

"درحقیقت عبدالحق اور ترقی اُردو کی جدوجہد ایک ہی چیز کے دو نام اور ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔"

تصانیف:-

قلی قطب شاہ.................... تحقیق

قواعدِ اُردو .... لسانیات

سرسید احمد خان حالات وافکار.................... تحقیق و تاریخ

نصرتی .... تحقیق

اُردو انگریزی ڈکشنری.................... لسانیات

مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر.................... تحقیق

اُردو کی نشو نما میں صوفیائے کرام کا کردار...... تحقیق

خطباتِ عبدالحق.................... مضامین

مقدماتِ عبدالحق.................... مضامین

تنقیداتِ عبدالحق........ مضامین ....وغیرہ وغیرہ۔

تعارف سبق:

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے چند ہم عصر کے نام سے اپنے خاکوں کا مجموعہ شائع کیا ہے اس کتاب میں 24 خاکے شامل ہیں۔ ان میں سے ایک خاکہ میں مولانا حسرت موہانی کی عظیم المرتبت شخصیت کے پہلوؤں کو اُجاگر کرتے ہوئے انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

بابائے اُردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ مولانا حسرت موہانی اُردو شاعری کی دنیا میں غزل کو نئی زندگی دینے والے اور خالص تغزل کے اعلیٰ درجے کے شاعر ہیں۔ انہیں دنیائے ادب میں غزل کا مسیحا اور رئیس المتغزلین جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

بابائے اُردو کا کہنا ہے کہ حسرت موہانی بہترین شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی کے عظیم رہنما ہیں۔ وہ نڈر، بہادر، جرات مند اور عظیم شخصیت کے حامل تھے۔ برصغیر پاک وہند میں انہوں نے ہمیشہ سچ کے پرچم کو بلند کیے رکھا اور اس کی پاداش میں جیل کی مشقت بھی جھیلی۔ برصغیر کے کئی رہنما حسرت موہانی کی راست گوئی سے گھبراتے تھے۔

اقتباس نمبرا۔ سالہاسال تک "اُردوِ معلّیٰ" ان کی ادارت میں نکلتا رہا۔ اس رسالے نے ادبی ذوق کے پھیلانے میں بڑا کام کیا۔ اس میں اچھے تنقیدی اور ادبی مضامین نکلتے رہے۔ اس کے علاوہ ان میں ایک بات یہ بڑی اچھی تھی کہ بعض ایسے اچھے شعراء کے کلام کا انتخاب بھی چھپتا رہتا تھا جن کا کلام کبھی طبع نہیں ہوا تھا یا کبھی طبع ہوا تھا تو اب نایاب تھا۔

تشریح:

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے حسرت موہانی کے اس خاکے میں لکھا ہے کہ وہ ہمیشہ لکھنے پڑھنے والوں کے ہمدرد رہے وہ اُردو رسالہ "اُردوئے معلّیٰ" بھی نکالتے تھے جس میں انہوں نے شعرا اور ادباء کی تحریروں کو بہت بہترین طریقے سے شائع بھی کیا اور ہمیشہ لکھنے پڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ زیرِ نظر خاکے میں بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے مولانا حسرت موہانی کو خوبصورت اور اعلیٰ ترین الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے خاکہ حسرت موہانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا حسرت موہانی اپنے رسالے میں ان لکھنے والوں کی تحریروں کو جنہیں کوئی رسالہ اہمیت نہیں دیتا تھا بڑی لگن سے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے شائع کیا کرتے تھے اور اس طرح انہوں نے اُردو ادب کی بہت خدمت کی وہ بہت بڑے شاعر، بہت بڑے عظیم المرتبت سیاسی رہنما اور ادب پرور انسان تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس نمبر ۲۔ اوّل سے آخر تک سیاست میں شور بور ہونے کے، ادب کے دامن کو نہ چھوڑا، اور جس طرح انہوں نے سیاست میں ہنگامہ برپا کر کے آزادی، حق گوئی اور جرأت کی بے نظیر مثال پیش کی، اسی طرح انہوں نے اپنے افکار و خیالات سے شعر کا درجہ بلند کر دیا۔

تشریح:

بابائے اُردو مولوی عبدالحق اپنے خاکے "حسرت موہانی" میں مولانا حسرت موہانی کی ادبی علمی سیاسی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مولانا نے سیاست میں بھرپور انداز میں حصہ لینے کے باوجود دامنِ ادب کو نہیں چھوڑا انہوں نے سیاست میں زبردست حق گوئی اور جرآت کی مثالیں قائم کی کہ تحریک آزادی کے بہت سے رہنما ان کی سچ گوئی سے گھبراتے بھی تھے لیکن انہوں نے کہیں پر بھی سچ بولنے سے گریز نہیں کیا۔

اُردو شاعری کی دنیا میں مولانا حسرت موہانی کو خالص غزل کے اشعار کہنے میں مہارت حاصل تھی انہوں نے غزل کی کھوئی ہوئی آبرو کو بحال کیا اور حسن و عشق میں ڈوب ڈوبے ہوئے بہترین اشعار اور غزلوں کا سرمایہ اُردو ادب کو دیا جسے کبھی بھلایا نہیں جاسکے گا وہ اُردو کے بہترین شاعر اور غزل کا مسیحا اور رئیس المتغزلین کہلائے گئے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

PRACTICAL CENTRE ■ SESSION 2023-2024 ■ PRACTICAL CENTRE ■ SESSION 2023-2024 ■ PRACTICAL CENTRE ■ SESSION 2023-2024 ■ PRACTICAL CENTRE

خاکہ

سر اقبال مرحوم

رشید احمد صدیقی

اُردو خاکہ نگاری کا سنگِ میل

مضمون کا نام............. سر اقبال مرحوم

مضمون نگار کا نام......... رشید احمد صدیقی

ماخذ............... "گنج ہائے گراں مایہ"

(خاکوں کا مجموعہ)

تعارفِ خاکہ نگار:

رشید احمد صدیقی اُردو کے معروف خاکہ نگار اور طنز نگار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان کے خاکوں کا مجموعہ "گنج ہائے گراں مایہ" شخصیت نگاری کا نادر نمونہ ہے انہوں نے جیتے جاگتے اور چلتے پھرتے مرقعے لکھ کر اُردو کے دامن کو نئی زندگی بخشی ہے۔ ان کی تحریروں میں اعلیٰ درجے کے ادب کی چاشنی ملتی ہے وہ شرافت کو انسانیت کا جوہر سمجھتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

تصانیف:۔

گنج ہائے گراں مایہ.......... خاکوں کا مجموعہ

ہم نفسانِ رفتہ.......... خاکوں کا مجموعہ

مضامین رشید.......... مضامین کا مجموعہ

طنزیات و مضحکات.......... مضامین کا مجموعہ

شیرازۂ خیال.......... مضامین کا مجموعہ

نقش ہائے رنگ رنگ.......... مضامین کا مجموعہ...... وغیرہ وغیرہ۔

بابائے اُردو مولوی عبدالحق کہتے ہیں کہ:

"ان کا آرٹ بلیغ فقروں اور دلچسپ اشاروں، شوخ رنگوں اور گہری باتوں کا فن ہے، بات سے بات نکالنا اور ہر بات میں نئی بات پیدا کرنا اُن کا فن ہے قول محال کا فن کوئی آسان بات نہیں رشید احمد صدیقی کو ان میں بڑی مہارت حاصل ہے۔"

تعارفِ سبق:

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر علامہ اقبال کے انتقال پر ان کی یاد میں یہ خاکہ لکھا ہے جو ان کی خاکوں کے مجموعے گنج ہائے گراں مایہ میں شامل ہے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے علامہ اقبال سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی زندگی کے معمولات ان کا رہن سہن اور ان کا اپنے دوستوں اور شاگردوں سے جو رویہ تھا اسے بڑی باریک بینی سے لکھا ہے۔

اس خاکے میں رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال بڑی وضع دار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر اقبال بہترین لباس پہنتے تھے بڑے سلیقے سے زندگی گزارتے تھے ان کا لوگوں کے ساتھ رویہ بڑا مثالی اور شاندار تھا۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اس خاکے میں علامہ اقبال کی علمی ادبی اور شاعرانہ عظمت کو خوبصورت الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

اقتباس نمبر ا۔

گٹھا ہوا جسم، چوڑی چکلی ہڈیاں، مردانہ انداز، آنکھوں کی ساخت اور مونچھوں کی وضع کسی قدر تورانیوں جیسی، سوٹ بڑا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ مسکرانے میں آنکھوں کے گوشوں میں جھریاں پڑتی تھیں جن سے زکاوت وملاطفت کا اظہار ہوتا تھا۔ بڑی خوش دلی اور شفقت سے ہاتھ ملایا۔

تشریح۔

اس خاکے "سر اقبال مرحوم" میں رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال بڑی وضع دار شخصیت کے مالک تھے۔ڈاکٹر اقبال بہترین لباس پہنتے تھے بڑے سلیقے سے زندگی گزارتے تھے ان کالوگوں کے ساتھ رویہ بڑا مثالی اور شاندار تھا۔

ڈاکٹر علامہ اقبال کہ حلیے کی تصویر کشی کرتے ہوئے پروفیسر/رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ ان کا جسم مضبوط ساخت کا تھااور وہ چوڑے چکلے ہڈیوں والے مردانہ وجاہت کے حامل شخصیت کے مالک تھے ان کی آنکھوں کی خوبصورتی اور مونچھوں کی وضع ایرانیوں اور ترکمانستان کے لوگوں کی طرح لگتی تھی اور ان پر سوٹ بڑا اچھا جچتا تھا مسکراتے تو ان کی آنکھوں میں جھریاں سی پڑ جاتی ہیں جن سے ان کی ذہانت کا بھرپور اظہار ہوتا تھا وہ ملنے والوں سے ہاتھ ملانے میں بڑی شفقت کا مظاہرہ کرتے تھے اور خلوص ان کے رویے سے چھلکتا تھا وہ ملنساری میں اپنی مثال آپ تھے۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی اس خاکے میں علامہ اقبال کی علمی ادبی اور شاعرانہ عظمت کو خوبصورت الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اقتباس نمبر ۲۔

مرحوم کو صرف شاعر سمجھ لینا یا یہ کہ ان کے خیالات یا تصورات تمام کے تمام ان کے کلام میں مقید ہو چکے ہیں، بڑی غلطی ہے۔ مرحوم کی فکر و نظر کا بہت کم حصہ ان کے کلام میں منتقل ہوا ہے۔ وہ بہت کچھ جانتے تھے اور یہی نہیں، بلکہ اکثر ایسا بھی محسوس ہوا جیسے بعض بالکل ہی نئی باتیں دورانِ گفتگو میں ان پر کسی کوشش کے بغیر منکشف ہو گئیں۔

تشریح۔

اپنی تحریر کردہ خاکے "سر اقبال مرحوم میں پروفیسر رشید احمد صدیقی نے لکھا ہے کہ علامہ اقبال بیسویں صدی کے عظیم المرتبت شاعر تھے ان کا شمار اسلامی دنیا کے سب سے بڑے شاعروں میں ہوتا ہے۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی کا خیال ہے کہ ان کی ذہانت ان کے کلام میں دیکھنا بڑی غلطی ہے بلکہ مرحوم کی فکر و نظر کا بہت سا حصہ ان کی شاعری میں اور بہت سا حصہ ان کی گفتگو میں منکشف ہوتا تھا وہ علمیت سے بھرپور جس انداز میں اپنے خیالات و تصورات کو پیش کرتے تھے کہ سننے والا ان کی افکار و نظریات میں میں محو جاتا تھا۔ انہوں نے اُردو شاعری کو نئی جہتیں نئی تراکیب، نئی سوچ اور نئی فکر عطا کی جبکہ ان کے تصورات و خیالات ان کی گفتگو میں ایسے سمائے ہوئے ہیں جو تاریخ کا ایک انمٹ حصہ ہیں۔

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024
JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

چمنے کہ تا قیامت

مضمون نگار: ڈاکٹر اسلم فرخی

پیدائش 23 : اکتوبر 1923ء - وفات 15 : جون، 2016ء

مضمون کا نام ـــــــــــ چمنے کہ تا قیامت ـــ

مضمون نگار کا نام ـــــــــــ ڈاکٹر اسلم فرخی

ماخوذ ـــــــــــ گل دستۂ احباب

مضمون نگار کا مقام و مرتبہ ـــــــــــ نقاد، محقق، اور مضمون نگار

تعارف مضمون نگار:

ڈاکٹر اسلم فرخی نامور اُردو نقاد، محقق، شاعر، سابق پروفیسر و چیئرمین شعبۂ اُردو اور سابق رجسٹرار کراچی یونیورسٹی تھے۔ انھوں نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو صدیوں سے علم و ادب کا گہوارہ تھا۔

JOIN FOR MORE!!!

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ درس و تدریس سے منسلک ہو گئے۔ فرخی صاحب نے سندھ مسلم کالج کراچی، سینٹرل گورنمنٹ کالج کراچی اور کراچی یونیورسٹی میں طالب علموں کو اُردو پڑھائی۔ کراچی یونیورسٹی میں وہ ناظم شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتے رہے اس کے علاوہ کراچی یونیورسٹی میں رجسٹرار کے طور پر بھی کام کیا۔ انھوں نے پی ایچ ڈی اور ایم فل کے متعدد مقالوں کی نگرانی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ زبان و ادب کے استاد اور معلّم کی حیثیت سے ان کا بلند مرتبہ تھا اور استاذ الاساتذہ کی حیثیت کے حامل تھے۔

ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب کا شمار ملک کے ممتاز دانشوروں میں ہوتا تھا۔ وہ استاد، شاعر، صاحب طرز نثر نگار، محقق، نقاد، بچوں کے ادیب اور ممتاز براڈکاسٹر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

تصانیف:۔

- تذکرہ گلشن ہمیشہ بہار (تدوین)
- چاند بی بی سلطانہ زوجہ وزیر حسن
- قتیل و غالب) اسد علی انور
- اُردو کی پہلی کتاب (آزاد کی درسی کتابیں)
- نیرنگ خیال) محمد حسین آزاد (تدوین

PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☎: 34976530-34812547-34984762

- ❖ قصص ہند) محمد حسین آزاد (تدوین
- ❖ ادعیتہ القرآن) ڈپٹی نذیر احمد
- ❖ نظام رنگ (حضرت سلطان جی کا خاکہ
- ❖ گل دستۂ احباب (خاکے)
- ❖ آنگن میں ستارے (خاکے)
- ❖ لال سبز کبوتروں کی چھتری (خاکے)
- ❖ فرید و فرد فرید (بابا فرید)
- ❖ دبستان نظام (نظام الدین اولیا)
- ❖ بچوں کے سلطان جی
- ❖ بچوں کے رنگا رنگ امیر خسرو
- ❖ بچوں کے مرزا غالب
- ❖ فرمایا سلطان جی نے
- ❖ بزمِ شاہد (شاہد احمد دہلوی کی تحریریں) تدوین و ترتیب
- ❖ رونق بزم جہاں (خاکے)
- ❖ سات آسمان} سات کلاسیک شعرا کے ادبی خاکے
- ❖ محمد حسین آزاد حیات و تصانیف (پی ایچ ڈی کا مقالہ)

JOIN FOR MORE!!!

تعارف سبق:

ڈاکٹر اسلم فرخی کے تحریر کردہ خاکوں کے مجموعے کا نام "گلدستۂ احباب" ہے۔ خاکہ "چمنے کہ تا قیامت۔۔۔" ان کے اسی خاکوں کے مجموعے سے لیا گیا ہے جو ڈاکٹر صاحب نے اُردو کے معروف استاد ادیب ڈاکٹر غلام مصطفی خان کی شخصیت اور ان کی ادبی خدمات اور ان کی تعلیمی خدمات کے سلسلے میں تحریر کیا ہے۔

اسلم فرخی اور ان کے عزیز دوست وجد چغتائی نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب سے اُردو کالج میں لسانیات کی تعلیم حاصل کی تھی ڈاکٹر اسلم فرخی نے اپنے دور طالب علم کی یادیں سمیٹتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے تو پہلے ہی لیکچر کو سن کر ان کے گرویدہ ہو گئے تھے ڈاکٹر اسلم فرخی نے اپنے زمانہ طالب علمی کی ڈاکٹر صاحب سے وابستہ یادوں کو تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ایک بہترین استاد اور اعلیٰ درجے کے ادیب تھے ان کا تدریسی انداز اپنی مثال آپ تھا۔ ڈاکٹر اسلم فرخی نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب سے اُردو کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔

اقتباس نمبر ا۔

ڈاکٹر صاحب نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ لیاقت کسے کہتے ہیں اور علم کس چڑیا کا نام ہے۔ عافیت اسی میں نظر آئی کہ بڑبڑ کرنے کے بجائے کلاس میں خاموش بیٹھو۔ زیادہ سے زیادہ استفادہ کی کوشش کرتے رہو۔ ادھر دور رہنے میں عافیت کے آثار، ادھر ڈاکٹر صاحب کے لطف وکرم کی یہ ارزانی کہ کلاس کے بعد روزانہ چائے نوشی اور علمی گفتگو۔

تشریح:

ڈاکٹر اسلم فرخی اپنے خاکوں کے مجموعے گلدستۂ احباب کے ایک خاکے "چمنے کہ تا قیامت۔۔۔" میں جو انہوں نے اپنے استاد محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی علمی، ادبی اور تدریسی خدمات سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ ڈاکٹر اسلم فرخی لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب سے جب میں نے تعلیم حاصل کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ لیاقت و قابلیت کیا چیز ہے اور علم کیا ہوتا ہے اور طالب علم کے دل میں علم کی اہمیت کو کیسے اجاگر کیا جاتا ہے میں جو خود کو بہت اچھا طالب علم سمجھتا تھا ڈاکٹر صاحب کی کلاس لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ خاموشی سے بیٹھ کر کلاس لینے میں ہی عافیت ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب علم وادب کا پیکر اور تدریسی دنیا کا بہت بڑا نام تھے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی شخصیت ایسی تھی کہ کہ علم وادب ان کی گفتگو اور ان کی باتوں سے چھلکتا تھا ان سے علمی گفتگو میں جو مزہ آتا تھا وہ آج تک مجھے یاد ہے ان کا چائے پینا اور چائے پیتے ہوئے علمی گفتگو کے خزانے بکھیرنا آج بھی میرے ذہن و دل کی دنیا میں سمایا ہوا ہے ڈاکٹر صاحب علم وادب کا مینار تھے۔

اقتباس نمبر ۲۔

ڈاکٹر صاحب کا لباس ہمیشہ سادہ رہا۔ سادہ شیروانی، سفید کرتا یا قمیض لٹھے کا پجامہ، شیروانی کے کپڑے میں کوئی اہتمام نہیں۔ مدتوں ترکی ٹوپی پہنی، اب کپڑے کی ٹوپی پہنتے ہیں۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں، دوسروں کو زحمت نہیں دیتے۔ ایک دن دوپہر کو میرے یہاں قدم رنجا فرمایا۔ پسینے میں شرابور ہو رہے تھے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024
JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE

تشریح:

ڈاکٹر اسلم فرخی اپنے خاکوں کے مجموعے "گلدستۂ احباب کے ایک خاکے" چمنے کہ تاقیامت۔۔ "میں جو انہوں نے اپنے استاد محترم ڈاکٹر غلام مصطفی خان کی علمی، ادبی اور تدریسی خدمات سے متاثر ہو کر لکھا ہے میں لکھتے ہیں کہ میں نے ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب سے اُردو کالج میں لسانیات کی تعلیم حاصل کی ہے۔ میں ان کے طریقہ تدریس سے بہت متاثر تھا۔ وہ میرے پسندیدہ استاد تھے جہاں ان کا طریقہ تدریس متاثر کن تھا وہیں ان کی شخصیت بہت ہی سادہ اور متاثر کن تھی وہ ہمیشہ سادہ لباس زیب تن کرتے تھے۔ شیروانی سفید کرتا اور لٹھے کا پجامہ پہنتے۔ کبھی ترکی ٹوپی پہنتے۔ کبھی کپڑے کی ٹوپی پہنتے۔ اپنے کام سارے اپنے ہاتھ سے کرتے۔ دوسروں کو زحمت دینا ان کی عادت نہیں تھا۔

ڈاکٹر اسلم فرخی لکھتے ہیں کہ ایک دن وہ میرے گھر تشریف لائے پسینے میں شرابور تھے لیکن سادگی ان کی ویسی ہی تھی وہ بڑے بے تکلفانہ انداز میں میرے گھر تشریف لائے تھے، میں ان کے سادہ اندازِ زندگی کو دیکھ کر بڑا متاثر ہوا وہ اپنی مثال آپ تھے ان جیسے اساتذہ کہاں ملیں گے۔

"ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم"

زیر نظر اقتباس میں ڈاکٹر اسلم فرخی نے ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں پر بڑی تفصیلی روشنی ڈالی ہے جو ان کے دل سے نکلے ہوئے احساسات کی ترجمان ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

CLASS-XII

اُردو (لازمی)

سیٹ نمبر ۔۴

نظموں کے بند اور مرکزی خیال

2023-24

info@practicalcentre.edu.pk

021-34976530
021-34812547
021-34984762

B-14, Block-1,
Gulshan-e-Iqbal, Karachi.

www.practicalcentre.edu.pk

فہرست

حمد ------------ مظفر وارثی

نعت ------------ محسن کاکوروی

منقبت ------------ اعجاز رحمانی

حضرت فاطمۃ الزہرا کی رخصتی ------------ حفیظ جالندھری

چاند اور تارے ------------ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

بدلی کا چاند ------------ جوش ملیح آبادی

کتبہ کون لکھے گا؟ (آزاد نظم) ------------ یاسمین حمید

مرہم (آزاد نظم) ------------ مختار کریمی

دو بہرے شناساؤں کی ملاقات (طنز و مزاح)۔ سید ضمیر جعفری

گیت ------------ نگار صہبائی

اسلوب (ثلاثی) ------------ حمایت علی شاعر

آب زم زم (ہائیکو) ------------ رسا چغتائی

کام (ہائیکو) ------------ وضاحت نسیم

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

PRACTICAL CENTRE

B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☏: 34976530-34812547-34984762

نظم: حمد

شاعر: مظفر وارثی

تعارف شاعر:-

مظفر وارثی عہد جدید میں منفرد لہجے کے شاعر اور نعت خواں ہیں۔ انھوں نے نعتیہ شاعری کو کیف و مستی کی نئی طرز سے روشناس کرایا، جس میں لفظ وجد کرتے نظر آتے ہیں۔ انھیں پرائیڈ آف پرفامنس بھی نعت گوئی کی اعلیٰ خدمات کی وجہ سے ملا۔
ان کی غزلوں میں کرب، انا، سچائی، دھوپ چھاؤں، روپ رنگ، لوگوں کا رنگ، یہ سب کیفیات موجود ہیں۔

ہم ہیں تمہارے تم ہو ہمارے محمد ﷺ پیارے

تم ہو چاند اور ہم ہیں تارے محمد ﷺ پیارے

سب سے اچھا دین تمہارا حکم خدا آئین تمہارا

تم نے ہمارے ذہن سنوارے محمد ﷺ پیارے

JOIN FOR MORE!!!

بند:-

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آ رہا ہے، وہی خدا ہے
وہی ہے مشرق، وہی ہے مغرب، سفر کریں سب اس کی جانب
ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے

نظم کا نام ------------------------- حمد

نظم کی ہیئت ------------------------- غزل

شاعرانہ خوبی ------------- صنعت تضاد، مشرق و مغرب

دیئے گئے بند کی تشریح:-

عہدِ حاضر کے معروف نعت گو شاعر مظفر وارثی اپنی حمد کے ان اشعار میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی بڑائی کو بہت ہی خوبصورت مثالوں کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

مظفر وارثی کہتے ہیں کہ اس کائنات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے۔ وہ ازل سے ہے، بس وہی ہے جو ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، ہر طرف اسی کے جلوے ہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ہم انسان اس جہاں میں محدود وقت کے لیے آئے ہیں ہمارا اختیار محدود ہے۔ وہ لامحدود ہے۔ ہم اس دنیا میں ہیں۔ وہ پوری کائنات کے ذرے ذرے میں شامل ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

ہیں نظر نظر تیرے ہی جلوے

ہیں زباں زباں تیرے ہی چرچے

مظفر وارثی ہند کے ان اشعار میں کہتے ہیں کہ اللہ مشرق و مغرب ہر طرف ہر جانب اللہ ہے۔ ہر طرف اس کا عکس دکھائی دیتا ہے ہر آئینہ اس کے عکس کا اظہار کر رہا ہے۔ کائنات کی ہر بدلتی اسی کے حکم کے تابع ہے، وہی دن کو رات اور رات کو دن میں تبدیل کرنے پر قادر ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ ذرہ اس کی حمد و ثنا میں مصروف ہے، اسی کا حکم جاری و ساری ہے۔

مرکزی خیال:۔

مظفر وارثی کی حمد اپنے آہنگ اور نغمگی کے باعث روح میں اترتی چلی جاتی ہے۔ اس نظم کے اشعار میں انھوں نے بڑی خوبصورت مثالوں سے اللہ تعالیٰ کے لافانی وجود کا احساس دلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کائنات کا سارا انظام اس کے حکم کے تابع ہے۔ وہ پوری کائنات کا مالک کل ہے۔ مندر، مسجد، گرجا گھر وہی تو ہے جو سب جگہ ہے، ہر طرف اس کی عبادت جاری و ساری ہے۔

وہ خانہ دل کے ہر کونے میں موجود ہے۔ وہ ہمارے شعور اور لاشعور کا مالک ہے۔ دنیا میں اس نے ہمیں محدود اختیار کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم جو اشرف المخلوقات کا تاج اپنے سر پر سجائے پھرتے ہیں۔ ہم جو بے پناہ صلاحیتوں کے مالک بنے پھرتے ہیں سب اسی کی عطا کردہ ہے۔ وہ جب چاہے گا سب کچھ فنا کر دے گا۔ وہ ہر شے پر قادر ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی عظمت و کبریائی کا ورد کر رہا ہے۔ ہر شے اسی کی ہے اور اسی کے حکم کے تابع ہے۔

غالب نے کیا خوب کہا ہے۔

آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز

پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

حمد ان کے اشعار میں مظفر وارثی کا یہ بھی کہنا ہے کہ سب کچھ اسی کا ہے سیاہ بھی اور سفید بھی۔ وہ جن کو چاہے عزت و وقار دے جس کو چاہے ذلت و رسوائی دے۔

میر تقی میر کہتے ہیں کہ:

دیا دکھائی مجھے تو اسی کا جلوہ میرؔ

پڑی جہاں میں جا کر جہاں نظر میری

نتیجہ فکر:۔

مظفر وارثی کی یہ "حمد" عصر حاضر کی جدید مقبول ترین نظموں میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بڑی خوبصورت مثالوں سے آراستہ کیا ہے۔ انھوں نے انسانی شعور و لاشعور اور انسانی نفسیات میں خدا کے وجود کی عظمتوں کا بیان روح کی گہرائیوں اور لفظوں کی سچائیوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

نظم: **نعت رسول مقبول ﷺ**

شاعر: **محسن کاکوروی**

تعارف شاعر:۔

محسن کاکوروی کا شمار برصغیر کے معروف نعت گو شعرا میں ہوتا ہے ۔ آپ نے جہاں نعت گوئی کو نیا لہجہ عطا کیا وہیں غزلیں ،قصائد اور اور مثنویات بھی لکھیں ۔ آپ کے کلام میں تخیل کی بلند پروازی الفاظ کی شان و شوکت، استعارات کی رنگینی اور قصہ طلب تلمیحات ہیں۔

امیر مینائی کہتے ہیں کہ

محسن کاکوروی کا کلام ایک عالم ہے خیالات نادرہ کا۔ کہ اس کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے کہ ان کا ہر شعر معراج بلاغت ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

پہلا بند:۔

سب سے اعلیٰ تیری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنا، نہ رہے نعت سے تیری خالی
نہ میرا شعر ، نہ قطعہ ،نہ قصیدہ، نہ غزل

نظم ــــــــــــــــــــ نعت رسول مقبول ﷺ

شاعر ــــــــــــــــــــ محسن کاکوروی

دیے گئے نعتیہ اشعار کی تشریح:

مفہوم ــــ میرے پیارے محبوب آپ ﷺ کی ذات سب سے اعلیٰ و افضل ہے اور میرے ایمان کا خلاصہ ہے میری خواہش ہے کہ میری شاعری میرے آقا ﷺ کی محبت سے سرشار رہے۔

تشریح: ان اشعار میں شاعر محسن کاکوروی نے ایک حدیث مبارکہ کے مفہوم کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

''تم میں سے کوئی اس وقت مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے مال جان اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

محسن کاکوروی کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات سب سے اعلیٰ و افضل ہے اللہ کے بعد آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ ہے آپ ﷺ کی محبت ہی دراصل ایمان کی پہلی شرط ہے۔

ابو الاثر حفیظ جالندھری کیا خوب کہتے ہیں:

محمد ﷺ کی محبت دین و حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

محسن کاکوروی کا کہنا ہے کہ میرے کامل اور مکمل ایمان، خوبصورتی کا حاصل یہ ہے کہ میں آپ ﷺ سے غیر مشروط محبت رکھوں کیوں کہ اس کے بغیر خدا کے ہاں ایمان قبول نہیں ہے۔ دین و دنیا میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ محمد ﷺ کی غلامی اختیار کی جائے۔

معروف نعت گو شاعر ماہر القادری کہتے ہیں کہ:

تو جو مقصد تخلیق ہے، تو حاصل ایمان
جو تجھ سے گریزاں وہ خدا سے ہے گریزاں

سورۃ النسآء میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی"

شاعر کا کہنا ہے کہ میرے ایمان مفصل کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ آپ ﷺ میری محبتوں کا محور و مرکز ہیں جو آپ ﷺ کی صفات و کمالات کا قائل نہیں اس کا ایمان کبھی مکمل نہیں ہو سکتا۔

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں کہ:

نہ جب تک کٹ مروں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے، کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

محسن کاکوروی کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ ﷺ کی تعریف و توصیف بیاں کرنا میری زندگی کا مقصد ہے اور میری شاعری چاہے نظم ہو یا غزل ہو چاہے کسی بھی صنف میں ہو بس میرے آقا ﷺ کی محبت سے سرشار ہو۔

اور یہ ہی میری زندگی کا بنیادی مقصد ہے کہ صرف اور صرف محبوب خدا کی محبت میں زندگی گزاروں۔

رسول مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد ہیں وہ، پھر اس کے بعد کیا کہیے

نظم: منقبت

شاعر: اعجاز رحمانی

تعارفِ شاعر:-

اعجاز رحمانی حمد و نعت ﷺ کے خوبصورت شاعر ہیں، انھوں نے شاعری کی تمام اصناف میں اپنے جوہر دکھلائے ہیں۔ غزل نظم حمد و نعت، منقبت ہر صنف میں آپ بے مثال ہیں۔ خاص طور پر دنیا بھر میں ہونے والے مشاعروں میں آپ کی اہم شناخت ہے۔

اعجاز رحمانی کا سب سے بڑا کارنامہ شعری مجموعہ ہے جو "عظمتوں کی مینار" کے نام سے شائع ہوا ہے، جس میں آپ نے ہر خلیفہ راشد کے لیے چار سو بند لکھے ہیں جو کہ سولہ سو بند پر مشتمل ہے۔

جبکہ حضور پاک ﷺ کی پیدائش سے وفات تک آپ نے دو ہزار سات سو بند لکھے ہیں جو "سلامتی کا سفر" کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

وہ آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے
کسی، کسی کو خدا یہ کمال دیتا ہے

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣
JOIN FOR MORE!!!

منقبت کا پہلا بند:-

لائق توقیر ہیں سب جاں نثار مصطفیٰ
جاں نثاروں میں خصوصاً چار یار مصطفیٰ
جاں نشینِ اولین خدمت گزار مصطفیٰ
حضرتِ صدیقِ اکبرؓ یارِ غار مصطفیٰ
سیرت صدیق پر جب غور کرتا ہے کوئی
صاف آتے ہیں نظر نقش و نگار مصطفیٰ

منقبت کے پہلے بند کی تشریح:-

معروف نعت گو شاعر اعجاز رحمانی اپنی نظم منقبت کے ان اشعار میں رسول پاک ﷺ کے چاروں خلفائے راشدین کی اعلیٰ صفات کا بیان کر رہے ہیں۔

ان اشعار میں سب سے پہلے اعجاز رحمانی نے آپ ﷺ کے سب سے قریبی دوست، یار غار اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفا، خلوص اور محبت کو بیان کیا ہے۔

اعجاز رحمانی کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر آپؐ کے لیے جان نچھاور کرنے کے لیے ہر لمحے اور ہر وقت تیار رہتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ:

پروانے کو چراغ، عنادل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے اللہ کا رسول بس

اعجاز رحمانی کہتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کی سیرت آپ ﷺ کی سیرت پر تو ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو جو قربانیاں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پیش کی ہیں اس کی تاریخ اسلام میں مثال ملنی مشکل ہے۔ خاص طور پر جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اور اہل مکہ آپ ﷺ کی جان کے دشمن ہو گئے اور آپ ﷺ کو شعب ابو طالب میں ہجرت کرنا پڑی تو اس یار غار نے جو مصیبتیں اور مشکلات سہی ہیں وہ تاریخ اسلام کا نہ بھولنے والا زمانہ ہے۔

دوسرا بند:-

ہر اک قول اور عمل آپؓ کا ہے
عدالت کی میزان فاروق اعظم!
سبھی آپؓ کی عظمتوں کے ہیں قائل
ہیں جتنے مسلمان، فاروق اعظم!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

دوسرے بند کی تشریح:۔

اپنی منقبت کے دوسرے بند میں اعجاز رحمانی نے رسول اللہ ﷺ کے دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے عدل و انصاف کی صفات کو بیان کیا ہے کہ سارے دنیا نے حضرت فارق اعظمؓ کی قائدانہ صلاحیتوں، فتوحات کی حکمت عملی، انصاف کی فراہمی، اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات واحکامات کو معاشرے پر عملی طور پر نافذ کرنے کی صلاحیتوں کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

آپؓ بہت بڑے فاتح تھے، آپ کے دور کو خلیفہ راشدین میں فتوحات کا سنہرا دور کہا جاتا ہے، جب معاشرے میں غربت اور ناانصافی کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اسلام بڑی تیزی سے ساری دنیا میں اپنے جلوے بکھیر رہا تھا۔

آج بھی ساری دنیا حضرت عمرؓ کے انصاف کو یاد رکھتی ہے۔ آپؓ اپنے زمانے میں رعایا کی مشکلات کو جاننے کے لیے راتوں کو بھیس بدل کر نکلا کرتے تھے یوں آپ کا دور عدل و انصاف کا مثالی دور تھا۔

تیسرا بند:

ذات جن جامع القران ہے
نام ان کا حضرت عثمانؓ ہے
دیکھ کر تنویر ذوالنورینؓ کی
آئینہ بھی کس قدر حیران ہے

JOIN FOR MORE!!!

تیسرے بند کی تشریح:۔

اپنی منقبت کے تیسرے بند میں اعجاز رحمانی نے تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کی صفات کو بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی ذات جامع القران تھی۔ آپؓ کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی دو صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ (پہلا نکاح حضرت رقیہؓ ان کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح حضرت ام کلثومؓ سے ہوا تین ہجری میں آپ کا انتقال ہوا) یوں حضرت عثمانؓ داماد رسول بنے اور دنیا آپؓ کو ذوالنورین کی حیثیت سے یاد کرتی ہے۔

مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ نے اپنے مال سے مسلمانوں کی بڑی مدد کی، خاص طور پر مسجد نبویؐ کی توسیع کے سلسلے میں آپ نے فراخ دلی کی بڑی مثالیں قائم کیں۔ خاص طور پر جب مدینے میں مسلمان پانی کی تنگ دستی کا شکار تھے تو حضرت عثمانؓ نے ایک کنواں خرید کر مسلمان کے لیے وقف کر دیا۔ تاریخ عالم آج بھی حضرت عثمانؓ کو ان کی شرم و حیا، خلوص، وفاء، ملنساری پر یاد کرتی ہے۔

چوتھا بند:

روشن جو دیا حب علیؓ کا نہیں ہو گا
ذہنوں سے کبھی دور اندھیرا نہیں ہو گا
یہ قول نبیؐ یاد نہیں کیا تمھیں لوگو!
جو شخص علیؓ کا نہیں، میرا نہیں ہو گا

چوتھے بند کی تشریح :-

اس منقبت کے چوتھے بند میں اعجاز رحمانی نے مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد، داماد رسول ﷺ، فاتح خیبر اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ کی صفات کو بیان کیا ہے کہ آپؓ حکمت و دانائی میں اپنی مثال آپ تھے۔

یہاں اعجاز رحمانی نے رسول اللہ کی حدیث کو یاد دلایا کہ
آپ ﷺ نے فرمایا ہے جس کا یہ مفہوم ہے۔

"جو علی کا نہیں وہ میرا نہیں"

اعجاز رحمانی کہتے ہیں کہ آج لوگوں کے ذہنوں کے اندھیرے دور کرنے میں قول علیؓ کا بہت بڑا کردار ہے۔

نظم

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی

قومی ترانے کے خالق شاعر..................ابوالاثر حفیظؔ جالندھری

گیت اور غزل کا ہے شاعر حفیظؔ
نبیؐ سے محبت بھی ہے آشکار
عقیدت، سلاست، روانی سے پُر
ہے شاہنامہ اس کا حسیں شاہکار

(اقبال ناز)

JOIN FOR MORE!!!

تعارفِ شاعر:-

پاکستان کے قومی ترانے کے خالق اور اُردو کے معروف شاعر ابوالاثر حفیظؔ جالندھری کا اہم کارنامہ ان کی طویل نظم شاہنامہ اسلام ہے جس میں حفیظؔ نے اسلامی تاریخ کے اہم واقعات کو خوبصورتی سے منظوم کیا ہے۔
حفیظؔ نے غزلیں، نظمیں، گیت سبھی اصناف میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھلائے۔ ہیں موسیقی اور نغمگی آپ کی شاعری کی خاص پہچان ہے۔

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

مرکزی خیال:-

حفیظؔ جالندھری کی نظم "حضرت فاطمۃ الزہراؓ" کی رخصتی کا مرکزی خیال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی بیٹی جناب فاطمہؓ سے بے حد محبت تھی۔
آپ ﷺ نے اکثر موقعوں پر کہا کہ:

" فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔"

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

"جس نے فاطمہؓ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔"

تاریخ گواہ ہے کہ اس شدید محبت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی شادی بڑی سادگی سے کی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو اپنی لاڈلی صاحبزادی کی شادی بہت دھوم دھام سے کرتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے ثابت کیا اور دنیا کو دکھلا دیا کہ اپنے دینی مرتبے کو دنیاوی فائدے اور نمود و نمائش کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

زباں سے کیا کہوں واللہ کیا ہیں حضرت زہراؓ
مجسّم نورِ محبوبِ خدا ہیں حضرت زہراؓ

حفیظؔ جالندھری نے اس نظم میں حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تقریب کا احوال بہت والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس نظم کے اشعار میں حفیظؔ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی خدا ترسی، قناعت اور صبر و شکر کی صفات کو بڑے دلکش الفاظ و تراکیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

حفیظؔ نے حضرت فاطمہؓ کی شادی میں انھیں ملنے والے جہیز کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں ان کا کہنا ہے کہ جناب فاطمہؓ کو ضروریات زندگی کی ایسی چند اشیاء جہیز میں ملی تھیں کہ دنیا کا کوئی باپ اتنی اشیاء اپنی بیٹی کو وقتِ رُخصت آسانی سے دے سکتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کو اس موقع پر دو مٹکے، ایک چارپائی، ایک گدا اور آٹا پیسنے کے لیے دو چکیاں۔ یہ وہ کُل کائنات تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہیز کی صورت میں ملی ہے۔

حفیظؔ کہتا ہے کہ یہ تو دنیاوی اشیاء تھیں اصل میں جنابِ فاطمہؓ کو صبر و شکر، توکّل، سخاوت اور صبر کی دولت ملی تھی اور یہ وہ دولت ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتی اس لیے کہ آپؓ جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور فقر و فاقہ ہی آپؓ کا اصلی جہیز ہے۔

بقول عائشہؓ دراعتبارِ سیرتؓ و صورت
نبیؐ کے بعد سب سے ماورا ہیں حضرت زہراؓ

نتیجہِ فکر:-

یہ نظم ہمیں دعوت فکر و عمل کا پیغام دیتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی کہتے ہیں لیکن اس نظم کے پس منظر کو سامنے رکھ کر اگر ہم اپنے قول و عمل کا تجزیہ کریں تو احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں ایسی ہزاروں رسوم و روایات پر عمل پیرا ہیں جو سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں۔

یہ نظم ہمیں احساس دلاتی ہے کہ ہم جو شادی بیاہ کے موقع پر جہیز کے نام پر بے جا اخراجات اور دیگر فضول رسموں کی ادائیگی کرتے ہیں ہمارا یہ عمل نہ صرف سُنّت کے خلاف ہے بلکہ والدین کی مالی پریشانیوں میں اضافے کا سبب بھی ہے۔

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

بند:

ردائے صبر بھی حاصل تھی توفیقِ سخاوت بھی
کہ ہونا تھا اسے سرتاجِ خاتونانِ جنّت بھی
اُسی کی ترتیب میں اسوّہ تھا یمن و سعادت کا
اسی کی گود سے دریا اُبلنا تھا شہادت کا

تشریح:۔

حضرت فاطمہؓ کی شادی نہایت سادگی سے ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بہت ہی لاڈلی بیٹی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کو اپنے والد سے وراثت میں ایمان کی دولت اور حُسنِ اخلاق کا عظیم خزانہ ملا اور اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

"فاطمہؓ جنت کی خواتین کی سردار ہوں گی۔"

حضرت فاطمہؓ کے اخلاق و کردار مثالی تھے وہ صبر و قناعت کی دولت سے مالامال تھیں۔ وہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں سخاوت کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز کر دیا تھا ان کے پاس جو کچھ ہوتا وہ ضرورت مندوں کو بانٹ دیتی تھیں۔ آپؓ ایثار و ہمدردی کا پیکر تھیں۔ آپؓ برکت و سعادت کی اعلیٰ مثال تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی طبیعت کے یہ جواہر اُن کی اولاد میں بھی منتقل ہوئے اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت اس کی گواہی تھی گویا یہ قدرت کی طرف سے طے تھا کہ ان کی گود میں پرورش پانے والی اولاد شہادت کی روایت قائم رکھے گی۔

JOIN FOR MORE!!!

نتیجہِ فکر:۔

حفیظؔ نے اس بند میں حضرت فاطمہؓ کے اعلیٰ اوصاف بیان کیے ہیں۔ جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں ملے گی۔ جناب فاطمہؓ اخلاق و کردار کا مثالی پیکر تھیں۔

بند:

پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہراؓ اپنے گھر آئیں
توکّل کے خزانے دولتِ مہر و وفا لائیں
جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہِ دوعالم سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ آدمؐ سے

تشریح:۔

ان اشعار میں حفیظؔ جالندھری نے حضرت فاطمہؓ کی شادی کا احوال بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی لاڈلی بیٹی جناب فاطمہؓ جب اپنے والد کے گھر سے رخصت ہو کے حضرت علیؓ کے گھر آئیں تو آپؓ کا جہیز مہر و وفا کی دولت تھا۔ جبکہ صبر و شکر اور خدا پر بھروسہ ایسی صفات تھیں جو آپؓ کے ساتھ عمر بھر رہیں۔ یہ وہ جہیز تھا جس پر سارے جہان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کو چند ایک دنیاوی اشیاء وقتِ رخصت دی تھیں جو کہ دنیا کا کوئی بھی باپ اپنی بیٹی کو وقتِ رخصت آسانی سے دے سکے۔

آپ ﷺ نے سادگی کی ایسی مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک مثالی رہے گی۔ آپ ﷺ رحمت دو جہاں تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو اپنی بیٹی کو ایسا جہیز عطا کرتے کہ دنیا دیکھتی رہ جاتی لیکن آپ ﷺ کا ہر عمل مثالی تھا۔ اسی لیے جناب فاطمہؓ کی شادی سادگی کا مثالی نمونہ تھی جس سے ساری دنیا کو سادگی کا درس ملتا ہے۔

اگر حسینؓ سردارِ شبابِ اہلِ جنت ہیں
تو مستورات میں خیر النساء ہیں حضرت زہراؓ

بند:

وہ زہراؓ جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی
ملی تھی مشک ان کو تاکہ خود لایا کریں پانی
ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو
کہ بخشی تھی خدا نے اک جبین سجدہ ریز ان کو

تشریح:-

JOIN FOR MORE!!

ان اشعار میں حفیظؔ نے حضرت فاطمہؓ کے محنت و مشقت کے جذبے اور صبر و شکر کی اعلیٰ صفات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

حفیظؔ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بیٹی تھیں آپؓ کے گھر میں جنت کی نہریں تسنیم و کوثر بہنے کو بیتاب رہتی تھیں اور جبریل امین جن کے گھر کی پاسبانی کو باعثِ فخر سمجھتے تھے اور ربِ دو جہاں کی رحمتیں اُن کے گھر شب و روز برستی تھیں۔ اس گھر سے رُخصتی کے وقت جنابِ فاطمہؓ کو ایک مشک جہیز میں ملی تاکہ اپنے گھر میں پانی بھر کر لایا کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ خانۂ نبوت سے بیٹی کو جہیز میں فقر و فاقہ ہی ملا تھا۔ مگر وہ اس پر بھی راضی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عبادت کا جو ذوق و شوق عطا فرمایا تھا اس نے انہیں ہر حال میں شکر و رضا کا پیکر بنا دیا تھا۔

حضرت فاطمہؓ بلاشبہ صبر و شکر کا مثالی پیکر تھیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ شکر کی بجا آوری میں انھیں وہ حقیقی لذّت و راحت ملتی تھی جو دولتِ دنیا میں مطلق نہیں ملتی ہے۔

زباں سے کیا کہوں واللہ کیا ہیں حضرت زہراؓ
مجسّم نورِ محبوبِ خدا ہیں حضرت زہراؓ

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

چاند اور تارے

شاعر: علامہ اقبال

تعارف شاعر:-

علامہ اقبال ان چند عظیم شعراء میں سے ہیں جنہوں نے نہ صرف شاعری کو فنی لحاظ سے عظمت و رفعت بخشی بلکہ اپنے دل نواز نغموں سے مردہ روحوں میں زندگی کی نئی لہر پھونک کر ایک عظیم ذہنی انقلاب بپا کیا۔

علامہ اقبال نے زندگی کے ہر گوشے پر بہت عمدگی سے اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے موضوعات کی وسعت اور انداز کی رنگینی انہیں بلاشبہ اردو کے تمام شعراء سے ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔

علامہ اقبال نے ہر صنف کو کامیابی سے نبھایا اپنے خیالات کے اظہار کے لیے انہوں نے نئے نئے سانچے تیار کیے، نادر تشبیہات و استعارات اور اچھوتی تراکیب بھی استعمال کیں اور کلام میں شاعرانہ موسیقی و لفظی جادوگری اور اعجاز و اختصار سے کام لیا۔

علامہ اقبال کی شاعری میں وسعت تخیل اور فلسفہ اور فکر کی بلندی کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے ذہنی اور سماجی حالات کا عکس بھی موجود ہے، ان میں عشق خداوندی، مرد مومن کی صفات، فلسفہ خودی اور تصور ملت جیسے مضامین کی ہم آہنگی سے اردو شاعری نئے اسلوب سے آشنا ہوئی۔

JOIN FOR MORE!!!

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہے مردوں کی شمشیریں

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

پہلا بند:

ڈرتے ڈرتے دمِ سحر سے — تارے کہنے لگے قمر سے
نظارے رہے وہی فلک پر — ہم تھک بھی گئے چمک چمک کر
کام اپنا ہے صبح و شام چلنا — چلنا، چلنا مدام چلنا
بے تاب ہے اس جہاں کی ہر شے — کہتے ہیں جسے سکوں، نہیں ہے
رہتے ہیں ستم کش سفر سب — تارے، انسان، شجر، حجر، سب
ہوگا کبھی ختم یہ سفر کیا؟
منزل کبھی آئے گی نظر کیا؟

حلِ لغت:- مدام، ہمیشہ قائم

حجر، پتھر

ستم کش ، ستم کرنے والا

تشریح:

نظم کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چاند اور تارے

شاعر کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ اقبال

ماخوذ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بانگ درا

تشریح:-

یہ نظم شاعرِ مشرق، مفکرِ پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے بلند تخیل کا خوبصورت اظہار ہے۔ نظم کا پیرایہ تمثیلی ہے جس میں تارے، چاند سے گفتگو کر رہے ہیں۔

یہ نظم ہمیں دعوت فکر و عمل کا پیغام دے رہی ہے کہ انسان کو ہمیشہ جدوجہد کے سفر کو جاری رکھنا چاہیے۔ علامہ اقبال نے اپنے فکر و فلسفے کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے کہا ہے صبح کے وقت سے ڈرتے ڈرتے تاروں نے چاند سے کہا کہ ہم چمک چمک کر تھک گئے ہیں اور آسمان پر وہی کیفیت رہی جو پہلے تھی۔ ہمارا کام صبح شام چلنا ہے۔ چلنا اور ہمیشہ چلنا ہے۔

تاروں کا چاند سے یہ بھی کہنا تھا کہ اس جہاں کی ہر شے بے قرار ہے۔ جسے سکون کہتے ہیں وہ یہاں نہیں ملتا ہے۔

غالب نے کیا خوب کہا ہے:

خوشی خوشی کو نہ کہہ غم کو غم نہ جاں اسدؔ

قرار داخلِ اجزائے کائنات نہیں

تارے چاند سے مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے سفر کی سختیاں جھیل رہی ہے۔ تارے ہوں یا انسان درخت یا پتھر۔ غرض کوئی شے ان سختیوں سے بچی ہوئی نہیں ہے، ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ سفر کبھی ختم بھی ہوگا؟ کبھی منزل بھی نظر آئے گی؟ کہ جہاں پہنچ کر آرام سے ٹھہر جائیں۔

نتیجہ فکر:-

نظم چاند اور تارے پہلے بند میں علامہ اقبال نے اپنے فکر و فلسفے سے تاروں کو قوت گویائی دیتے ہوئے چاند سے شکوہ کیا ہے کہ آخر اس سفر کا کبھی اختتام بھی ہوگا کبھی منزل بھی ملے گی۔

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE ■ SESSION 2023-2024 ■ PRACTICAL CENTRE ■ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

دوسرا بند:

کہنے لگا چاند، "ہم نشینو!" اے مزرعِ شب کے خوشہ چینو!
جنبش سے ہے زندگی جہاں کی یہ رسمِ قدیم ہے یہاں کی
ہے دوڑتا اشہبِ زمانہ کھا کھا کے طلب کا تازیانہ
اس رہ میں مقام بے محل ہے پوشیدہ اقرار میں اجل ہے
چلنے والے نکل گئے ہیں جو ٹھیرے ذرا، کچل گئے ہیں

انجام ہے اس خرام کا حسن
آغاز ہے عشق، انتہا حسن

JOIN FOR MORE!!!

حل نعت:-

خوشہ چینو: اے فصل کٹنے کے بعد گرے ہوئے گچھے چننے والو مراد ہے ستاروں!

اشہب: سیاہ و سفید، گھوڑا

جنبش: ہلچل، حرکت

تازیانہ: چابک کوڑا،

مزرعِ شب: رات کی کھیتی مراد ستارے

بے محل: بے موقع، بے وقت نامناسب جگہ۔ خرام: آہستہ

تشریح:

نظم کے دوسرے بند میں علامہ اقبال نے اپنے فکر و فلسفے کا استعمال کرتے ہوئے تاروں کے شکوے کا جواب چاند کی زبان سے دیا ہے۔ چاند نے تاروں کو جواب دیا:"

اے پاس بیٹھنے والے دوستو! اے رات کی کھیتی سے خوشے چننے والو!
اس جہاں کی زندگی حرکت پر موقوف ہے اور حرکت اس جہاں کا پرانا دستور ہے۔

غالب نے خوب کہا تھا کہ:

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نا کچھ گھبرائیں کیا

تاروں کے شکوے کے جواب میں چاند نے مزید کہا کہ:

"زمانے کا گھوڑا تلاش اور جستجو کے کوڑے کھا کھا کر دوڑتا ہے۔ یعنی تلاش ہر شے کو ہر وقت حرکت میں رکھتی ہے۔ راستے میں ٹھہرنا بے جا ہے۔ ٹھہرنے میں موت چھپی ہوتی ہے۔

علامہ اقبال نے یہاں تمثیلی انداز اختیار کرتے ہوئے یہ پیغام دیا ہے یعنی:

جو ٹھہرا وہ ختم ہو گیا۔ چلنے والے دور آگے نکل گئے جو ذرا بھی ٹھہرے انھیں روند ڈالا گیا۔

چاند بڑے مثبت پیرائے میں تاروں کو دلاسا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اس چلنے کا انجام حُسن ہے اور اس کا آغاز عشق سے ہوتا ہے اور آخری منزل حسن کے سوا کچھ نہیں۔

عشق سے مراد تلاش جستجو اور جد و جہد کا سچا ذوق ہے اور حسن سے مراد درجہ کمال حاصل کر لینا ہے۔

نتیجہ فکر:۔

اس نظم میں حرکت اور جد و جہد کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی تعلیم کے لیے علامہ اقبال نے اپنی زندگی وقف کی۔

یہاں اس دعوتِ فکر و عملِ کی ابتدائی جھلک ملتی ہے۔ جس کے جلوؤں سے علامہ اقبال کا سارا کلام لبریز ہے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

نظم: بدلی کا چاند

شاعرِ شباب اور شاعرِ انقلاب .... جوش ملیح آبادی

موضوع نظم ۔ مناظرِ فطرت کا خوبصورت اظہار:

لہجے میں گھن گرج ہے تو فکروں میں اضطراب
ہے شاعرِ شباب بھی اور انقلاب بھی
ہے نام اس کا جوش مگر دیکھئے تو ناز
لفظوں میں ڈھالتا ہے اُمنگیں شباب کی
(اقبال ناز)

تعارفِ شاعر:۔

جوش ملیح آبادی اُردو کے معروف شاعر ہیں۔ اپنی متنوع شاعری کے رنگوں کی بدولت وہ شاعرِ شباب اور شاعرِ انقلاب کہلائے۔ لہجے کی گھن گرج فکر کی بے باکی اور اظہار کی جرأت کے ساتھ ساتھ خوبصورت منظر نگاری اور بھرپور ذخیرہ الفاظ جوش کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

کلی پہ بیلے کی کس کی کس ادا سے بڑا ہے شبنم کا ایک موتی
نہیں یہ ہیرے کی کیل پہنے کوئی پری مسکرا رہی ہے

PRACTICAL CENTRE □ SESSION 2023-2024 □ PRACTICAL CENTRE □ SESSION 2023-2024 □ PRACTICAL CENTRE □ SESSION 2023-2024 □ PRACTICAL CENTRE

نظم کے پہلے دو اشعار کی تشریح:-

خورشید وہ دیکھو ڈوب گیا، ظلمت کا نشاں لہرانے لگا
مہتاب وہ ہلکے بادل سے چاندی کے ورق برسانے لگا
سانولے پن پر میداں کے ہلکی سی صباحت دوڑ چلی
تھوڑا سا ابھر کر بادل سے وہ چاند جبیں جھلکانے لگا

دنیا اردو ادب میں مناظر فطرت کا بیان میر انیس، نظیر اکبر آبادی کے بعد جوش ملیح آبادی کے ہاں بہت اعلیٰ درجے کا پایا جاتا ہے۔ وہ مناظر قدرت کی رنگینوں کو جس خوبصورتی سے عکس بند کرتے ہیں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

اپنی نظم "بدلی کا چاند" میں جوش ملیح آبادی نے آسمان پر بادل اور سورج کی آنکھ مچولی کو بہت ہی اعلیٰ منظر نگاری کے ساتھ پیش کیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

جوش ملیح آبادی کہتے ہیں جب سورج ڈوب گیا تو بادلوں کی اوٹ سے چاند نے اپنی جلوہ پاشیوں کے دلکش نظارے دکھانا شروع کیے سورج کے ڈوبنے سے آسمان پر رنگین موجیں لہروں کی مانند بکھرنے لگیں تو چاند نے بادل کے پیچھے اپنے خوبصورت سر کو ابھارا تو چاندنی ہر طرف بکھر گئی اور آسمان پر ایسی خوبصورتی چھا گئی اور یہ نظارہ روح کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔

جوش ملیح آبادی کا کہنا ہے کہ ایسا لگتا تھا ہر طرف چاندی کے صفحات بکھر گئے ہیں، بادل اور چاند کی آنکھ مچولی نے قدرت کے حسین نظاروں کا ایسا خوبصورت نظارہ پیش کیا کہ دل سرشاری و مستی کی کیفیات میں ڈوب گیا۔

نتیجہ فکر:

"بدلی کا چاند" نظم جوش ملیح آبادی کے قوتِ تخیل اور مناظرِ فطرت کی عکاسی کے سبب ایک دلکش نظم ہے، جو روح کے تاروں میں دلکش سر بھر دیتی ہے۔ اور ایسا لگتا ہے یہ چاند اور بادل کی آنکھ مچولی کے رنگوں سے سارا آسمان سرشاری اور مستی کے رنگ و نور میں نہا گیا ہے۔

نظم کے دوسرے دو اشعار کی تشریح:-

لو ڈوب گیا وہ بادل میں، بادل میں وہ خط سے دوڑ گئے
لو پھر وہ گھٹائیں چاک ہوئیں، ظلمت کا قدم تھرانے لگا
غرفوں سے وہ جھانکا گردوں کے، امواج کی نبضیں تیز ہوئیں
حلقوں میں جو دوڑا بادل کے کہسار کا سر چکرانے لگا

تشریح:

جوش ملیح آبادی نظم "بدلی کا چاند" میں فطرت کے حسین نظاروں کی عکس بندی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چاند جب آسماں پر بادل کی اوٹ میں چھپ گیا تو اندھیرے ہر طرف پھیل گئے لیکن لمحے بھر میں یوں لگا جیسے بادل سے پھر چاند نے ایسا جھانکا جیسے کسی کھڑکی میں سے روشنی پھیل رہی ہے اور یہ روشنی ایسا لگا کہ آسماں سے اتری ہے جس سارے پہاڑ نور میں نہا گئے ہیں اور اتنی روشنی پھیلی ہے کہ شاید پہاڑ بھی اپنا سر چکراتا ہوا محسوس کر رہے ہیں۔

نتیجہ فکر:۔

"بدلی کا چاند" نظم جوش ملیح آبادی کے قوتِ تخیل اور مناظر فطرت کی عکاسی کے سبب ایک دلکش نظم ہے جو روح کے تاروں میں دلکش سر بھر دیتی ہے۔ اور ایسا لگتا ہے یہ چاند اور بادل کی آنکھ مچولی کے رنگوں سے سارا آسماں سرشاری اور مستی کے رنگ و نور میں نہا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

جوش ملیح آبادی کی یہ نظم "بدلی کا چاند" مناظرت فطرت کی عکاسی کے حوالے سے بہت خوبصورت نظم ہے۔ اس میں جوش نے شاعر شباب وانقلاب کہلائے جانے کا حق ادا کرتے ہوئے شاعر شباب کی حیثیت کو دلکش بیان کے ذریعے سے ثابت کیا ہے۔ مناظر فطرت کی عکاسی میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

'بدلی کا چاند' میں جوش ملیح آبادی نے سورج کے ڈوبنے کے بعد جو آسمان پر دھنک کے رنگ بکھرے اور آسماں پر چھوٹا بادل گھوم گھوم کر چاند کے آگے آ آکر جو دلکش نظارے پیش کر رہا تھا اسے بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

آسماں پر بادل اور چاند کی مستی و سرشاری کے حسین مناظر کو جوش نے جن حسین لفظوں کے پیکر تراشتے ہوئے بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جوش ملیح آبادی کہتے ہیں بادل اور چاند کی آنکھ مچولی کے رنگوں کے باعث کبھی پہاڑ روشنی میں نہا جاتے ہیں اور کبھی دریاؤں پہ بھی مسکراہٹ پھیلنے لگتی ہے۔

جوش کا یہ بھی کہنا ہے کہ مناظر فطرت کی یہ رنگینیاں انسانی فطرت کی بھی عکاس ہیں کیوں کہ زمانے میں یکسانیت نہیں ہے پل پل لمحے لمحے بدلتی صورتحال ہے۔ جوش ملیح آبادی کہتے ہیں کہ بادل اور چاند کے بدلتے رنگوں سے آسماں کبھی پرنور اور کبھی بے نور ہو جاتا ہے۔

نتیجہ فکر:۔

جوش ملیح آبادی کی یہ نظم اپنے دلکش انداز بیان اور خوبصورت لفظوں کے استعمال سے بہت متاثر کن نظم ہے۔ جو ان کی قوتِ اظہار کی عکاس ہے۔ اپنی شاعری کے انھی رنگوں کے سبب وہ شاعر شباب وانقلاب کہلاتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

نظم: کتبہ کون لکھے گا؟

شاعرہ: یاسمین حمید

تعارفِ شاعرہ:

یاسمین حمید عہدِ جدید کی نئے لہجے کی خوبصورت شاعرہ ہیں۔ جدید عہد کے مسائل اور استعاروں اور تلمیحات کے ساتھ ان کی شاعری میں خاص پہچان رکھتے ہیں۔

ان کی غزلیں اور نظمیں نئے لہجے اور منفرد اسلوب کی ترجمان ہیں ان کی شاعری کے چار مجموعے شائع ہوئے ہیں جو یہ ہیں۔

مجموعہ کلام:

پس آئینہ، حصارِ بے در و دیوار

آدھا دن آدھی رات، فنا بھی ایک سراب

یاسمین حمید کو شاعری کے سلسلے میں بہت سے اعزازات سے بھی نوازا گیا۔ جن میں فاطمہ جناح ایوارڈ، قائدِ اعظم ایوارڈ اور حکومتِ پاکستان کی طرف سے ستارۂ امتیاز سے بھی نوازا گیا۔

JOIN
FOR
MORE!!!

نظم: کتبہ کون لکھے گا؟

ابھی پہلا ستارے ستارہ ڈھونڈتے ہو تم
ابھی تو روشنی آنکھوں تلک پہنچی نہیں ہے
جب شکست و ریخت کی منزل سے آگے
سینکڑوں نوری برس تسخیر ہو جائیں گے
تب تم آسماں کی آخری حد پر
زمیں زادوں کی باتیں سن رہے ہو گے
خلا اندر خلا سیارہ گاہیں اپنی کم آباد دنیا کو پکاریں گی
زمیں بھی آشنا دستک پہ چونکے گی
مگر پھر کون بولے گا؟
گلستاں، رنگ، خوش بو
چہچہاتے پیڑ اور چنگھاڑتے جنگل
اکیلے کیا کریں گے
شہروں شہروں گھومتے دن رات

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☎: 34976530-34812547-34984762

کس کو تھپکیاں دے کر سلائیں گے، جگائیں گے
کسی ویران قریے میں
الاؤ سینکتے ہاتھوں کی بے مصرف لکیریں
اپنے ہونے کا گلہ کس سے کریں گی
پتھروں کی، برف کی جانب پلٹتی زندگی کو
کون پُرسا دینے آئے گا
خلا اندر خلا گنجان سیاروں کے سارے خواب
بے تعبیر رہ جائیں گے تو اس سانحے پر
کون روئے گا۔۔۔ زمین زادوں کا کتبہ کون لکھے گا؟

مرکزی خیال:

نظم "کتبہ کون لکھے گا؟" یاسمین حمید کی ایک جدید آزاد نظم ہے جس میں انہوں نے آج کے انسان کی بے بسی کا نوحہ بیان کیا ہے ان کا خیال ہے کہ:

"ابھی یہ کائنات کی تسخیر کا عمل ابتدائی مرحلے میں ہے ابھی تو انسان کو بہت کچھ دریافت کرنا ہے۔"

بقول علامہ اقبال:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

یہاں شاعرہ کا خیال یہ بھی ہے کہ ابھی دریافت کا سفر بہت دور ہے، کٹھن ہے، جبکہ انسان بھرپور انداز میں اپنے وجود کے محدود ہونے کے صدمے سے دوچار بھی نظر اتا ہے۔

اقبال عظیم نے کا کہنا ہے کہ

زمیں آسماں ایک کر دینے والو
زمین ایک ہے آسماں اور بھی ہیں

یاسمین حمید کا کہنا ہے کہ خلاؤں میں سیارچوں کی ایک ترتیب ہے اور ان کے دریافت ہونے میں سینکڑوں نوری سال کا فاصلہ ہے اس نظام شمسی میں یہ دنیا ایک نقطے کے برابر ہے اور ہم انسان اس کی شکست وریخت کا منظر بھلا کہاں دیکھ پائیں گے لیکن اس زمین پر رہنے والوں کی باتیں کون سن رہا ہو گا؟ اور پھر فنا کی ہوائیں اپنے پر پھیلا کر کائنات کے سیارچوں پر دستک دیں گی، تو پھر زمین پر رہنے والے کس سے گلہ کریں گے، پھر یہ سارے گلستاں اور اس کے خوبصورت رنگ، خوش بو، اور ہرے بھرے شجر کس کا انتظار کریں گے۔ وہ تنہا اکیلے رہ جائیں گے۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE

فنا کی آندھی کے شکار زمیں زادوا پنے ہونے کا گلہ کس سے کریں گے یہ رات دن ، یہ شہروں گھومتے گھومتے بے مصرف ہو جائیں گے اور زندگی برف تلے دب کر رہ جائے گی پھر زندگی کا پرسا دینے والا بھی نہ ہو گا اور سانحے پر سارے خواب بے تعبیر ہو جائیں گے۔

شاعرہ یاسمین حمید کا کہنا ہے کہ جب زندگی روئے زمین سے فنا ہی ہو جائے گی تو کون ہو گا جو اس کا کتبہ لکھے گا؟

نتیجہ فکر:

یہ نظم عہدِ جدید کے انسان کے ان خیالات کی عکاس ہے کہ جب وہ زمین پر نہیں رہے گا تو پھر کون ہو گا؟ اور جب کوئی نہیں ہو گا تو صرف وہی ہو گا جو مالکِ کُل ہے تو پھر جو حاضر بھی ہے اور غائب بھی ۔ اور اس سانحے کا۔ کتبہ کون لکھے گا سب بے نام ہو جائے گا۔

نظم: مرہم

شاعر: مختار کریمی

تعارف شاعر:

مختار کریمی ہجرت کے بعد پاکستان آئے اور حیدرآباد سندھ میں سکونت اختیار کی۔ سندھ یونیورسٹی سے ایم اے اردو ادب کرنے کے بعد درس و تدریس سے وابستہ ہوئے اور پھر 1989 میں ریٹائر ہو کر کراچی میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔

شعر و سخن کا ذوق بچپن سے تھا۔ آپ کے دو شعری مجموعے "خیال کی دستک" اور "نہال درد" شائع ہو چکے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

پروفیسر سحر انصاری کہتے ہیں کہ:

"مختار کریمی کی شاعری کی خوبی یہ تھی کہ وہ فیشن ایبل جدیدیت کا شکار ہوئے بغیر اپنے موضوعات اور لفظیات اور پیرایہ اظہار جہاں تک یہاں تک کہ ہیئت اور اسلوب میں جدّت سے کام لیتے ہیں"۔

نظم:

مرہم

ہوائے تیز کیوں بے تاب پھرتی ہے
کبھی صحرا، کبھی گلشن، کبھی ساحل، کبھی دریا
ہوا جو یائے مرہم تو نہیں ہے
کبھی ہم بھی یوں ہی بے تاب رہتے تھے
ہوا کو
کون سمجھائے
یہی زخمِ تمنّا زندگی ہے۔

نظم کا مرکزی خیال:

مختیار کریمی کی یہ نظم ہماری جدید زندگی کی ترجمان ہے کہ ہر طرف تیز رفتاری ہے ہر طرف بھاگ دوڑ ہے۔ کسی شے میں قرار نہیں، زمانہ کسی کا نہیں، اس کی اپنی رفتار ہے، زمانے کی بے تابی ضرور ہے مگر یہی اس جہاں کی روایت ہے۔ یہ برق رفتاری ہر شے میں ہے۔ صحرا، گلشن، ساحل، دریا، یہ سب اپنی دھن میں رواں دواں ہیں، ان کے پاس انسان کی بے چینی کا کوئی علاج نہیں ہے۔

شاعر کا اس نظم میں یہ بھی کہنا ہے کہ ہماری زندگی ایک جہدِ مسلسل ہے۔ ہمیں ایسے ہی جینا ہے اور کبھی کبھی ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایسے کیوں چل رہا ہے، مگر پھر یہ خیال آتا ہے کہ یہی زندگی ہے اور یہ سب کچھ ایسے ہی چلتا رہے گا اور انسان سب اسی طرح رہ کر اپنی زندگی گزار کر بے بسی کے ساتھ چلے جائیں گے اس لیے کہ ہم زمانے کی رفتار اور کائنات کی تبدیلی کے سامنے بے بس ہیں۔

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی

نتیجہ فکر:

JOIN FOR MORE!!!

مختار کریمی کی یہ نظم "مرہم" اپنی ہیئت کے اعتبار سے آزاد نظم ہے۔ اس میں انھوں نے پیغام دیا ہے کہ زندگی رواں دواں ہے اور رہے گی۔ اس نظم شاعر مختار کریمی نے انسان کی بے بسی کی تصویر پر کھینچتے ہوئے اسے حوصلہ دیا ہے کہ یہ ہلچل، یہ بے چینی، جو کائنات کی ہر شے میں یہاں ہے، یہی ہماری زندگی ہے اور ہم نے اسے ہر حال میں گزارنا ہے۔

سارتر کے کیا خوب کہا ہے کہ:

"زندگی فطرت کا جبر ہے اور اسے ہم نے ہر حال میں گزارنا ہے۔"

نظم: دو بہرے شناساؤں کی ملاقات

شاعر: سید ضمیر جو جعفری

تعارف شاعر:-

ضمیر جعفری اردو کے ممتاز، کامیاب مزاح نگار اور شاعر ہیں۔ آپ کی شاعری کے مجموعوں میں " مافی الضمیر "، "کتابی چہرے" اور "لہو ترنگ" ہیں۔

جبکہ آپ نے نغمہ نگاری میں بھی اپنے خوب جوہر دکھلائے ہیں۔ آپ نے بہت سے قومی نغمے بھی لکھے۔ آپ کا لکھا ہوا ایک نغمہ " میرا لونگ گواچہ" مسرت نذیر کی آواز میں آج بھی کانوں میں رس گھول دیتا ہے۔ آپ کئی رسائل کے ایڈیٹر بھی رہے اور آپ نے فوج میں سرکاری ملازمت بھی کی۔ آپ کی علمی و ادبی خدمات کے باعث حکومت نے آپ کو تمغۂ قائداعظم اور صدراتی تمغہ برائے حسن کارکردگی اور ہمائیوں گولڈ میڈل کے انعامات سے بھی نوازا گیا۔

سید ضمیر جعفری خود کہتے ہیں کہ

ہمیں معلوم ہے دنیا میں اک دن ہم نہیں ہوں گے
مگر جو ہم پہ گزری ہے اسے دُہرائے گی دنیا

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

نظم کا مرکزی خیال:

سید ضمیر جعفری دنیائے طنز و مزاح کی منفرد اور توانا آواز ہیں۔ انھوں نے ظرافت کو بہت خوبصورت رنگوں میں پیش کیا ہے۔ زیر نظر نظم "دو بہرے شناساؤں کی ملاقات" میں انھوں نے خوبصورت منظر نگاری، مکالمہ نگاری کا دلکش نقشہ کھینچا ہے۔

اس نظم کے دونوں کردار دوست ہیں اور دونوں کانوں سے بہرے ہیں۔ ایک سوال کرتا ہے تو دوسرا جواب دیتا ہے دونوں اپنی اپنی مستی و سرشاری کی دنیا میں گم ہیں۔ سوال کچھ، جواب کچھ، یہ نظم ہمارے دور کا ایک المیہ بھی ہے کہ ہم سب اپنی اپنی کہتے ہیں، دوسرے کی بالکل نہیں سنتے ہیں۔

یہ نظم دلکش انداز بیان اور مکالمہ نگاری کے حوالے سے دل کی دنیا میں خوب ہلچل مچاتی ہے۔ اور مسائل کے اس پر آشوب دور میں پڑھنے والے کے ہونٹوں پر تبسم کے ستارے جگمگانے لگتے ہیں۔

پہلے شعر میں دوست سلام کرتا ہے اور حال پوچھتا ہے جواب میں دوسرا کہتا ہے کہ ہاں میرے پاس دو، رومال ہیں۔ ایک تھال ہے۔ یہاں شاعر نے رومال اور تھال کے قافیے ملا کر مزاح کے خوب رنگ بکھیرے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

دوسرے شعر میں پہلا دوست کہتا ہے کہ آج کل کے انسانوں میں ذوق ہم دردی بہت ہے۔ دوسرا اس کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہاں مجھے آج کل کھانسی بھی ہے اور موسم میں سردی بھی بہت ہے۔

تیسرے شعر میں پہلا دوست کہتا ہے کہ آج میرا بازار جانے کا ارادہ ہے دوسرا کہتا ہے کہ ہاں ابھی دن کے بارہ بجے ہیں اور اتوار کا دن ہے۔

چوتھے شعر میں پہلا دوست کہتا ہے کہ کیا آپ کے منجھلے چچا اب بھی ملتان میں رہتے ہیں۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ ہاں میرے کان میں کچھ درد سا رہتا ہے۔

پانچویں شعر میں پہلا دوست کہتا ہے کہ گزشتہ رات سے میری بیگم بیمار ہیں۔ تو دوسرا فوراً کہتا ہے کہ تم نے بہت اچھی بات کہی میرا تو دل ہی خوش ہو گیا تمہاری اس بات سے۔

چھٹے شعر میں پہلا دوست معلوم کرتا ہے کہ ہمارے انگلینڈ والے افسر کا تار آیا ہے یا نہیں۔ تو دوسرا دوست یہ سن کر کہتا ہے ہاں ابھی بخار نہیں آیا۔

نظم کے آخری شعر میں پہلے دوست نے معلوم کیا کہ آپ کو اپنی جوانی کا زمانہ یاد ہے تو دوسرے میں کہا کہ ہاں منہ زبانی یاد ہے۔

نتیجہ فکر:-

یہ نظم ہمارے معاشرے کے ایک پہلو کی زبردست عکاسی کرتی ہے کہ ہم سب اپنی اپنی دنیا میں مگن ہیں۔ اپنی سناتے ہیں دوسرو کی نہیں سنتے۔ یہ نظم طنز و مزاح کی بھرپور عکاسی کرتی ہے اور انسانی نفسیات کی خوبصورت ترجمانی کر رہی ہے کہ ہم اپنی ذات میں گم لوگ ہیں۔ اپنے مطلب کی بات کرتے ہیں اور اپنے مطلب کا جواب گھڑ لیتے ہیں۔

نظم:

گیت

شاعر:

نگار صہبائی

تعارف شاعر:

اردو شاعری کی دنیا میں گیت نگاروں میں ایک اہم اور معتبر نام نگار صہبائی کا ہے۔ ان کے گیتوں میں جذبوں کی نرمی اور عنایت بھی اظہار ملتا ہے۔ وہ ایک صوفی منش گیت نگار اور قلندرانہ مزاج لکھنے والے شاعر تھے۔ ان کے گیت کیف، سرشاری، سچائی، خلوص، محبت کی چاشنی میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ تمام انسانی زندگی، اس کے رشتوں، دکھ سکھ اور محبت کے جذبات کو انھوں نے اپنے گیتوں میں کمال مہارت سے پیش کیا ہے۔

بقول انجم اعظمی:

"انھوں نے مشرقی عورت کے جذبات کو دردمندی کے احساس کے ساتھ اپنے گیتوں میں اس طرح سمویا ہے کہ خود بخود نشاطیہ آہنگ پیدا ہو گیا ہے"۔

JOIN FOR MORE!!!

نگار صہبائی کے گیت کے مصرعے ہیں:

مہندی سے لکھ دوری ہاتھوں پہ سکھیو
میرے سنوریا کا نام
کتنا سہانا سمن ہے لگن کا
مجھ کو سنورے سے کام

نظم۔ گیت کا مرکزی خیال:۔

اس گیت میں نگار صہبائی نے ایک عورت کی طرف سے اپنے محبوب کے لیے جذبات کو نہایت سرشاری اور محبت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

جس میں وہ کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب میرے من کے آنگن میں محبت کے دیپ جل رہے ہیں شام کے ستاروں کی روشنی میرے دل کی دنیا میں ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ یوں لگ رہا ہے کہ ہر طرف جیسے جنگلوں میں سرسوں کے پھولوں کی بہاریں اپنے جوبن کے ہر رنگ بکھیر رہی ہیں اور ہوائیں مہندی کے رنگوں کو ہر طرف پھیلا رہی ہیں جس سے ماحول میں دھنک کے رنگ بکھر گئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ میرے محبوب، محبت کی یہ حسین فضائیں سروں کے خوبصورت راگ ہر طرف سناتی رہیں اور محبت کے رنگوں سے سروں کی جھنکاریں ہر طرف ماحول کو مترنم بناتی رہیں۔

نگار صہبائی نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ میرے محبوب کی محبت کی مہک نے میرے من کے اندر چاندی کے رنگ بھر دیے ہیں یوں لگتا ہے کہ رات بھی اپنے پلّو کو جھٹک کر کہیں چلی گئی ہے اور میرے دل کے آسماں پر حنا کے ایسے رنگ رچے ہیں کہ جیسے کھیتوں میں

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

سرسوں کی بہاریں پھیل گئی ہیں۔

یہاں نگار صہبائی نے دعائیہ انداز میں کہا ہے کہ میرے محبوب کی محبتوں کی یہ فضائیں اپنے سُر بکھیرتی رہیں اور محبوب ہمیشہ خوش اور سرشاری کی دنیاؤں میں ستاروں کی مانند اپنے دل کی دنیا میں جگمگاتا رہے۔

نتیجہ فکر:

نگار صہبائی نے اپنے اس گیت میں مترنم آہنگ کے ساتھ محبوب کو دعائیہ انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس کے سپنے ہمیشہ شام کے پہلے تاروں کی طرح روشن رہیں اور محبت کے دیپ اُس کی زندگی میں چاندنی جیسی ایسی روشنی بھر دیں کہ اس کے دل کے آنگن میں ہر طرف نغمگی اور سروں کی سہانی فضائیں اپنے دلکش رنگ بکھیرتی رہیں۔

نگار صہبائی نے اس گیت میں زندگی کے حسن و جمال، دل آویزی اور تمکنت اور ہجر و وصال کی کیفیت کو سمو کر بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

نظم: ثلاثی "اسلوب"

شاعر: حمایت علی شاعر

تعارف شاعر:

حمایت علی شاعر دنیائے اردو ادب کے نامور شاعر، مورخ اور ڈراما نگار تھے آپ نے جدید اردو شاعری میں میں ثلاثی کے فن کو ایجاد کیا جبکہ آپ کا شمار پاکستان کے نامور نغمہ نگاروں میں بھی ہوتا ہے۔ آپ نے پاکستان میں اُردو ڈراما کے موضوع پر کام کیا جبکہ آپ کا دوسرا حقیقی مطالعہ، اردو نعتیہ شاعری کے 700 سال، ہندوستان سے شائع ہوا۔

آپ نے صحافت میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں جبکہ کئی فلمیں بھی بنائیں اور نغمہ نگاری پر کئی نگار ایوارڈ بھی حاصل کیے حکومت پاکستان نے آپ کی خدمات کے صلے میں 2002 میں پرائیڈ آف پرفارمنس بھی عطا کیا۔

حمایت علی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

میں کچھ نہ کہوں اور چاہوں مری بات
خوشبو کی طرح اڑ کے تیرے دل میں اتر جائے

نظم: ثلاثی "اسلوب"

کس طرح تراش کر سجائیں
نادیدہ خیال کے بدن پر
لفظوں کی سلی ہوئی قبائیں

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE

نظم ”اسلوب“ کا مرکزی خیال:۔

نظم کا بنیادی خیال، خیال کو لفظوں کے پیراہن میں ڈھالنا حمایت علی شاعر نے شاعری میں جدید اردو نظم نگاری میں ثلاثی تخلیق کر کے شاعری کی ایک نئی ہیئت ایجاد کی ہے۔ یہ نظم تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

میر تقی میرؔ کا کہنا ہے کہ

تختی لکھنا کھیل نہیں ہے
دل کی طاقت لکھواتی ہے

اپنی نظم اسلوب میں حمایت علی شاعر نے کہا ہے کہ عام طور پر خیال کو لفظوں کے پیراہن میں پیش کرنا بہت مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو خیالات ذہن میں ہی قتل ہو جاتے ہیں لیکن شاعر کا کمال ہے کہ وہ اپنے جذبوں اور احساسات کو لفظوں کے پیراہن میں بڑی خوبی اور مہارت سے پیش کرتا ہے کہ عام قاری حیران ہو جاتا ہے۔

غالبؔ نے کہا تھا کہ:۔

آتے ہیں غیب سے مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خانہ نوائے سروش ہے

دراصل شاعری الہامی کیفیات کو پیش کرنے کا نام ہے لیکن کبھی کبھی خیال پابندیوں کے باعث لفظوں میں پیش نہیں ہوتا تو شاعر، شاعری کے نئے سانچوں کی تلاش میں رہتا ہے اور حمایت علی شاعر نے اپنے خیالات کے نئے نئے پیراہن میں پیش کیا ہے اور یہی ان کا اسلوب ہے جو انہیں دوسرے شعراء سے ممتاز بناتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

نظم: ہائیکو آبِ زم زم

شاعر: رسا چغتائی

تعارف شاعر:۔

رسا چغتائی دنیائے اردو کے ایک خوبصورت شاعر تھے۔ ”زنجیر تنہائی“ اور ”تیرے آنے کا انتظار رہا“۔ آپ کے خوبصورت مجموعہ کلام ہیں۔

جبکہ آپ کی دیگر تصانیف میں ”ریختہ“ اور ”چشمہ ٹھنڈے پانی کا“، بھی بہت اہم ہیں۔ آپ نے غزل، نظم کے علاوہ شاعری کی دیگر جدید اصناف میں بھی اپنے خیالات کو پیش کیا۔ نثری نظم اور ہائیکو میں آپ اپنی مثال آپ ہیں۔

تیرے آنے کا انتظار
عمر بھر موسم بہار رہا

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

ممتا کا دم تھا

یا بچے کی ایڑی میں

آبِ زم زم تھا

نظم کا مرکزی خیال:۔

رسا چغتائی کی ہائیکو کی ہیئت میں لکھی گئی تین مصرعوں کی نظم "آبِ زم زم" میں انہوں نے بی بی حاجرہ کی محبت کے جذبے کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

کہ جب وہ اپنے بیٹے کی پیاس کو دیکھ کر تڑپ اٹھیں تھیں وہ صفا و مروہ کی درمیان بے چینی اور بے قراری میں چکر کاٹ رہی تھیں پانی کی طلب سے وہ آسمان والے سے التجا کر رہی تھیں کہ اے مرے رب اپنا معجزہ دکھا اور میرے بچے کے لیے پانی کا کوئی انتظام کرا دے۔

اللہ نے بی بی ہاجرہ کی اس التجا کو قبول کرتے ہوئے معجزہ دکھا دیا کہ جیسے ہی بچے کی ایڑی زمین پر لگی تو پانی کا ایسا چشمہ پھوٹ پڑا جو آج بھی جاری و ساری ہے یہ پانی آبِ زم زم ہے جو تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے اور تا قیامت ایک ماں کی ممتا کی محبت کا احساس دلاتا رہے گا۔

نتیجہ فکر:۔

اس نظم میں ایک تاریخ کو جذبے کی سچائی عقیدت اور محبت کے احساس کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ نظم ایک تلمیح بھی ہے جو ممتا کی محبت کے احساس کو اجاگر کرتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

نظم: ہائیکو کام

شاعرہ: وضاحت نسیم

تعارف شاعرہ:۔

وضاحت نسیم دورِ جدید کی منفرد لب و لہجے کی شاعرہ ہیں۔ غزل، نظم، آزاد نظم کے ساتھ ساتھ آپ نے ہائیکو میں بھی اپنے خیالات کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ انسان کے اندرونی جذبوں کو بڑے دھیمے انداز میں پیش کرنے کا ہنر انہیں خوب آتا ہے۔ نغمگی اور دل میں اترنے والی کیفیت کا بھرپور احساس ان کی شاعری کا خاص رنگ ہے۔

تیرے دل سے اگر اتر جائیں

تو ہی بتلا کہ ہم کدھر جائیں

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

نظم: ہائیکو

کام

ذات میں اپنی گم
کام سے اپنے کام تمھیں
ہم سے اچھے تم

نظم کا مرکزی خیال:۔

نظم "کام" جو کہ ہائیکو کی ہیئت میں لکھی گئی ہے شاعرہ وضاحت نسیم نے اپنی اور اپنے محبوب کی نفسیات کو تین مصرعوں میں بڑی خوبصورتی اور دلکشی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

وضاحت نسیم کا کہنا ہے کہ ہم تو زمانے بھر کا غم اپنے دل کی دنیا میں لیے پھرتے ہیں دنیا کے بدلتے رنگ ہمارے حساس دل کو بے چین کیے رکھتے ہیں اور شاید ہماری کیفیت ہماری زندگی ہے جو اضطراب سے بھرپور ہے۔

یہاں شاعرہ کا اپنے محبوب کو رشک سے دیکھتے ہوتے کہنا ہے کہ تم تو صرف اپنے ذات میں گم ہو تمہیں تو اپنے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے۔

ڈاکٹر بشیر بدر کا کہنا ہے کہ:۔

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے

نتیجہ فکر:۔

اپنی نظم "کام" میں وضاحت نسیم نے اپنی دلی کیفیت کو بڑی سادگی سے ہائیکو کے تین مصرعوں میں بیان کیا کہ میرا محبوب اپنی ذات میں گم ہے اسے کسی کے جذبوں سے کوئی سروکار نہیں ایک ہم ہیں کہ دنیا کے غم اور محبوب کے ستم ہمیں ہر لمحے بے چین کیے رکھتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

PRACTICAL CENTRE

CLASS-XII

JOIN
FOR
MORE!!!

اُردو (لازمی)

سیٹ ۔ ۵

خلاصے اور مختصر سوالات کے جواب

2023-24

info@practicalcentre.edu.pk

021-34976530
021-34812547
021-34984762

B-14, Block-1,
Gulshan-e-Iqbal, Karachi.

www.practicalcentre.edu.pk

فہرست

ادب آموزوں کے نام ---------- چراغ حسن حسرت

میرا البم ---------------- وزیر آغا

سحر ہونے تک -------------- فضل احمد کریم فضلی

زمین ---------------- خدیجہ مستور

نئے دور کی لڑکی ---------- مرزا قلیچ بیگ

چارمال دار ------------ حیدر بخش حیدری

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی -------- پطرس بخاری

کرکٹ ---------------- مشتاق احمد یوسفی

اور مشقوں سے مختصر سوالات کے مختصر جوابات

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

میرا البم

مصنف کا نام۔۔۔۔۔۔وزیر آغا

ماخوذ از۔۔۔۔۔۔۔دوسرا کنارا

تصانیف۔۔۔۔۔۔غالب کا ذوقِ تماشا، انشائیہ کے خدوخال، دوسرا کنارا

تعارف مصنف:

ڈاکٹر وزیر آغا اردو کے جدید انشائیہ نگار ہیں بعض ناقدین انھیں اُردو کا پہلا انشائیہ نگار بھی کہتے ہیں۔ ادبی صحافت کے ساتھ ساتھ تحقیق، تنقید، شاعری اور مزاح نگاری پر بھی طبع آزمائی کی۔ تحریر میں سادگی کا حُسن جھلکتا ہے۔ روانی، فصاحت اور بلاغت نے ان کی تحریر میں سحر انگیزی پیدا کر دی ہے۔

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی کہتے ہیں کہ:

"ڈاکٹر وزیر آغا نے تہذیبی عوامل کے پس منظر میں اُس کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور اُس میں انھیں قابلِ رشک کامیابی ہوئی ہے۔"

خلاصہ:

مصنف وزیر آغا اپنے اس انشائیے میں لکھتے ہیں بے ترتیبی پھیلانا ہمارا قومی مشغلہ ہے، وہ لکھتے ہیں کہ جب بے ترتیبی پھیلا کر وہ بور ہوئے تو منہ کا ذائقہ بدلنے کیلئے ترتیب اور قرینے کی مہم شروع کی، کمرے کے دروازے کو مقفل کیا اور پھر کاغذات کے ڈھیر میں کام کی چیزیں ڈھونڈنے لگے ان میں اخباروں کے تراشے، دعوت نامے دوستوں کے خطوط، ادھوری نظمیں، نامکمل مضامین کے مسوّدے، ہوٹلوں کے بل اور نہ جانے کیا کچھ موجود تھا۔ کاغذات کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے اچانک اُن کی نگاہ بدوضع اور کیڑوں کے کھائے ہوئے ایک پیکٹ پر پڑی، اٹھا کر دیکھا تو وہ ان کا گمشدہ البم تھا جو انھیں باوجود تلاش کے نہیں ملا تھا۔ انھوں نے البم سے گرد جھاڑی تب اچانک انھیں پہلے ہی صفحے پر ایک چمکتی ہوئی تصویر دکھائی دی۔ پہلی نظر میں پہچان نہیں پائے۔ جب دوبارہ تصویر کو غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ ان کی خود کی تصویر ہے جو چالیس سال پہلے اس وقت کھینچی گئی تھی جب انھوں نے ایم۔ اے کی سند حاصل کی تھی۔

لکھتے ہیں کہ جب وہ چند صفحے آگے بڑھے تو ایک اور مدھم سی تصویر نظر آئی جو کہ ایک پہاڑی علاقے کی تھی، تصویر کے پس منظر میں چیڑ کے درخت اور ایک پہاڑ تھا۔

پہاڑ کے پہلو میں ایک کائی زدہ چٹان پر دو پھولے ہوئے گالوں اور چمکتی ہوئی آنکھوں والے دو لڑکے بیٹھے تھے۔ ان میں ایک شمس تھا اور دوسرے وہ خود البم کے اس سے اگلے صفحے پر ایک اور ایسی تصویر دکھائی جسے دیکھ کر وہ ماضی کی یادوں میں کھو گئے۔ یہ تصویر ان کی والدہ کی تھی جو پلنگ پر بیٹھی تھیں۔ سامنے کھانے کی ٹرے رکھی تھی ان کے ایک ہاتھ میں لقمہ اور دوسرے ہاتھ میں پنکھا والدہ کے پاس ہی مصنف کے بڑے بھائی بیٹھے تھے جن کی کسی بات پر ان کی والدہ بے اختیار ہنس پڑی تھیں۔ انھوں نے خود اس لمحے کو کیمرے سے کاغذ پر منتقل کیا تھا مصنف لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں، بھائی بھی رخصت ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ ہنستا ہوا منور لمحہ بہ دستور زندہ ہے، ایک مدت بعد انھیں اپنا کھویا ہوا البم مل گیا ان خوشگوار لمحات کو انھوں نے ہنستے ہوئے دیکھا جیسے کوئی بہت بڑا انعام مل گیا ہو۔

مصنف کے نزدیک البم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے اندر زندہ اور متحرک لمحوں کو سمالیتا ہے۔ البم کی تصاویر یاد کے نورانی حلقے ہیں ان حلقوں سے یادیں وابستہ نہ رہیں تو البم صرف تصویروں کا مردہ خانہ بن جاتا ہے۔ البم تو البم والے کی جائیداد ہے جسے اور

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☎: 34976530, 34812547, 34984762

کوئی اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا۔ انھوں نے اپنے "یوسف گم گشتہ" کو اٹھا کر اپنی جیب میں رکھا انھیں یوں محسوس ہوا جیسے جیب میں ضیا پاشی ہو رہی ہے اور خوشی ان کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔

حاصل تحریر:

انسان فطرتاً اپنے ماضی سے دلچسپی رکھتا ہے۔ ماضی کی تصاویر کا البم دیکھ کر وہ سنہری یادوں میں کھو جاتا ہے۔ جو خوشی اور طمانیت کا باعث بنتی ہیں۔

ادب آموزوں کے نام

مصنف کا نام۔۔۔۔۔۔۔ چراغ حسن حسرت

ماخوذ از۔۔۔۔۔۔۔۔ حرف و حکایت

تصانیف۔۔۔۔۔۔۔ سرگزشتِ اسلام، سرکارِ مدینہ، حرف و حکایت

JOIN FOR MORE!!!

تعارف مصنف:

چراغ حسن حسرت اردو ادب میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں وہ مزاح نگار، کالم نگار، تحریف نگار اور شاعر بھی تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے مشہور شخصیات کے سوانحی خاکے بھی لکھے، ان کی تحریر میں سادگی اور بے ساختگی کا حسن پایا جاتا ہے۔ حالات حاضرہ پر ہلکے پھلکے انداز میں اظہار خیال کرنے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔ صحافت ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔

سعادت حسن منٹو، کہتے ہیں کہ:

"اُردو صحافت سے حسرت کا رشتہ بہت مضبوط ہے۔ وہ خدا نخواستہ مر بھی جائیں تو مزاح نگاری ساری عمر عدّت میں گزار دے گی۔"

خلاصہ:

چراغ حسن حسرت، ادب سکھانے والوں پر نہایت لطیف انداز میں طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے سعدی کی معروف کتاب میں ایک حکایت پڑھی، جس میں شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ "لقمان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ادب کس سے سیکھا لقمان نے جواب دیا: بے ادبوں سے۔"

مصنف کہتے ہیں کہ پچھلے دنوں انھیں بھی ایک کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے سرورق پر نگاہیں جم کر رہ گئیں۔ کتاب کا نام ہے "بے وقوفوں سے عقل سیکھو" مصنف کا نام پڑھتے ہی انھیں اندازہ ہوا کہ انھیں اپنے سوالوں کا جواب مل گیا۔ اور شیخ سعدی کی حکایت بھی سمجھ میں آگئی۔ مصنف نے ان ادیبوں اور دانشوروں پر طنز کیا ہے جو اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں اور دوسروں کو عقل سکھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

مصنف، نہایت لطیف انداز میں طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم اور عقل ایسی چیزیں نہیں جن کا مول تول نہ کیا جا سکے۔ لوگوں نے عقل اور علم دونوں کا وزن بھی معلوم کر لیا ہے۔ اس بات کا اندازہ فارسی ضرب المثل سے بھی لگا جا سکتا ہے کہ "ایک من علم کے لیے دس من عقل چاہیے۔" اس سے معلوم ہوا کہ علم اور عقل دونوں ایسی چیزیں ہیں جو منوں کے حساب سے تل کر بکتی ہیں۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

مصنف لکھتے ہیں کہ عقل کا وزن معلوم ہونے کے بعد تعلقاتِ عامہ کا محکمہ "نیک نامی" کے مول تول میں مصروف ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ "علم و عقل" کی ایک آدھ کھیپ منگالی جاتی اور ایک من علم اور دس من عقل کے حساب سے تقسیم کر دی جاتی تو ہمارے بہت سارے مسائل حل ہو جاتے نیک نامی اچھی چیز لیکن اب نیک نامی سے زیادہ عقل و علم کی ضرورت ہے۔

حاصلِ تحریر:

بے ادبوں سے ادب اس طرح سیکھا جا سکتا ہے کہ ان کی بے ادبیوں اور نادانیوں پر نظر رکھی جائے اور خود کو ان حرکتوں سے دور رکھا جائے۔

سحر ہونے تک

مصنف کا نام ۔۔۔۔۔۔۔ فضل احمد کریم فضلی

ماخوذ از ۔۔۔۔۔۔۔ سحر ہونے تک

تصانیف ۔۔۔۔۔۔۔ چشمِ غزال، سحر ہونے تک، خونِ جگر ہونے تک

تعارفِ ناول نگار:

فضل کریم فضلی ناول نگار، شاعر اور فلم ساز تھے نیز کئی زبانوں پر عبور اور مہارت رکھتے تھے۔ انھوں نے آئی سی ایس کا امتحان پاس کیا اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈی لٹ (ڈاکٹر آف لٹریچر) کی سند حاصل کی، پاکستان میں اہم عہدوں پر فائز رہے، ان کے دو ناول بڑے مشہور ہوئے ایک "خونِ جگر ہونے تک" دوسرا "سحر ہونے تک" طرزِ تحریر میں سادگی، شگفتگی اور جذبے کی صداقت نمایاں نظر آنے والی خصوصیات ہیں۔

آغا نیاز کہتے ہیں۔

"خونِ جگر ہونے تک" اور "سحر ہونے تک" ان کے ناول ہیں یہ ناول بھی فضلی کے ایک بیدار ذہن کا پتہ دیتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!

خلاصہ:

ناول "سحر ہونے تک" "تحریکِ پاکستان کے تناظر میں لکھا گیا ہے، نصاب میں شامل یہ حصہ قائدِ اعظم کی کلکتہ آمد کے موقع پر اُن کے شاندار استقبال کا ہے، تحریکِ پاکستان کی جدوجہد تیز تر کرنے کے لیے قائدِ اعظم نے پورے ہندوستان کی مسلم آبادی والے شہروں کے دورے شروع کر دیے اسی سلسلے میں قائدِ اعظم کلکتہ پہنچے تو مصنف لکھتے ہیں کہ آج کلکتہ رنگ و نور میں ڈوبا ہوا تھا، کلکتہ کی سرسبز و شاداب سرزمین مسلم لیگ کے سبز پرچموں اور مسلمانوں کے زیب تن کیے پرچمی رنگوں کے ملبوسات نے پوری فضا کو سبز سبز کر رکھا تھا۔ لوگوں کے چہروں پر خوشی کی چمک اور جوش و جذبے کا نور جھلک رہا تھا کیونکہ آج وہ اپنے محبوب لیڈر کو دیکھنے اور سننے والے تھے، کلکتے کا ہوڑہ اسٹیشن اور معلق پل لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اسٹشن اور پل پر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی استقبال کے لیے آنے والے لوگوں میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو، سکھ، عیسائی، اینگلو انڈین، انگریز اور امریکن بھی تھے۔ مسلمان تو اس جلسے میں عقیدت اور محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر آئے تھے لیکن دیگر قوموں کے لوگ تماشا دیکھنے اور تصویر کھینچنے کے لیے موجود تھے۔

مسلم لیگ کے باوردی نیشنل گارڈ جلسے کے انتظامات سنبھال رہے تھے اور جلسے کو منظم کر رہے تھے۔ ان میں مخلص، لیلیٰ، نازش، تسنیم، عرفان ملاّ، شمس الدین اور لتا سرِفہرست تھے۔ یہ تمام رضاکار اپنی ذمے دارانہ حیثیت کے مطابق مختلف جگھوں پر تعینات تھے، اور جلوس کو منظم کرنے اور جلسے کو کامیاب بنانے کی کوششوں میں مصروف تھے، لیلیٰ بخار کے باوجود اپنی ذمے داریاں نبھا رہی تھی۔

جیسے ہی قائدِاعظم کی ریل اسٹیشن میں داخل ہوئی پوری فضا اللہُ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی تکبیر کے نعروں کے علاوہ قائدِاعظم زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے پورا ہوڑہ اسٹیشن گونج رہا تھا لوگوں کا ہجوم کھڑکیوں، دیواروں اور چھتوں پر اُمڈ آیا غیر ملکی مسٹر اسمتھ جو جلسے کی تصاویر بنانے آئے تھے کوئی اونچی جگہ نہ پا کر گھوڑا گاڑی کی چھت پر چڑھ کر تصویریں بنانے لگے۔ امریکن مسٹر ریمزے کو جب کوئی جگہ نہ ملی تو وہ موٹر کار کی چھت پر چڑھ کر جلوس کا منظر دیکھنے لگے۔ ریمزے نے قائدِاعظم کا نام پہلے چائے کے باغ میں سنا تھا اس وقت وہ قائدِاعظم کو ذرا بھی اہمیت نہ دیتا تھا اس کا خیال تھا کہ مسلم لیگ، ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں رخنہ ڈالنے کے لیے سازش کے طور پر بنائی گئی ہے اور ہندوستان کا واحد لیڈر گاندھی ہے، یہی خیال عام امریکنوں کا بھی تھا۔ آج جب ریمزے نے قائدِاعظم کا یہ عظیم الشان جلوس اور مجمع کا جوش و خروش دیکھا تو چکر سا آگیا اور سمجھ گیا کہ واقعی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم سمجھتے ہیں اور ان کا لیڈر گاندھی نہیں بلکہ جناح ہے جسے وہ قائدِاعظم کہتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

یوپی اور بہار کے کچھ مزدور بھی اس مجمع میں موجود تھے ایک مزدور نے دیہاتی لہجے میں قائدِاعظم زندہ باد کو جندہ باگ کہا جس کا مطلب زندہ شیر ہے نیز قائدِاعظم مسلمانوں کا راجا ہے، بخار میں مبتلا لیلیٰ پاس کھڑی اس دیہاتی کی بات سن کر بے اختیار مسکرا اٹھی اور خیال کرنے لگی اس دیہاتی نے جندہ باگ خوب کہا، مسٹر جناح واقعی ایک زندہ شیر ہے اور مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرنے والا راجا ہے۔

جب قائدِاعظم کا جلوس قریب سے گزرا تو ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جانے لگیں ان کا چہرہ بھی گلاب کی طرح کھلا جا رہا تھا لوگوں کا جوش، ولولہ ان کے چہروں سے عیاں تھا دل ہلا دینے والے نعرے فضا میں گونج رہے تھے۔ لیلیٰ یہ منظر دیکھ کر مخلص اور نازش کے جذبات اور احساسات کو پوری طرح محسوس کر رہی تھی کہ یہ لوگ واقعی قائدِاعظم اور تحریکِ پاکستان سے والہانہ عقیدت اور محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔

قائدِاعظم کی سواری گزرنے کے بعد مجمع منتشر ہونے لگا تو ملاّ عرفان نے تسنیم سے کہا اس نے قائدِاعظم کا قریب سے دیدار کر ادیا جو وہ ساری عمر نہیں کر سکتا تھا۔ اب اسمتھ اور ریمزے کی آپس میں ملاقات ہو گئی۔ اسمتھ نے ریمزے سے کہا جلوس دیکھ لیا، ریمزے بولا کہ اگر وہ خود جلوس نہ دیکھتا تو سمجھتا کہ لوگ بڑھا چڑھا کر بات کر رہے ہیں۔ اسمتھ نے کہا کہ اس کا خیال اور بھی مضبوط ہو گیا ہے کہ اب پاکستان کو بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اب لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ عالمی بساطِ سیاست پر ایک مہرہ ضرور آ کر رہے گا۔ اب دنیا کے طاقتور ممالک کو اس نئے ملک کو ضرور اہمیت دینا ہوگی۔

حاصلِ تحریر:

تحریکِ آزادی کے پس منظر میں لکھی جانے والی اس تحریر میں بتایا گیا ہے لوگوں کو کس درجہ آزادی کی لگن تھی جوش اور ولولہ تھا اور اپنے قائد سے بے پناہ محبت تھی کہ ان کی ایک جھلک دیکھنے لیے پورا شہر اُمڈ آیا تھا اور اسی جذبے نے بلآخر اس تحریک کو کامیاب کیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔

زمین

مصنف کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔ خدیجہ مستور

ماخوذاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زمین

تصانیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ٹھنڈا پانی، آنگن، زمین

تعارف مصنف:۔

خدیجہ مستور کا تعلق لکھنؤ کے ایک علمی و ادبی گھرانے سے تھا جو اسلامی روایات کی پاسداری کا سختی سے پابند تھا اسی وجہ سے ان کے ناولوں میں حقیقت نگاری، انسان دوستی، صداقت اور سچائی، زندگی کی رنگارنگی اور زبان و بیان کا خوبصورت امتزاج پایا جاتا ہے جو قاری کے دل کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ فیض احمد فیض کہتے ہیں کہ

"انھوں نے مصوری کم کی ہے اور کشیدہ کاری زیادہ"

خلاصہ:۔

JOIN FOR MORE!!!

پاکستان بننے کے بعد بڑی تعداد میں لوگ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے اور بہت سے خاندان لاہور کے والٹر کیمپ میں قیام پذیر ہوئے ان خاندانوں میں منشی رمضان کا دو افراد پر مشتمل گھرانہ بھی تھا ایک منشی رمضان اور دوسرے ان کی بیٹی ساجدہ۔

ایک شام جب سورج ڈھل رہا تھا تو ساجدہ نے دیکھا کہ اس کے ابا ٹہلتے اور رُک رُک کر لوگوں سے باتیں کرتے چلے آرہے ہیں ان ہی لوگوں کے ذریعے منشی رمضان کو پتا چلتا کہ کیمپ میں کتنے نئے لوگ آئے ہیں اور کتنے جانے والے ہیں اور کتنے جا چکے۔ لوگوں کے کیمپ سے جانے کی بات سن کر ان کے چہرے پر چمک آجاتی اور کہتے کہ "ایک دن ہم بھی اس کیمپ سے چلے جائیں گے بٹیا! ہم یہاں سدا تو نہیں رہیں گے"۔

ساجدہ نے دیکھا کہ اس کے ابا آتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں وہ دوڑ کر ان کے پاس گئی اور انہیں سہارا دیکر اندر لے گئی اور کہنے لگی کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ آرام کریں، انھوں نے کہا کہ وہ ٹھیک ہیں جاؤ کھانے کے لیے برتن لے آؤ سنا ہے آج کیمپ میں گوشت کی دیگیں آئی ہیں جلدی کرو ورنہ کھانا ختم ہو جائے گا۔ ساجدہ نے کہا کہ وہ آرام کریں کھانا آہی جائے گا۔

ساجدہ کو ان کی طبیعت اچھی نہیں لگی کیونکہ وہ پیٹ پکڑے جھکے ہوئے تھے اور ان کے پاؤں کانپ رہے تھے۔ ابا کو لٹا کر وہ کلینک کی طرف دوڑی وہ اُسے آواز دیتے رہے کہ وہ ٹھیک ہیں پہلے کھانا لے آؤ اگر کھانا ختم ہو گیا تو وہ بھوکی رہ جائے گی۔

جب وہ دوڑی دوڑی ڈسپینسری پہنچی تو دیکھا کمپونڈر مزے سے بیٹھا نان کے ساتھ بوٹیاں کھا رہا ہے، اور اسے ڈسپینسری کے اندر جانے سے روک رہا ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب کھانا کھانے کے بعد واک کے لیے نکلے ہوئے تھے اس نے کمپونڈر سے کہا کہ اس کے ابا سخت بیمار ہیں ڈاکٹر صاحب آئیں تو انہیں فوراً ہمارے کیمپ میں بھیج دینا۔

جب وہ کیمپ میں پہنچی تو دیکھا ابا کے پاس بہت سارے لوگ جمع ہیں اور ڈاکٹر سر جھکائے کھڑا ہے تو ساجدہ نے کہا کہ وہ انھیں بلانے کے لیے ڈسپینسری گئی تھی اس نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا ابا ٹھیک تو ہیں نا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ اُسے اپنے جرم کا احساس ہے اگر وہ واک پر نہ جاتا اور ڈسپینسری پر موجود ہوتا تو شاید اس کے ابا کی جان بچانے میں کامیاب ہو جاتا۔ وہاں موجود لوگ اللہ کی مرضی، اللہ کی مرضی کی آوازیں لگانے لگے۔ یہ سنتے ہی ساجدہ بے ہوش ہو گئی اور جب ہوش میں آئی تو دیکھا کہ دو عورتیں ایک دوسرے کا سہارا لیے سو رہی ہیں اور دو سپارے ان کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے ابا کے چہرے سے چادر ہٹائی لالٹین کی بتی اُونچی کی تو اُسے یوں محسوس ہوا کہ ابا کا سرد، اداس اور ویران چہرہ اس سے سرگوشیاں کر رہا ہے ارے بٹیا! زندگی کے حساب میں بھی غلطی ہو گئی۔ اب "وہ کیا کرے گی" اس نے باپ کا چہرہ ڈھکا اور گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

حاصل تحریر:۔

کیمپ کی زندگی میں ہجرت کرکے آنے والے بیمار باپ اور بے بس بیٹی کی کسمپرسی دیکھ کر اندازہ ہوتا کہ لوگ کن تکلیف دہ مرحلوں سے گزر کر وطن عزیز کے شہروں میں آباد ہوئے۔

نئے دور کی لڑکی

مصنف کا نام۔۔۔۔۔۔ شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ

ماخوذ از۔۔۔۔۔۔۔۔ زینت

مترجم۔۔۔۔۔۔۔۔ امداد حسینی

تصانیف۔۔۔۔۔۔ دیوانِ قلیچ، لغاتِ لطیف، زینت

تعارف ناول نگار:

شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ سندھی زبان کے نامور ادیب تھے، سندھی کے علاوہ انگریزی، اردو، عربی، فارسی، ترکی اور کئی علاقائی زبانوں میں اُن کی تخلیقات موجود ہیں ان کی تحریروں میں اسلامی تہذیب اور سندھی روایات کی پاسداری نظر آتی ہے۔ انھیں بابائے سندھی ادب اور سندھ کا شیکسپیئر بھی کہا جاتا ہے۔ وہ ماہر لسانیات، محقق، مترجم اور نقاد بھی تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

لیاقت راجپر کہتے ہیں کہ

"مرزا قلیچ بیگ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ جہاں بھی جاتے لکھنے پڑھنے کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اور ایک ہی وقت میں تین سے چار کتاب لکھنے کا کام کرتے۔ صبح دوپہر شام اور رات الگ الگ کتاب لکھتے جو ایک رکارڈ ہے۔"

خلاصہ:

زینت ایک سمجھ دار، بردبار، اور حوصلہ مند لڑکی ہے جو مذہبی اور معاشرتی اقدار سے بخوبی واقف ہے۔ ناول کے اس حصے میں ا... کی ماں شہر بانو اور بختاور (جسے زینت بوا کہتی ہے) زینت کی شادی سے متعلق گفتگو کر رہی تھیں، زینت قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھی تلاوت قرآن سے فارغ ہو کر لکھنے پڑھنے کا کام کیا اور پھر سینے پرونے میں مصروف ہو گئی جیسے ہی زینت کا بھائی حامد اسکول سے واپس آ... تو تینوں نے اکٹھے کھانا کھایا۔ حامد اپنے دوست سے ملنے چلا گیا اور زینت کی ماں شہر بانو آرام کرنے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

بختاور شادی کی بات کرنے زینت بانو کے کمرے میں کیلے اور اناناس پلیٹ میں لے کر چلی آئی۔ زینت کے استفسار پر پتا چلا کہ سیٹھ گل محمد نے ڈھیر سارا میوہ اور پھل بھجوائے ہیں اور وہ اپنے بیٹے کا رشتہ کرنا چاہتا ہے۔ زینت نے کہا کہ بوا خدا کا خوف کرو وہ ابھی بچہ ہے۔ تو بو... کہتی ہیں ایک دن بڑا بھی ہو جائے گا بڑا ہو کر تو ہیرا ہو گا ہیرا۔ اور سیٹھ گل محمد دولت مند آدمی ہے اس کے گھر میں عیش کرو گی عیش۔

زینت کہتی ہے بوا! دولت اور سونا چاندی تو آنی جانی شے ہیں پرکھنا تو اس شخص کو چاہیے جس کا ہاتھ تھامنا ہے۔ کل وہ بچہ بڑا ہو کر کیا بنتا ہے اچھا یا برا، غرض وہ کہتی ہے کہ یہ ایک بے جوڑ رشتہ ہے۔ اب بوا دوسرے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے کہ محمد رمضان وکیل کا...

رشتہ بھی آیا ہے۔ زینت نے کہا کہ بوا وکیل رمضان تو بہت کنجوس آدمی ہے اللہ کے راستے میں خرچ بھی نہیں کرتا۔ اور وہ اپنے بیوی بچوں کو مارتا پیٹتا بھی ہے۔ اس آگ میں کود پڑنے کو کس کا جی چاہے گا بختاور کہتی ہے کہ تمہاری ماں کا خیال تمہارے ماموں زاد امیر علی کے متعلق ہے۔

زینت اس تیسرے رشتے کے متعلق کہتی ہے کہ ماموں زاد ہے تو کیا ہوا اسے تو بولنا بھی نہیں آتا بالکل گونگا ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ ماں مجھے اپنے ہاتھوں سے زہر دے دیں تا کہ میں بھی عذاب سے نجات پاؤں اور دوسرے بھی۔

بختاور کہتی ہے بیٹی آخر کہیں تو تمہاری شادی ہونی ہے یہ اللہ کا حکم بھی ہے اور تمہاری ماں کی منشا بھی، زینت نے کہا کہ بوا ماں باپ کی نافرمانی گناہ ہے لیکن رشتہ ایسا ہونا چاہیے کہ جہاں رشتہ ہم پلہ ہو لڑکا عزت و شرافت والا ہو، علم وہنر والا ہو، ہم عمر ہو بھلے اس کی آمدنی زیادہ نہ بھی ایسے ہی شخص کے ساتھ زندگی اطمینان اور سکون کے ساتھ کٹ سکتی ہے۔ زینت کہتی ہے کہ اس نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان باہمی اعتماد کا ہونا ضروری ہے جو مسرت کا باعث بنتا ہے اور زندگی خوش گوار ہو جاتی ہے۔ اس اعتماد اور خوشی سے گھر جنت بن جاتا ہے جہاں ایسا نہ ہو وہ گھر جہنم سے بھی بدتر ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

حاصل تحریر: ناول کے اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ خوش گوار ازدواجی زندگی کے لیے رشتے کا ہم پلہ، ہم عمر ہونا ضروری ہے، نیکی اور شرافت، علم وہنر کو دولت پر ترجیح دینی چاہیے۔

چار مال دار

مصنف کا نام ــــــــ سید حیدر بخش حیدری

ماخوذ از ــــــــ توتا کہانی

تصانیف ــــــــ آرائش محفل، توتا کہانی، گلشن ہند

تعارف مصنف:-

داستانی ادب میں حیدر بخش حیدری کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں آرائش محفل، طوطا کہانی، گل مغفرت اور گلشن ہند اُن کی شہرۂ آفاق تصانیف ہیں۔ سادگی وسلاست، دلچسپ اسلوب بیان، بے ساختگی اور اپنے معاشرے کی تہذیب و ثقافت۔ کی بھرپور عکاسی ان کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

عارف وقار کہتے ہیں کہ:

"جس انسان دوستی کا مظاہرہ ہمیں ان کا کردار نگاری میں نظر آتا ہے وہی ہمیں ان کی عملی زندگی میں بھی دکھائی دیتا ہے۔"

خلاصہ:-

خجستہ ایک سوداگر کی بیوی تھی سوداگر تجارت کے سلسلے میں اکثر سفر میں رہتا تھا اپنی غیر موجودگی میں خجستہ کا دل بہلانے کے لیے ایک طوطا اور مینا خرید کر خجستہ کو دیے اور کہا کہ اس کی غیر موجودگی میں ان سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہ کرنا کیوں کہ یہ دونوں ماضی اور مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں جب تاجر سفر پر روانہ ہوا تو ایک دن خجستہ کسی کام سے باہر گئی وہاں ایک شہزادے کا گزر ہوا، دونوں کی نظریں ایک دوسرے پر پڑیں اور وہ محبت میں مبتلا ہو گئے۔

ایک شام سورج غروب ہوتے ہی خجستہ شہزادے سے ملنے کے لیے بیتاب ہو گئی اور مشورے کے لیے طوطے کے پاس آئی طوطے نے اسے نہ جانے کا مشورہ دیا تو خجستہ نے کہا کہ اے میرے اچھے طوطے تو ہر رات اسے نصیحت اور گفتگو میں لگا کر جانے سے روک دیتا ہے۔

تب طوطے نے کہا کہ امیری اچھی خجستہ جو دوستوں کا مشورہ نہیں مانتاوہ خراب وخستہ رہتا ہے اور پشیمانی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ پھر طوطے نے اُسے شہر بلخ کے ایک مالدار شخص کی کہانی سنائی جس نے اپنے دوستوں کا مشورہ نہیں مانااور اُسے پچھتانا پڑا۔

قصہ کچھ یوں تھا کہ شہر بلخ کے چار مالدار شخص مفلس ہو گئے اپنی غربت اور مفلسی سے تنگ آکر ایک اللہ والے بزرگ اور دانا (حکیم) کے پاس گئے اور ماجرا بیان کیا اسے ان چاروں کے حال پر رحم آیا اور ان کو ایک ایک مہرہ (سیپ) دیا اور کہا اس مہرے کو اپنے اپنے سر پر رکھ کر روانہ ہو جائیں اور جس کا مہرہ جہاں گرے وہ اس جگہ کی کھدائی کرے وہاں سے جو چیز نکلے وہ اس کا مالک ہو گا۔ چاروں نے جب کچھ فاصلہ طے کیا تو ایک کا مہرہ گرا اس نے اس جگہ کی کھدائی کی وہاں تانبے کی کان نکلی اس نے اپنے دوستوں سے کہا وہ اس کے ساتھ رہیں یہ تانباسب کے گزارے کے لیے کافی ہے، انھوں نے اس کا کہانہ سنا اور آگے بڑھے کچھ فاصلے پر دوسرے کا مہرہ گرا کھدائی کی تو چاندی نکلی، اس نے دونوں دوستوں کو اپنے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا دونوں نے اس کی بھی بات نہیں مانی اور آگے بڑھ گئے ابھی کچھ فاصلہ طے کیا تھا کہ تیسرے کا مہرہ گرا اس جگہ کو کھودا تو سونا نکلا اس نے چوتھے سے کہا کہ سونا بہت ہے وہ یہیں اس کے ساتھ رہے لیکن اس نے اس کی بات نہیں مانی اور کہا کہ تم لوگ تانبا، چاندی اور سونا پا چکے ہو میں ہیروں اور جواہرات کی کان پاؤں گا اور جب اس کا مہرہ گرا تو بجائے جواہرات کے لوہا نکلا تب وہ پشمان ہوا اور کہنے لگا کہ اس نے اپنے دوستوں کا کہانہ مانا۔ سچ ہے

سخن دوست کا جو نہیں مانتے

وہ خاکِ پشیمانی ہیں چھانتے

اس لوہے کو چھوڑ کر وہ سونے والے دوست کے پاس گیا اسے وہاں نہ پایا پھر چاندی والے کے پاس گیا وہ وہاں نہیں تھا اور پھر تانبے والے کو نہ پاکر حکیم کے گھر کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ نہ حکیم ہے اور نہ وہ گھر اپنی جگہ ہے۔ تب وہ اپنی قسمت کو رویا اور کہنے لگا کہ کوئی بھی اپنی قسمت سے زیادہ نہیں پاتا اور یہ شعر پڑھا۔

کس سے کہیے کہ کیا کیا تم نے

جو کیا سو برا کیا ہم نے

جب کہانی تمام ہوئی تب طوطے نے خجستہ سے کہا "جو دوستوں کی بات نہیں مانتا، وہ ویسے ہی پچھتاتا ہے" اب صبح ہو گئی مرغ نے بانگ دی اور خجستہ شہزادے سے ملنے نہ جاسکی۔ اس طرح طوطا روزانہ قصے اور کہانیاں سنا کر اسے شہزادے سے ملنے سے روک دیتا۔

JOIN FOR MORE!!!

حاصل تحریر:

طوطے کی حکمت عملی اور دانش مندی نے خجستہ کو برائی سے روک دیا اور دوستوں کے مشوروں پر عمل نہ کرنے کے نتائج سے آگاہ کیا۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی

مصنف کا نام۔۔۔۔۔۔۔ پطرس بخاری (سید احمد شاہ بخاری)

ماخوذ از۔۔۔۔۔۔۔۔ پطرس کے مضامین

تصانیف۔۔۔۔۔۔ خطباتِ پطرس، پطرس کے مضامین، تخلیقاتِ پطرس

تعارف مصنف:-

سید احمد شاہ بخاری، جنہیں دنیا "پطرس بخاری" کے نام سے جانتی ہے اُردو مزاح نگاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے جدت پسندی، مشاہدے کی گہرائی تحریف نگاری اور ہنسانے کی غیر معمولی صلاحیت ان کی مزاح نگاری کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

بقول رشید احمد صدیقی:

"ہنسا ہنسا کے مار ڈالنے کا ہنر پطرس کو خوب آتا ہے"۔

JOIN FOR MORE!!!

خلاصہ:-

پطرس زمانہ طالبِ علمی کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ وہ ہاسٹل میں رہتے تھے ایک دن انھوں نے اپنے پڑوسی لالا کرپا شنکر جی برہم چاری سے برسبیل تذکرہ کہہ دیا! لالا جی آپ تو سحر خیز ہیں ہمیں بھی صبح سویرے جگا دیا کریں کیونکہ امتحان قریب ہیں تاکہ ہم اچھی طرح امتحان کی تیاری کر لیں۔ لالا جی نے ہمیں جگانے کے کام کو نیکی سمجھتے ہوئے اگلی صبح ہونے سے پہلے ہی تین بجے دروازے پر مکا بازی شروع کر دی ہم سمجھے کہ ہم کوئی ڈراونا خواب دیکھ رہے ہیں اور جاگ کر لاحول پڑھ لیں گے۔ لیکن یہ خواب نہیں حقیقت میں کمرے کے در و دیوار لرز رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ سوتے کو جگا نہیں رہے بلکہ مردے کو جِلا رہے ہیں ہم نے بہترا کہا کہ لالا جی ہم جاگ گئے ہیں لیکن انھوں نے ہماری آواز نہ سنی اور بدستور دروازے پر مکا بازی جاری رکھی بلا آخر ہم اٹھے اور لیمپ جلایا تب لالا جی کو اطمینان ہوا کہ ہم جاگ گئے ہیں اب جو ہم نے کھڑکی کھول کر آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان پر تارے جگمگا رہے ہیں صبح صادق تو کیا صبح کاذب کے بھی دور دور تک کوئی آثار موجود نہیں تھے۔

پھر ہم نے پڑوسی سے پوچھا لالا جی کیا آج سورج کو گرہن لگا ہے بولے ارے بھائی! کوئی رات تین بجے بھی سورج نکلتا ہے؟ ہمیں غصہ تو بہت آیا کہ صبح جگانے کے لیے کہا تھا آدھی رات کو نہیں۔ لہذا ہم نے لیمپ بجھایا اور پھر سو گئے اور حسبِ معمول دس بجے اُٹھے اور بارہ بجے ہاتھ منہ دھویا اور چار بجے چائے پی کر ٹھنڈی سڑک کی سیر کرنے نکل گئے۔ شام کی دلکشی اور رعنائی کے اثرات دل و دماغ کو مسرور کر رہے تھے۔ طبیعت بھی ذرا مچلی ہوئی تھی اور ہم ترنگ میں گانے گاتے ہوئے ہاسٹل کے کمرے میں داخل ہوئے تو پڑوسی کی آواز آئی او مسٹر! آپ کے گانے کی آواز سے میں ڈسٹرب ہو رہا ہوں یہ سن کر ہماری روح موسیقی پرواز کر گئی اور دل ہی دل میں خیال آیا کہ اللہ ہمیں بھی اس پڑوسی کی طرح پڑھنے کی توفیق دے اور پھر ہم ہمت کر کے مطالعے کی میز کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئے اب جو میز پر کتابوں کے سرخ، سبز اور زرد انبار دیکھے تو خیال آیا کہ ان میں سے پہلے کس کو پڑھا جائے پھر دل میں فیصلہ کیا کہ پہلے ان کتابوں کو میز پر ترتیب سے لگا دیں کیونکہ باقاعدہ مطالعے کی پہلی منزل یہی ہے یہ تو ہم جانتے ہی ہیں کہ جلدی اٹھنے کے لیے جلدی سونا بھی نہایت ضروری ہے کھانا تو باہر سے کھا لیا تھا بستر میں داخل ہونے سے پہلے لالا جی سے کہہ دیں کہ ہمیں چھ بجے جگا دیں۔ لالا جی نے چھ بجے جگانے کی حامی بھر لی اور اگلے دن صبح ٹھیک چھ بجے ہمیں جگا دیا۔ ان کا شکریہ ادا کیا۔ اب ہمیں پتہ نہیں کہ ہم دس بجے تک پڑھ رہے تھے یا سو رہے تھے۔ قصور ہمارا ہی تھا شام تک

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے پھر خیال آیا کہ لالا جی کتنے شریف آدمی ہیں ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ ان کے جگانے سے مجھے بہت فائدہ ہوا مثلاً صبح صبح جو پڑھو فوراً یاد ہو جاتا ہے صبح بھی کیا شاندار چیز ہے موسم سے لطف اندوز ہونے کا موقع بھی ملتا ہے لالا جی بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے تو پھر صبح چھ بجے جگا دیا کروں؟ ہم نے کہا لالا جی یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔

اب ہم نے شام کے وقت صبح کے مطالعہ کے لیے کتابیں چھانٹی، کرسی چارپائی کے قریب کرلی، کوٹ، کن ٹوپ اور دستانے پاس رکھ لیے دیا سلائی کو تکیے کے نیچے ٹٹولا آیت الکرسی پڑھی اور صبح سویرے اٹھ کر مطالعے کا ارادہ کر کے سو گئے۔

صبح لالا جی کی پہلی دستک پر آنکھ کھلی، ان کا شکریہ ادا کیا لالا جی مطمئن ہو کر چلے گئے۔

آج ہمیں اپنی اولوالعزمی پر ناز تھا دل سے کہا کہ بھیا! صبح اٹھنا تو ذرا سی بات ہے ہم خواہ مخواہ ڈرتے تھے یعنی ہم اگر سستی اور کسالت کو قریب نہ آنے دیں تو ان کی کیا ہمت جو ہماری باقاعدگی میں خلل ڈالیں۔

حاصل تحریر:

صبح سویرے اٹھ کر امتحان کی تیاری کرنا طالب علموں کے لیے نہایت دشوار کام ہوتا ہے لیکن ہمت اور اولوالعزمی سے کام لیا جائے سستی اور کسالت کو قریب نہ آنے دیا جائے تو سویرے اٹھنا ناممکن نہیں ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

کرکٹ

مصنف کا نام ــــــــ مشتاق احمد یوسفی

ماخوذ از ــــــــ چراغ تلے

تصانیف ــــــــ چراغ تلے، خاکم بدہن، آبِ گم

تعارف مصنف:

مشتاق احمد یوسفی اُردو کے بہت بڑے مزاح نگار ہیں۔ ان کی تحریر میں تہذیب اور شائستگی کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ طرز بیان ادبیت، ذہانت اور برجستگی میں ڈوبا ہوا ہے۔

مجنوں گورکھپوری نے انہیں مزاح کا نیا دبستان قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

"یوسفی ایک ظرافت نگار کی حیثیت سے نیا دبستان ہیں۔"

خلاصہ:

مشتاق احمد یوسفی اپنے اس مضمون "کرکٹ" میں طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا عبدالودود بیگ کا دعویٰ ایسا غلط بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کرکٹ ہمارا قومی کھیل بنتا جا رہا ہے۔ مصنف کے بقول کھیل اور کام میں بیّن فرق ان کی سمجھ یہ آیا ہے کہ کھیل کا مقصد خالص تفریح ہے اور ہم نے من حیث القوم کام کو بھی تفریح سمجھا ہوا ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ کرکٹ سے ان کی وابستگی پرانی ہے جس پر سو سال بعد حیرت کا اظہار کرنا ان کی ناواقفیت عامہ کا ثبوت دیتا ہے۔ سرسید احمد خان نے بھی انگریزی تہذیب و تمدن اور تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی کھیل کرکٹ کو بھی اپنانے کی کوشش کی روایت

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

ہے کہ جب علی گڑھ کالج کے لڑکے میچ کھیلتے تو سرسید میدان کے کنارے جانماز بچھا کر بیٹھ جاتے اور لڑکوں کا کھیل دیکھتے اور رو رو کر دعا مانگتے:

"الٰہی میرے بچوں کی لاج تیرے ہاتھ ہے"

انگریز تو کرکٹ کو کھیل نہیں مشن سمجھتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں کرکٹ کھیل ہے نہ مشن بلکہ مشقت ہے، سخت موسمی حالات میں کھلاڑیوں سے جس طرح مشقت کرائی جاتی ہے۔ اگر اس طرح مزدوروں سے کام کراویا جائے تو مالکان کے خلاف مقدمہ دائر ہو جائے۔

کرکٹ کے شوقین اکثر مصنف پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کیا جانے کرکٹ کی باریکیوں کو؟ کھیل اب کھیل نہیں سائنس بن گیا ہے سائنس! ترقی یافتہ ممالک میں تعلیم نہایت آسان اور تفریح مشکل ہوتی جا رہی ہے لہٰذا بعض کام چور لڑکوں نے کھیل سے جی چرا کر تعلیم کی طرف توجہ دینا شروع کر دی ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ کسی معتدل مزاج دانا کا قول ہے کہ "کھیل کے وقت کھیل اور کام کے وقت کام اچھا" لیکن اب کھیل بھی کام بن گیا ہے اور یوں لگتا کہ دن بھر کام ہی کام ہے۔

مصنف کا خیال ہے کہ ٹیسٹ میچ کے دوران جب شہر کا آدھا حصہ اپنے گھروں میں بیٹھا کمنٹری سن رہا تھا اور دوسرا حصہ سفید پوشوں پر مشتمل تھا جو گھروں کی چھتوں پر خالی اینٹینا لگا کر خود ہوٹلوں اور پان کی دوکانوں پر جا کر کمنٹری سن رہا تھا۔ پاکستان ایک میچ جیت چکا تھا اور کرکٹ کے خلاف ایک لفظ بولنا غداری کے مترادف تھا۔ مرزا کرکٹ کو اپنے اوپر طاری کر چکے تھے۔ کہنے لگے " یہ کھیلوں کا بادشاہ ہے"۔

مصنف نے کہا مرزا! یہ رئیسوں کا کھیل ہے۔ کون غریب پانچ دن تک ایک ہی کھیل کھیلے گا۔ مرزا چڑ کر بولے دوسرا کون سا کھیل اس کا نعم البدل ہو سکتا ہے۔

اب مصنف نے جن کھیلوں کے نام لیے مرزا نے ایک ایک کر کے سب کی برائیاں گن وادیں مثلاً بیس بال کے متعلق کہا کہ کیا آدھا بیٹ ٹوٹ جانے کے بعد کرکٹ جاری رہے تو اسے بیس بال کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ٹینس کے بارے میں فرمایا کہ اچھا کھیل ہے مگر اس کے دیکھنے سے تماشائیوں کی گردنیں دائیں بائیں گھوم گھوم کر تھک جاتی ہیں، ہاکی کے بارے میں فرمایا کہ کراچی میں ہاکی کا یہ حال ہے کہ کھیلنے والے زیادہ اور دیکھنے والے کم ہیں، فٹ بال کے بارے میں کہا کہ دیہاتیوں کا کھیل ہے اور کرکٹ اشراف کھیلتے ہیں۔

حاصلِ گفتگو:

مصنف کے نزدیک کرکٹ کھیل سے زیادہ مشقت کا کام ہے اور دیگر کھیل کم دورانیے کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایسے کھیلوں کا انتخاب کیا جائے جو تفریح کے ساتھ ساتھ وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

اسباق کے مشقی سوالات اور ان کے جواب

سیرتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت (علامہ سید سلیمان ندوی)

نوٹ: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

سوال نمبر ۱: خدا کی محبت اور پیار کا مستحق بننے کے لیے ہر مذہب نے کیا تدبیر بتائی ہے؟

جواب: خدا کی محبت اور اس کا مستحق بننے کی لیے ہر مذہب نے ایک ہی تدبیر بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس مذہب کے بانی یا شارع (پیغمبر) نے جو عمدہ نصیحتیں کی ہیں ان پر عمل کیا جائے۔

سوال نمبر ۲: ابوسفیان نے فتحِ مکّہ کے موقع پر کیا دیکھا اور حضرت عباسؓ نے کیا فرمایا؟

جواب: ابوسفیان نے فتحِ مکّہ کے موقع پر جب اسلامی لشکر کو مکّے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں مسلمانوں کے جوش و خروش نے اسے حیران کر دیا اس نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ عباس! تمہارا بھتیجا تو بڑا بادشاہ بن گیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عباسؓ نے فرمایا ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں نبوت کی شان ہے۔

سوال نمبر ۳: عدی بن حاتم نے کیسے اسلام قبول کیا؟ واقعہ بیان کیجیے۔

جواب: عدی بن حاتم جو کہ حاتم طائی کے بیٹے تھے مذہباً عیسائی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مدینہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوے سے واپس آئے تھے، جہاد کا سامان اور صحابہؓ کی عقیدت مندی کو دیکھ عدی کو دقت ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں یا نہیں اتنے میں ایک کنیز (لونڈی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آئی اور مجمع میں اپنی بات کہہ نا پا رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھانپ لیا آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا مدینے کی جس گلی میں چاہو میں تمہاری بات سننے کے لیے تیار ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مدعا پورا کر دیتے ہیں یہ حسنِ سلوک دیکھ کر عدی فوراً مسلمان ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۴۔ کن سلاطین و امرا کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کیے گئے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سلاطین و امرا کو دعوت اسلام کے خطوط بھیجے ہر کل قیصر روم، خسرو پرویز شہنشاہ ایران، مقوقس عزیز مصر، حبش کے بادشاہ نجاشی شام کے رئیس حارث غسانی اور روسائے یمامہ کے درباروں میں اپنے صحابہ کو بھیجا۔

سوال نمبر ۵۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی جامعیت اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تمام شعبہ ہائے زندگی کے انسانوں کے لیے اخلاق و اعمال کا، کامل نمونہ ہے، تمام انبیا علیہم السلام کی سیرتوں کا مجموعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت رہتی دنیا تک تمام انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کا واحد ذریعہ ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

عالمگیر کا انصاف
(علامہ شبلی نعمانی)

سوال نمبر ۱۔ اورنگزیب عالم گیر کا سب سے بڑا کارنامہ بیان کیجیے۔

جواب: اورنگزیب عالم گیر کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا عدل و انصاف تھا، وہ انصاف کے معاملے میں اپنے پرائے، دوست دشمن اور امیر غریب کو برابر سمجھتا تھا۔

سوال نمبر ۲۔ لین پول نے اورنگزیب کو عدل کا دریائے اعظم کیوں کہا ہے؟

جواب: لین پول اورنگزیب کو عدل کا دریائے اعظم اس لیے کہتا تھا کہ وہ بچے تلے الفاظ میں فیصلے کرتا اس کی عدالت میں سفارش، امارت اور منصب کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ ادنی سے ادنی شخص کی بات بھی بڑی توجہ سے سنتا تھا۔

سوال نمبر ۳۔ عالم گیر نے اپنے چہیتے بیٹے مرزا کام بخش کو "کوکہ" کے ساتھ قید کرنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: مرزا کام بخش اورنگزیب کا لاڈلا اور چہیتا بیٹا تھا جس کے کوکہ (رضاعی بھائی) پر قتل کا الزام تھا۔ مرزا کام بخش نے اپنے بھائی کی سفارش کی تھی اور اپنے بھائی کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا بادشاہ نے اس کے "کوکے" کے ساتھ قید کر دیا۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال نمبر ۴۔ حسن ابدال کے سفر میں عالم گیر نے بڑھیا کی کیوں اور کس طرح مدد کی؟

جواب: حسن ابدال کے سفر کے دوران عالم گیر نے جس باغ میں قیام کیا وہاں ایک بڑھیا کا مکان بھی تھا اور بڑھیا ایک پن چکی سے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالتی تھی۔ سرکاری لوگوں نے باغ کا پانی روک دیا تو بڑھیا کی پن چکی بند ہو گئی، جونہی بادشاہ کو اس بات کا علم ہوا تو فوراً اس کا پانی کھلوایا۔ رات کو اس کے گھر دو تھال کھانا بھجوایا اور ساتھ ہی پانچ اشرفیاں بھی بھیجیں۔ اور پھر بادشاہ کے شہزادوں اور مستورات نے بڑھیا کی خوب مدد کی اور کچھ ہی دنوں میں بڑھیا امیر ہو گئی۔

سوال نمبر ۵۔ اچھے حکمران کے لیے منصف ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: اچھے حکمران کے لیے منصف ہونا نہایت ضروری ہے۔ عدل اور انصاف ہی کے ذریعے ریاست میں امن ہوتا ہے اور امن سے ریاست میں خوشحالی آتی ہے اور معیشت مضبوط ہوتی ہے۔

خوش طبعی
(مولانا محمد حسین آزاد)

سوال نمبر ۱۔ محمد حسین آزاد نے ظرافت کو ایک شخص کیوں قرار دیا ہے؟

جواب: محمد حسین آزاد اردو کے سب سے بڑے انشاپرداز اور تمثیل نگار ہیں انھوں نے مختلف کرداروں کو مجسم شکل میں پیش کیا ہے۔ لہٰذا انھوں نے ظرافت کو ایک شخص کے روپ میں پیش کیا ہے۔ جس کی خوبیاں اور خصوصیات بیان کی گئیں ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ خوش طبعی کے خاندان کا بانی کون ہے؟

جواب: مولانا محمد حسین آزاد سچ کو خوش طبعی کے خاندان کا بانی کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۔ خوش طبع کیوں اہل محفل کو ہنسائے بغیر نہ رہتا تھا؟

جواب: اس تمثیلی کہانی میں خوش طبع حسن بیان اور خندہ جبین کا بیٹا تھا لہٰذا فطرتاً شگفتہ مزاج تھا اس لیے محفل کو ہنسائے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

سوال نمبر ۴۔ آپ کے خیال میں اصل خوش طبعی کی پہچان کیا ہے؟

جواب: سنجیدگی اور وقار کے ساتھ خوش بیانی، خندہ جبین اور ظرافت اصل میں خوش طبعی ہے۔

سوال نمبر ۵۔ مصنف نے خوش طبعی کی کیا خصوصیات بیان کی ہیں؟

جواب: مصنف نے خوش طبعی کی خصوصیات میں سب اہم خصوصیت حسن بیاں، خندہ جبین، شگفتگی اور طبعیت کی رنگینی اور معقول وضع اختیار کرنا اور کبھی مسخرہ بن جانے کو قرار دیا ہے۔

سوال نمبر ۶۔ ظرافتِ اصلی اور ظرافتِ نقلی میں فرق وضاحت کیجیے۔

جواب: ظرافت اصلی میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ خوش بیانی، خندہ جبین بو قلمونی اور معقول وضع اہم ترین صفات ہیں جبکہ ظرافتِ نقلی میں بھونڈا پن، مکر، زٹل اور غیر سنجیدگی شامل ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

قحطُ الرِّجال (مختار مسعود)

سوال نمبر ۱۔ مصنف نے قحط الرجال میں زندگی کو ارزاں کیوں کہا؟

جواب: جب معاشرے میں اعلیٰ اقدار کے حامل افراد کی کمی ہو جائے تو اُسے قحط الرِّجال کہتے ہیں۔ اور جس معاشرے میں قحط الرجال ہو جائے تو وہ معاشرے زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے معاشروں میں زندگی ارزاں اور بے وقعت ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر ۲۔ مہمان کی آمد سے مصنف کی مصروفیت دوسروں سے کیوں زیادہ بڑھ گئی؟

جواب: مہمان کی آمد سے مصنف کی مصروفیت اس لیے زیادہ ہو گئی کہ ان کے والد نے انھیں مہمان سے آٹو گراف لینے کا حکم دیا تھا مصنف کے پاس آٹو گراف بک نہیں تھی لہذا اُسے بازار سے نئی آٹو گراف خرید کر لانی تھیں۔ مہمان کے سامنے بیٹھنے کے لیے تیاری بھی ضروری تھی۔

سوال نمبر ۳۔ مصنف کے والد نے ان کو آٹو گراف البم کے صفحات کے بارے میں کیا ہدایت کی؟

جواب: آٹو گراف بک کے بارے میں مصنف کے والد کی خاص ہدایت یہ تھی کہ آٹو گراف بک کے صفحات ہوں یا زندگی کے لمحات انھیں ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ عظیم لوگوں کو ڈھونڈنا چاہیے اور ان سے آٹو گراف لینے چاہییں تا کہ زندگی بھر وہ یاد رہیں کیوں کہ عظیم لوگ کتابوں میں زیادہ اور زندگی میں کم ملتے ہیں۔

سوال نمبر ۴۔ مصنف نے ولندیزی بچے کو اپنے کس سفر کی پہلی منزل قرار دیا ہے اور کیوں؟

جواب: مصنف کے والد کا کہنا تھا کہ عظیم لوگ کتابوں میں زیادہ اور زندگی میں کم ملتے ہیں لہذا انھیں تلاش کرو مصنف کو ولندیزی بچے کے قصے نے انھیں بہت متاثر کیا اس لیے وہ ولندیزی بچے کو عظیم انسانوں کے تلاش کے سفر میں پہلی منزل قرار دیتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۔ ولندیزی بچے کی کہانی سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: ولندیزی بچے کی کہانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ مشکلات کا سامنا کیے بغیر کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا، بہادری، جرات سے مشکلات کا سامنا کریں اور یہ نہ سوچیں کہ کوئی دوسرا شخص ہماری مشکلات دور کرے گا۔ خود اعتمادی، جرات اور ہمت کامیابی کی دلیل ہیں۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

سوال نمبر ۶۔ مصنف نے شیخ یوسف سبریلی کی بلی کی کون سی خاصیت اپنانے کو کوشش کی اور کیوں؟

جواب: مصنف کے خیال میں شیخ یوسف سبریلی کی بلی شیخ کی صحبت میں باطن کی منازل طے کر چکی ہے۔ وہ بے ہنر سے نفرت اور بے غرض سے محبت کرتی ہے اس میں لوگوں کو پہچانے کی صلاحیت ہے۔ بے ذوق لوگوں کے آنے پر محفل سے اٹھ کر چلی جاتی ہے۔ مصنف یہ چاہتے ہیں کہ اُن میں بھی اس بلی کی طرح مردم شناسی میں مہارت پیدا ہو جائے۔

سوال نمبر ۷۔ اس سبق میں آٹو گراف کا کیا مقصد بیان کیا گیا ہے؟

جواب: اس سبق میں آٹو فراگ کا یہ مقصد لیا گیا ہے کہ عظیم لوگوں تلاش کیا جائے اور ان کا اندراج کیا جائے اور انھیں کی سی صفات خود میں پیدا کی جائیں۔

سوال نمبر ۸۔ مردم شناسی سے کیا مراد ہے؟

جواب: مردم شناسی سے مراد کسی انسان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو پہچانے کی صلاحیت کا ہونا ہے۔ جو کسی انسان کی صلاحیت کو پہچان لے اُسے مردم شناس کہتے ہیں۔

مشاعرہ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

JOIN FOR MORE!!!

نوٹ: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) مشاعرے کے لیے کیا شرط ہوتی ہے؟

جواب: مشاعرے کے لیے تمام شعراء حاضرین و سامعین کا آداب مجلس کی پابندی کرنا لازم ہے۔ بڑی سے بڑی شخصیت بھی اگر مشاعرے کے آداب کی پاسداری نہ کرے تو نہایت بے ذوق، غیر مہذب اور ناشائستہ کہلائے گی۔

(ب) شاعری ایک شاعر سے کن چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے؟

جواب: شاعری ایک شاعر سے ذاتی مشاہدات، واردات قلبی، خوش مزاجی ذاتی تجربات شاعرانہ ذوق میں پختگی اور شائستگی کا مطالبہ کرتی ہے۔

(ج) مشاعرے میں شریک شعرا اور سامعین کو کن چیزوں کی پابندی کرنا پڑتی ہے؟

جواب: مشاعرے میں شرکا اور شعراء کو آداب مجلس کی لازماً پابندی کرنی پڑتی ہے بڑے سے بڑا صاحب منصب اور صاحب اختیار بھی اگر آدابِ مجلس کا خیال نہیں کرے گا تو وہ غیر مہذب اور بد ذوق کہلائے گا۔

(د) طرحی مشاعرہ کن شعرا کی یاد گار ہے؟

جواب: اردو زبان و ادب میں مشاعرے بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں اور ان میں طرحی مشاعروں کو خاص اہمیت دی جاتی رہی ہے ان روایتوں کا سلسلہ ظہور الدین حاتم اور مظہر جان جاناں سے لے کر آج تک جاری ہے۔

(ہ) مشاعروں کے انعقاد، اُن میں شرکت اور سماعت سے ہمیں کون کون سے انفرادی اور اجتمائی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں؟

جواب: مشاعروں کے انعقاد نے ہماری سماجی اور تہذیبی زندگی خوشگوار بنانے میں بہت موثر کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ذریعے معاشرے کے مختلف عقیدوں اور مختلف زاویۂ نظر کے لوگ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ محبت اور رفاقت کے رستے قائم ہوئے ایک دوسرے کی مدد کا ذریعہ بنے ہیں۔ آدابِ مجلس، شائستگی و تہذیب کا درس بھی ان مشاعروں کا ہی مرہون منت دیا ہے۔

ادب آموزوں کے نام (چراغ حسن حسرت)

سوال درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) مذکورہ سبق میں شیخ سعدی کی کون سی کتاب کا ذکر کیا گیا ہے اور کیوں؟

جواب: اس سبق میں شیخ سعدی کی مشہور و معروف حکایات پر مبنی کتاب گلستان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی ایک حکایت اور نصیحت "بے ادبوں سے ادب سیکھنا" کو مصنف نے اپنے مضمون میں شامل کیا ہے۔

(ب) بے ادبوں سے ادب کیسے سیکھا جاسکتا ہے؟

جواب: بے ادبوں سے ادب سیکھنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کی حرکات و سکنات پر نظر رکھی جائے جو بے ادبی کا باعث بنتی ہیں اور ان حرکتوں سے بچا جائے۔

(ج) مصنف نے نیک نامی سے زیادہ عقل و علم کو کیوں ضروری قرار دیا ہے؟

جواب: مصنف کے نزدیک نیک نامی اچھی چیز لیکن یہ ضروری نہیں کہ نیک آدمی کے پاس عقل و علم بھی ہو، اکثر نیک نامی ذاتی تعلقات سے بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ جب کہ عقل و علم تجربات مشاہدات اور ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں اور نیک نامی کا باعث بنتے ہیں۔

(د) اکبر الہ آبادی کی وجہ شہرت کیا تھی؟ اور سبق میں کیا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: اکبر الہ آبادی طنز و مزاح کی دنیا کے بے تاج بادشاہ ہیں ساری زندگی مغربی تہذیب کی یلغار کے آگے بند باندھتے رہے۔ اس سبق میں اکبر الہ آبادی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک صاحب نے اخبار میں اشتہار چھپوا دیا کہ وہ اکبر الہ آبادی استاد رہے ہیں۔ اکبر نے ایک صاحب سے اس کی وضاحت یوں کی کہ وہ مجھے علم سکھاتے تھے اور میں انھیں عقل سکھاتا تھا۔ نا مجھے علم آیا نہ انھیں عقل۔

JOIN FOR MORE!!!

لاہور میں ادیبوں کی کالونی (منّو بھائی)

سوال درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) ادیبوں کی کالونی کس شہر میں تعمیر ہونا تھی؟

جواب: ادیبوں کی کالونی شہر لاہور میں تعمیر ہونا تھی۔

(ب) کالونی کی تعمیر میں کس نے رکاوٹ ڈالی تھی؟

جواب: لاہور میں ادیبوں کی کالونی کی تعمیر میں ٹاؤن پلانر نے رکاوٹ ڈالی تھی۔

(ج) جو ادیب نہ ہوں انھیں اپنے آپ کو ادیب ثابت کرنے کے لیے کیا جتن کرنا پڑتے ہیں؟

جواب: جو ادیب نہ ہوں انھیں اپنے آپ کو ادیب ثابت کرنے کے لیے ادیبوں اور شعراء کی محفلوں میں بیٹھنا پڑتا ہے اور ان کی نظم و نثر میں زبردستی دل چسپی لینا پڑتی ہے اور جب موقع ملے اپنی رائے کا اظہار بھی کرنا پڑتا ہے۔

(د) کالونی کے ادبی زون اور سیاسی زون سے کیا مراد ہے؟

جواب: کالونی کے ادبی اور سیاسی زون سے ادیبوں کی تقسیم مراد ہے کیونکہ مصنف کو اندیشہ تھا کہ ایک ہی کالونی میں رہنے کی وجہ سے ادیبوں کے درمیان سیاست شروع ہونے کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوں گے اور اگر ایسا ہوا تو ایک حصہ ادبی اور دوسرا سیاسی زون بن جائے گا۔

میرا البم (ڈاکٹر وزیر آغا)

نوٹ: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) مصنف کو کاغذات کے ڈھیر میں سے کیا کیا ملا؟

جواب: مصنف (وزیر آغا) کو کاغذات کے ڈھیر سے اخباروں کے تراشے دوستوں کے خطوط ادھوری نظمیں، نامکمل مضامین کے مسوّدے تقاریب کے دعوت نامے، ہوٹلوں کے بل، رسیدیں اور ایک پرانا البم بھی ملا۔

(ب) البم کے پہلے صفحے پر کس تصویر دکھائی دی اور یہ تصویر کس موقعے پر بنوائی گئی تھی؟

جواب: البم کے پہلے صفحے پر مصنف کو اپنی تصویر دکھائی دی جسے وہ پہلی نظر میں پہچان نہ سکے، پھر غور سے دیکھنے پر انھوں نے اپنے آپ کو پہچان لیا انھیں یاد آیا کہ یہ تصویر انھوں نے چالیس سال پہلے ایم۔اے کی سند ملنے کے موقع پر بنوائی تھی۔

(ج) والدہ کی تصویر دیکھ کر مصنف نے کن تاثرات کا اظہار کیا ہے؟

جواب: والدہ کی تصویر دیکھ مصنف خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری والدہ پلنگ پر بیٹھی تھیں سامنے کھانے کا ٹرے رکھا تھا۔ ان کے ایک ہاتھ میں لقمہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں پنکھا پاس ہی بڑے بھائی جان بیٹھے تھے نہ جانے انھوں نے کیا بات کہی میری والدہ بے اختیار ہنس پڑیں۔ میں نے کمرے میں وہ منظر محفوظ کر دیا۔ میری والدہ اور بھائی اب اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ مگر یہ ہنستا ہوا منور لمحہ بدستور زندہ ہے۔ مدت بعد جب اس منظر کو دیکھا تو میں خود بھی کھل اٹھا۔ جیسے کوئی بڑا انعام مل گیا ہو۔

(د) انشائیہ نگار نے البم کو یوسفِ گم گشتہ کیوں کہا؟

جواب: انشائیہ نگار نے اپنے البم کو یوسفِ گم گشتہ اس لیے کہا کے یوسف علیہ سلام بچپن میں اپنے والدین سے بچھڑ گئے تھے لہذا انھیں یوسفِ گم گشتہ (کھویا ہوا یوسف) کہا جاتا ہے اسی طرح مصنف کا کھویا ہوا البم جس میں اس کے عزیزوں اور پیاروں کی تصاویر تھیں، پرانے کاغذات کی تلاش کے دوران مل گیا تو اسے ایسا لگا جیسے بچھڑا ہوا یوسفؑ اپنے والدین سے مل گیا۔

JOIN FOR MORE!!!

(ح) انشائیہ نگار کے خیال میں البم کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟

جواب: مصنف کے نزدیک البم اپنے دامن میں زندہ اور متحرک لمحوں کی ایک پوری کھیپ چھپائے ہوتا ہے البم تو البم والے شخص کی جائداد ہے جسے کوئی اور اپنے تصرف میں لا ہی نہیں سکتا البم کی تصویریں یاد کے نورانی حلقے ہیں۔

(و) انسان اپنے ماضی کو اس قدر عزیز کیوں رکھتا ہے؟

جواب: انسان اپنے ماضی کو اس لیے عزیز رکھتا ہے کیوں کہ ماضی کی حسین یادیں، جس میں اس کے عزیز و اقارب کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات اور لمحات کی تفصیل موجود ہوتی ہے جو حال میں انسان کو محظوظ کرتی ہے کیوں کہ انسان فطرتاً ماضی پسند واقع ہوا ہے۔

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

سحر ہونے تک (فضل کریم فضلی)

سوال نمبر ا:۔ قائداعظم کے جلسے کے لیے کیا تیاریاں ہو رہی تھیں؟

جواب:۔ قائداعظم نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں ہندوستان بھر میں جلسے اور جلوسوں کا آغاز کیا تو جب وہ کلکتہ آئے تو شہر کو رنگ برنگ جھنڈیوں سے سجایا گیا پورا شہر مسلم لیگ کے سبز پرچموں سے سبز درختوں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے رنگ برنگ لباس میں ملبوس اپنے قائد کا استقبال کرنے ہوڑہ اسٹیشن اور پل پر موجود تھے اور قائداعظم زندہ باد مسلم لیگ زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

سوال نمبر ۲:۔ مذکورہ متن میں کتنی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے اور کیوں؟

جواب:۔ اس متن میں جن قوموں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو، سکھ، عیسائی، اینگلو انڈین، انگریز اور امریکن بھی تھے جو صرف تماشا دیکھنے اور تصویریں بنانے آئے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال نمبر ۳:۔ لیلیٰ کا جلسے میں کیا کام تھا؟

جواب:۔ لیلیٰ جلسے کے منتظمین میں سے تھی اور کامریڈوں کو جلسہ گاہ کے مختلف حصوں میں ذمے داریاں رہی تھی۔ تاکہ انتظامات میں کوئی کمی نہ رہے۔

سوال نمبر ۴:۔ ریمزے کی ذہن میں قائداعظم کا خاکہ کیسا تھا؟

جواب:۔ ریمزے قائداعظم کا نام تو سن چکا تھا اس کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہ تھی وہ سمجھتا تھا کہ قائداعظم نے ہندوستان کی آزادی کے مسئلے کو الجھانے کے لیے مسلمانوں کا سوال کھڑا کیا ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ پاکستان کے بارے میں اسمتھ کے کیا خیالات تھے؟

جواب:۔ پاکستان کے بارے میں اسمتھ کا خیال تھا کہ اب پاکستان کو بننے سے کوئی نہیں روک سکتا اور عالمی بساط سیاست پر ایک اور مہرہ ضرور آئے گا۔

سوال نمبر ۶:۔ " قدرت بھی درختوں کی شکل میں مسلم لیگ کے سبز جھنڈے ہی اڑا رہی ہے۔" اس عبارت سے مصنف کی کیا مراد ہے؟

جواب:۔ قائداعظم کے کلکتہ کے جلسے میں استقبال کے لیے سبز پرچموں کی بہار آئی، ہوئی تھی کلکتہ جو کہ پہلے ہی سر سبز اور شاداب درختوں سے بھرا ہوا تھا ان پرچموں نے اس کی ہریالی میں اور اضافہ کر دیا یوں لگ رہا تھا جیسے قدرت بھی آج درختوں کی صورت میں سبز پرچم لہرا رہی ہو۔

زمین (خدیجہ مستور)

سوال نمبر ۱:۔ ساجدہ اپنے ابا کے پاس واپس آئی تو اس نے کیا دیکھا؟

جواب:۔ ساجدہ جب ابا کے پاس واپس آئی تو اس نے دیکھ کہ لوگ اس کے ابا کے ارد گرد کھڑے ہوئے ہیں اور ڈاکٹر سر جھکائے کھڑا تھا اور ڈاکٹر کو یہ احساس تھا کہ اس کی غفلت کے سبب ساجدہ کے ابا کی موت واقع ہو گئی۔

سوال نمبر ۲:۔ ساجدہ ابا کو کھانا لینے کے لیے کیوں نہیں جانے دینا چاہتی تھی؟

جواب:۔ ساجدہ کے ابا کے پیٹ میں شدید درد تھا لہٰذا وہ نہیں چاہتی تھی کہ ابا بھیڑ میں جا کر کھانا حاصل کریں۔

سوال نمبر ۳:۔ کمپاؤنڈر کی گفتگو سے کیا ظاہر ہو رہا تھا؟

جواب:۔ کمپاؤنڈر کی گفتگو اس کی بے حسی کو ظاہر کر رہی تھی اور وہ مزے سے اسٹول پر بیٹھا نان اور بوٹیاں کھا رہا تھا۔ اس بے حسی نے ساجدہ کو پریشان کر دیا۔

سوال نمبر ۴:۔ ساجدہ کو دیکھ کر ڈاکٹر نے کیا کہا؟

JOIN FOR MORE!!!

جواب:۔ ساجدہ کو دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا، "میں ڈیوٹی پر تھا اگر واک پر نہ گیا ہوتا۔

سوال نمبر ۵:۔ میت کے پاس بیٹھے لوگوں کا کیا رویہ تھا؟

جواب:۔ میت کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا کہ اللہ کی مرضی، اللہ کی مرضی، ساجدہ بیہوش ہو گئی اور جب ہوش میں آئی تو لوگوں کی بے حسی دیکھی دو عورتیں ایک دوسرے کا سہارا لیے سو رہی تھیں اور دو سپارے ان کے سامنے کھلے ہوئے تھے۔

سوال نمبر ۶:۔ جانے والی بات سناتے ہوئے ابا کی آنکھوں میں چمک کیوں آجاتی تھی؟

جواب:۔ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے مہاجرین کے کیمپ میں قیام پزیر تھے، جب لوگوں کو پاکستان کے مختلف شہروں میں مکان الاٹ ہوئے اور وہ کیمپ کو خیر باد کہتے اور اپنے نئے گھروں میں جاتے تو ساجدہ کے ابا کی آنکھوں میں چمک آجاتی تھی۔

نئے دور کی لڑکی (مرزا قلیچ بیگ)

سوال نمبر ۱:۔ حامد جو کتابیں دیکھنے گیا، اس میں کیا چیز تھی؟

جواب:۔ حامد جو کتابیں دیکھنے گیا ان کتابوں میں ولایت (یورپ) کی عمارتوں اور کارخانوں کی تصاویر تھیں جنھیں وہ اپنے دوست علی رضا کے ساتھ مل کر دیکھنا چاہتا تھا۔

سوال نمبر ۲:۔ "اونٹ کو گھنٹی باندھنے" کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ اونٹ کے گلے میں گھنٹی باندھنے کا مطلب بے جوڑ رشتہ ہے یعنی جو ہم پلہ نہ ہو، مثلاً لڑکے اور لڑکی کی عمر، علم اور مرتبے میں واضح فرق ہو، چھوٹی عمر کی لڑکی کو ادھیڑ عمر کے ساتھ بیاہ دینا۔

سوال نمبر ۳:۔ شہر بانو کے پاس بختاور کس مقصد سے آئی تھی؟

جواب:۔ بختاور شہر بانو کے پاس اس کی بیٹی زینت بانو کے رشتے کے سلسلے میں بات کرنے آئی تھی۔

سوال نمبر ۴:۔ زینت کے لیے بی بی بختاور نے کس کس گھر سے رشتے آنے کا خیال ظاہر کیا؟

جواب:۔ بختاور نے زینت بی بی کیلیے سیٹھ گل محمد کے بیٹے، وکیل محمد رمضان اور زینت بی بی کے ماموں زاد امیر علی کے گھر سے رشتے آنے کا خیال ظاہر کیا۔

سوال نمبر ۵:۔ گھر کس وجہ سے جنت بن جاتا ہے؟

جواب:۔ زینت بانو نے کہا کہ اس نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ میاں اور بیوی باہمی اعتماد سے مسرت حاصل ہوتی ہے اور گھر جنت بن جاتا ہے۔

سوال نمبر ۶:۔ "بیٹیاں تو آنگن کی چڑیاں ہوتی ہیں" اس مثل میں زینت کے لیے اشارہ ہے۔

جواب:۔ اس مثل میں زینت کے لیے یہ اشارہ ہے کہ بیٹیاں ہمیشہ اپنے والدین کے ہاں نہیں رہتیں ایک دن انھیں بیاہ کر ماں باپ کے گھر سے رخصت ہونا پڑتا ہے۔ اور نئے آشیانے میں پوری زندگی گزارنی ہوتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

چار مال دار (سید حیدر بخش حیدر)

سوال نمبر ۱:۔ اس داستان میں چار مال دار کس شہر کے رہنے والے تھے؟

جواب:۔ اس داستان میں چاروں مالدار افغانستان کے شہر بلخ کے رہنے والے تھے۔

سوال نمبر ۲:۔ اس داستان مین خجستہ کون ہے؟

جواب:۔ خجستہ داستاں "طوطا کہانی" کا ایک اہم کردار ہے اس کی شادی ایک مالدار شخص کے بیٹے میمون سے ہوئی۔ خجستہ جہاں بہت خوبصورت تھی اسے ایک شہزادے نے دیکھا اور اسے چاہنے لگا۔

سوال نمبر ۳:۔ خجستہ نے توتے کو سبز پوش کیوں کہا؟

جواب:۔ خجستہ نے توتے کے سبز پروں کی وجہ سے سبز پوش کہا تھا۔

سوال نمبر ۴:۔ دوسرے شخص کے زمین کھودنے سے کیا نکلا؟

جواب:۔ دوسرے شخص کی زمین کھودنے سے روپا (چاندی) نکلا۔

سوال نمبر ۵:۔ جواہر کی کان کا لالچ کس کو تھا؟

جواب:۔ جواہر کی کان کا لالچ چوتھے شخص کو تھا کیوں پہلے شخص کو زمین کھودنے پر تانبا، دوسرے کو چاندی تیسرے کو سونا چوتھے کا خیال تھا کہ مجھے سب سے قیمتی چیز جواہر کی کان ملے گی اس نے دوستوں کی بات نہ مانی جب زمین کھودی تو لوہے کی کان نکلی۔

خاکہ حسرت موہانی (مولوی عبدالحق)

سوال درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) یہ خاکہ کس مشہور شخصیت کے بارے میں ہے؟

جواب: یہ خاکہ رئیس الاحرار، رئیس المتغزلین اور تحریک آزادی کے سرگرم رہنما، سید فضل الحسن حسرت موہانی کے بارے میں ہے۔

(ب) اس سبق میں کون کون سی مشہور شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: اس سبق میں ان مشہور شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے کانگریسی لیڈر سردار پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خان

(ج) رسالہ "اُردو مُعلّٰی" نے مولانا حسرت موہانی کی ادارت میں کیا خدمات سرانجام دیں؟

جواب: رسالہ اُردو مُعلّٰی سالہا سال مولانا حسرت موہانی کی ادارت نکلتا رہا اس رسالے نے لوگوں میں ادبی ذوق پیدا کیا، تنقیدی اور ادبی مضامین کو فروغ ملا، اس رسالے میں نامور شعراء کے علاوہ ایسے شعراء کا کلام بھی شائع ہوا جو نایاب تھا۔ چنانچہ اس رسالے کی بدولت ادب کا بہت بڑا سرمایا ضائع ہونے سے بچ گیا۔

JOIN FOR MORE!!!

(د) مولوی عبدالحق کی تحریر کی کوئی دو خوبیاں بیان کیجیے۔

جواب: بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی سب سے بڑی خوبی ان کی تحریر کا سادہ اور رواں ہونا ہے۔ دوسری خوبی تنقید برائے تنقیدی کے بجائے تحریر کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے۔

خاکہ سر اقبال مرحوم (رشید احمد صدیقی)

نوٹ: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) ڈاکٹر اقبال کے انتقال کی خبر سُن کر مصنف کا ردِ عمل کیا تھا؟

جواب: اس سبق کے مصنف رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال کے انتقال کی خبر سنتے ہی انھیں یوں محسوس ہوا کہ ایک لمحے کے لیے پلیٹ فارم کی ہر چیز موجود تو ہے لیکن اس کی کوئی آواز ہے اور نہ اس میں کوئی حرکت۔ لیکن پھر فوراً زندگی اپنے تمام ہنگاموں کے ساتھ رواں دواں نظر آنے لگی۔ مکان واپس آیا کھانا پینا اور نہانا دھونا کچھ بھی اچھا نہ لگا اور وہ کمرہ بند کر کے تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گیا۔

(ب) مصنف نے علامہ اقبال کی گفتگو کی کون کون سی خوبیاں بیان کی ہیں؟

جواب: مصنف رشید احمد صدیقی علامہ اقبال کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی آواز بھاری تھی لیکن بلند ہونے کے ساتھ ساتھ زور اور صفائی بڑھتی جاتی۔ گفتگو میں عالمانہ وقار، نپے تلے الفاظ، فقرے فضول باتوں سے پاک اور فلسفیانہ گہرائی اپنے اندر سموئے رکھتے تھے۔

(ج) علامہ اقبال کی شخصیت اپنے الفاظ میں بیان کیجیے؟

جواب: علامہ اقبال شاعرِ مشرق، حکیم الامت، بلند پایہ مصنف، مفکر اور دانشور تھے۔ ان کی شاعری نے برصغیر کے مسلمانوں میں بالخصوص اور عالم اسلام میں بالعموم انقلاب اسلامی کی روح پھونک دی، مسلمانوں میں جوش و جذبہ اور ولولہ پیدا کیا۔ ان کی

شخصیت علم و عمل کا پیکر تھی۔

(د) علامہ اقبال نے مصنف سے ملاقات میں کن موضوعات پر گفتگو کی تھی؟

جواب: علامہ اقبال نے مصنف سے سب سے پہلے تو علی گڑھ کا حال دریافت کیا اور پھر دوسری نشستوں میں مختلف موضوعات پر تفصیلی گفتگو رہی جس میں ان کا نظریہ فوق البشر سرفہرست تھا۔

(ہ) کون سی خصوصیت کو مصنف نے شاعر کی بڑائی قرار دیا ہے؟

جواب: مصنف کے نزدیک علامہ اقبال کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ مشکل سے مشکل اور متنازع فیہ مسئلوں کو ایسے سلجھائے کہ گویا کوئی کشیدگی تھی ہی نہیں۔ اور کئی دفعہ دورانِ گفتگو ان پر نئی نئی باتوں کا انکشاف بھی ہوتا۔

خاکہ چمنے کے تا قیامت (ڈاکٹر اسلم فرخی)

JOIN FOR MORE!!!

نوٹ: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) اس سبق میں کس شخصیت کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: اس سبق میں اردو کے نامور ادیب اور استاد پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا ذکر ہے۔

(ب) ڈاکٹر صاحب کا حلیہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے؟

جواب: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب دراز قد، دہرا بدن، گول چہرہ، سر پر ٹوپی، سوتی شیر وانی اور علی گڑھ کٹ پاجامہ زیب تن کیے رکھتے۔ چہرے پر ہدایت کا نور جھلکتا اور آنکھوں میں شرم و حیا اور معرفت الٰہی کی روشنی جھلکتی۔

(ج) ڈاکٹر صاحب کا طریقہ تدریس کس طرح کا تھا؟ مفصل تحریر کیجیے۔

جواب: ڈاکٹر صاحب اپنے لیکچر میں سادگی کے ساتھ دلچسپی اور استدلال کو ملحوظ خاطر رکھتے، موضوع کے تمام نکات بڑی مہارت اور خوبصورتی کے ساتھ طلبہ کے سامنے رکھ دیتے اور ذرا تشنگی کا احساس نہ ہونے دیتے ان کے تمام لیکچر دلچسپ، معلوماتی ہونے کے ساتھ ساتھ مدلل ہوتے غیر ضروری بات کبھی نہ کرتے۔

(د) ڈاکٹر صاحب نے خط کا جواب کس انداز میں دیا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب سے مصنف نے اپنے دوست کی بہن کے رشتے کی تحقیق کے لیے خط لکھا کہ صاحب وہ پروفیسر ہیں اور ڈاکٹر بھی، ڈاکٹر صاحب نے اس خط کا جواب نہایت دلچسپ پیرائے میں دیا! "میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پروفیسر بھی بنادے اور پی ایچ ڈی بھی کروادے اور انھیں دوسری شادی بھی راس آجائے۔"

PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☎: 34976530-34812547-34984762
PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی (پطرس بخاری)

نوٹ: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

سوال نمبر۱: لالا کرپا شنکر جی سے کیا درخواست کی گئی؟

جواب: مصنف (پطرس بخاری) نے لالا شنکر جی سے درخواست کی کہ انھیں صبح جگا دیا کریں تا کہ وہ امتحان کی تیاری کر سکیں۔

سوال نمبر۲: لالا جی نے جگانے کیلیے کیا انداز اپنایا؟

جواب: لالہ شنکر جی نے صبح ہونے سے پہلے ہی مصنف کے دروازے پر جگانے کے لیے مکوں کی بارش شروع کر دی اور زور زور سے دروازہ کھٹ کھٹانا شروع کر دیا یہاں تک کہ کمرے کی چوبی (لکڑی) دیوار لرزنا شروع ہو گئی۔

سوال نمبر۳: زبردستی جگانے پر مصنف کے کیا تاثرات تھے؟

جواب: زبردستی جگانے پر مصنف کے خیال میں لالا جی انھیں جگا نہیں رہے بلکہ مردے جلا رہے ہیں۔ اس طرح تو حضرت عیسیٰ بھی مردوں کو زندہ نہیں کیا کرتے تھے نہ لٹھ لے کر مردے کے پیچھے پڑ جایا کرتے تھے اور نہ توپیں داغا کرتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال نمبر۴: مصنف کے معمولات زندگی میں موجود نقائص کی نشان دہی کیجیے۔

جواب: مصنف سستی، کاہلی اور لاابالی پن کا شکار نظر آتے ہیں۔ اور انھیں دیر سے بیدار ہونے کی عادت تھی نیز آج کا کام کل پر چھوڑ دیتے اسی سبب وہ پڑھائی پر توجہ نہ دے پائے۔

سوال نمبر۵: یہ اس سبق میں پانچ جملے منتخب کیجیے جو آپ کے نزدیک طنز و مزاح کا بہترین نمونہ ہوں۔

۱۔ وہ حضرت بھی نفلوں کے بھوکے بیٹھے تھے۔

۲۔ دروازہ ہے کہ لگاتار کھٹکھٹایا جا رہا ہے، میں کیا میرے آباء اجداد کی روحیں اور میری قسمت خوابیدہ تک جاگ اٹھی ہو گی۔

۳۔ تین بجے اٹھ سکا کرتے تو اس وقت دادا جان کے منظورِ نظر نہ ہوتے۔

۴۔ سوچا کہ آج پتہ چلائیں گے کہ سورج آخر کس طرح نکلتا ہے، لیکن جب گھوم گھوم کر کھڑکی میں سے روشن دان میں چاروں طرف دیکھا اور بزرگوں سے صبح کاذب کی جتنی نشانیاں سنی تھیں، ان میں سے ایک بھی کہیں نظر نہ آئی۔

۵۔ یعنی اگر صبح کی بجائے صبح شام ہوا کرتی تو دن کیا بری طرح کٹا کرتا۔

سوال نمبر۶: آپ کے خیال میں کون سی عادت مصنف کو پڑھائی سے دور رکھنے کا باعث تھی؟

جواب: صبح دیر سے اٹھنے کی عادت، سستی اور کاہلی مصنف کو پڑھائی سے دور رکھتی تھی اس کے علاوہ سیر و تفریح بھی پڑھائی میں حائل تھی۔

سوال نمبر۷: کاہلی، سستی اور غفلت والے نقصانات بیان کیجیے۔

جواب: جب انسان کاہلی، سستی اور غفلت کا شکار ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنے مقصد حیات کو کھو دیتا ہے۔ دنیا میں ترقی نہیں کر پاتا اور آنے والی نسل کے لیے کوئی اچھی مثال نہیں چھوڑتا۔ ناکامی اور نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

کرکٹ (مشتاق احمد یوسفی)

نوٹ: درج ذیل سوالات کے جوابات دیجیے:

(الف) سرسید احمد خان کے متعلق کون سی روایت مشہور ہیں؟

جواب: اس مزاحیہ مضمون میں مصنف کہتے ہیں کہ سرسید احمد خان نے بھی انگریزی تعلیم و تمدن کے ساتھ ساتھ کرکٹ کو اپنانے کی کوشش کی، روایت ہے کہ جب علی گڑھ کالج کے لڑکے میچ کھیلتے تو سرسید میدان کے کنارے جائے نماز بچھا کر بیٹھ جاتے لڑکوں کا کھیل دیکھتے اور رو رو کر دعا مانگتے: "الٰہی میرے بچوں کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔"

(ب) کسی دانا کا کرکٹ کے بارے میں قول بتائے۔

جواب: "بقول مرزا عبدالودود بیگ کرکٹ ہمارا قومی کھیل بنتا جارہا ہے۔"

(ج) اچھے کھیل کی کیا خوبی ہے؟

جواب: مرزا عبدلودود بیگ کہتے ہیں کہ "اچھے کھیل کی خوبی یہ ہے کہ کچھ ہاتھ ہلیں، کچھ پاؤں ہلیں، اچھلیں بازو پھڑکے سب کے تن" یعنی جسم کا ہر حصّہ محترک ہو جائے۔

(د) اس سبق میں کتنے کھیل کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب اس سبق میں کرکٹ، ٹینس، بیس بال، فٹ بال اور ہاکی کا ذکر کیا گیا ہے۔

(ہ) "تماشے میں تماشائیوں کی تالی سے جان پڑتی ہے نہ کہ مداری کی ڈگڈگی سے" اس اقتباس کو اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔

جواب تماشائیوں کا جوش و خروش ان کی تالیوں سے ہوتا ہے کہ مداری کی ڈگڈگی بجانے سے، کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی اور داد اُن کو زیادہ متحرک کرتی ہے۔ یوں کھیل میں دلچسپی بڑھتی جاتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

خلاصہ تحریر کرنے کے لیے چند تجاویز۔

1۔ خلاصہ اصل سبق کا 33٪ فیصد ہونا چاہیے۔

2۔ مصنف کا مختصر تعارف جس میں ایک نقاد کی مختصر رائے اور چند مشہور تصانیف کے نام لکھنے چاہئیں۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE

CLASS-XII

JOIN FOR MORE!!!

اُردو (لازمی)

سیٹ نمبر - ۱

تفصیلی سوالات کے جوابات

شعراءِ کرام کی شاعری پر تبصرے

2023-24

info@practicalcentre.edu.pk

021-34976530
021-34812547
021-34984762

B-14, Block-1,
Gulshan-e-Iqbal, Karachi.

فہرست

- میر تقی میر
- خواجہ میر درد
- مرزا اسد اللہ خان غالب
- مومن خان مومن
- علامہ ڈاکٹر محمد اقبال
- ناصر کاظمی

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

شعرائے کرام کی شاعری پر تبصرے

خدائے سخن میر تقی میرؔ ایک آفاقی شاعر

شعر کے پردے میں، میں نے غم سنایا ہے بہت
مرثیے نے دل کے میرے بھی رلایا ہے بہت
بے سبب آتا نہیں اب دم بدم عاشق کو غش
درد کھینچا ہے نہایت، رنج اٹھایا ہے بہت

میر تقی میرؔ اُردو کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ وہ ہر عہد میں شہنشاہِ غزل کہلائے گئے۔ غزل کی دنیا میں کوئی شاعر میرؔ کے مقام تک نہیں پہنچ سکا۔ کسی نے بھی میرؔ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان کی پیروی کو وجۂ عظمت سمجھا۔

غالبؔ کہتے ہیں کہ: -

ریختی کے تمہی استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

ابنِ انشاء نے میرؔ کی عظمت کا اعتراف یوں کیا ہے:-

اک بات بتاؤ انشاؔ جی، تمہیں ریختہ کہتے عمر ہوئی
تم سارے جہاں کا علم پڑھے کوئی میرؔ سا شعر کہا تم نے

آبِ حیات میں آقائے اُردو محمد حسین آزادؔ کہتے ہیں کہ:-

"میرؔ کی زبان میں خدا نے ایسی تاثیر دی ہے کہ وہی باتیں ایک مضمون بن جاتی ہیں......... گویا وہ اُردو کے سعدی ہیں۔"

میرؔ کا تصوّرِ غم:-

میرؔ کی شاعری درد و غم اور سوز و گداز کی ترجمان ہے۔ انہوں نے غم عشق اور غم روز گار کے مضامین ہی نہیں باندھے بلکہ غم کو ہی غزل کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔

بقول مجنوں گورکھپوری:- "میرؔ، الم کو ایک نشاط اور درد کو ایک سرور بنا دیتے ہیں۔"

میرؔ عمر بھر مایوسیوں اور ناکامیوں سے دوچار رہے۔ ایک تڑپ، ایک کسک، محرومیاں اور ناکامیاں ان کے کلام میں رچی بسی ہیں۔

روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات
اب یہی روز گار ہے اپنا
اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آتا ہے تب نہیں آتا

سادگی اور روانی و دھیماپن:-

میرؔ کا اندازِ بیاں نہایت دھیما اور دلنشیں ہے وہ سیدھے سادھے اور بھولے بھالے انداز میں اپنے دل کی بات کہتے ہیں۔ ان کی

JOIN FOR MORE!!!

شاعری کی اہم صفت سادگی ہے جو ان کے ہاں ایک آرٹ کی صورت میں نظر آتی ہے۔

اس کے ایفائے عہد تک نہ جیئے
عمر نے ہم سے بے وفائی کی
کچھ کرو فکر اس دوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی

خلوص وصداقت اور سوزو گداز:۔

میرؔ نے اپنی شاعری میں ذاتی غم کو آفاقی غم بنا کر پیش کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری عالمگیر اقدار کو اجاگر کرتی ہے۔ سوزو گداز اور خلوص وصداقت ان کی شاعری کا خاص جوہر ہے۔

مرے رونے کی حقیقت جس میں تھی
ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
ہمیشہ آنکھ ہے نمناک ہاتھ دل پر ہے
خدا کسی کو نہ ہم سا درد مند کرے

JOIN FOR MORE!!!

میرؔ کا عشق و غم عشق:۔

میرؔ کے ذہن میں عشق کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یہ جذبہ ان کے رگ و پے میں بچپن سے سرائیت کر گیا تھا۔ وہ ساری زندگی اور کائنات کو جذبہ عشق ہی کا مظہر سمجھتے ہیں۔

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور
محبت ہی اس کارخانے میں ہے
محبت ہی سب کچھ زمانے میں ہے
لوگ بہت پوچھا کرتے ہیں کیا کہیئے میاں کیا ہے عشق
کچھ کہتے ہیں سر الٰہی کچھ کہتے ہیں خدا ہے عشق

میرؔ کی شاعری میں عشق اور دل سب سے اہم موضوع ہے۔ شاعری میں ان کی حیثیت ایک درد مند اور خود رفتہ عاشق سی ہے جو ذہنی اور جسمانی طور پر عشق کے سانچے میں ڈھل گیا ہے۔

جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

تصوّف اور خدا شناسی:۔

میرؔ کی شاعری کے فکری عناصر میں تصوف کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ صوفی نہیں تھے لیکن مزاج میں قناعت، توکّل، صبر، اور دیگر صوفیانہ مضامین ان کی شاعری کی خاص پہچان ہیں۔

یہ توہم کا کارخانہ ہے
یاں وہی ہے جو اعتبار کیا
جلوہ ہے اسی کا سب گلشن میں زمانے کے
گل پھول کو ہے، ان نے، پردہ سا بنا رکھا

دل، دلّی اور حالاتِ زمانہ:۔

میرؔ کا زمانہ سیاسی زوال اقتصادی بد حالی معاشرتی افراتفری اور اخلاقی انحطاط کا زمانہ تھا، یہی وجہ ہے کہ میرؔ نے اپنی غزل کے مخصوص لہجے میں اپنے دور کے حالات بیان کئے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنے دل کا مرثیہ اپنی شاعری میں پیش کیا بلکہ انہوں نے دلی کے گلی کوچوں کی خوبصورت عکس بندی کی ہے۔

شہاں کہ کحل جواہر تھی خاک پا جن کی
انھی کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں

دلّی کے نہ تھے کوچے اوراق مصوّر تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

ڈاکٹر سید عبد اللہ "نقدِ میر" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر میرؔ کے زمانے کی تاریخ نہ لکھی جاتی تو میرؔ کی شاعری کو پڑھ کر ایک گہری نظر رکھنے والا اس زمانے کی تاریخ مرتب کر سکتا ہے۔"

JOIN FOR MORE!!!

دنیا کی بے ثباتی کا تصوّر:۔

حادثاتِ زمانہ اور گردشِ دوراں نے میرؔ کے دل میں گوشہ نشینی کا تصوّر اور بھی گہرا کر دیا تھا۔ اس کیفیت کا اظہار انہوں نے جابجا کیا ہے۔ دنیا کے عارضی ہونے کا تصوّر ان کی شاعری میں ایک خاص مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔

میرؔ عناصر چار دیوارِ
خوب جگہ ہے پر ہے بے بنیاد

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

انسان دوستی اور احترامِ آدمیت:۔

میرؔ نے اپنی شاعری میں انسانی عظمت اور اعلیٰ انسانی اقدار کو بڑی کثرت سے اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مضمون ان کی شاعری کا مستقل موضوع بن گیا ہے۔

آدمی کو ملکؔ سے کیا نسبت
شان ارفع ہے میرؔ انساں کی

کعبے سو بار وہ گیا تو کیا
جس نے یاں ایک دل میں راہ نہ کی

آہنگ و موسیقیت:۔

میرؔ کی شاعری ترنم اور موسیقیت کی دولت سے مالا مال ہے۔

بقول کلیم الدین احمد:-

" میر سیدھے سادھے مختصر، نرم اور ملائم لفظوں میں اپنے اچھوتے احساسات اور تاثرات کو صفائی اور دردانگیزی کے ساتھ بیان کرتے ہیں ان کے اشعار میں ایسا ترنم ہوتا ہے کہ گویا ان میں روح موسیقی آبسی ہے۔"

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

عالم عالم عشق و جنوں ہے دنیا دنیا تہمت ہے
دریا دریا روتا ہوں میں صحرا صحرا وحشت ہے

تشبیہہ و استعاروں کا خوبصورت استعمال:-

میر کو تشبیہہ اور استعاروں کے استعمال پر قدرت حاصل تھی، میر نے بہت خوبصورت تشبیہہ اور استعاروں سے دامنِ ادب کو مالا مال کیا ہے، وہ اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں،

بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:-

"میر تشبیہوں اور استعاروں کے ذریعہ سے بعض کیفیات کی ایسی خوبصورت تصویر کشی کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان کے ہاتھوں اس فن میں مصوّری جیسی شان پیدا ہو گئی ہے۔"

JOIN FOR MORE!!!

روشن ہے اس طرح دلِ ویراں میں داغ ایک
اجڑے نگر میں جیسے جلے ہے چراغ ایک

اس موج خیز دہر میں ہم کو قضا نے آہ!
پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا

حاصلِ گفتگو اور نتیجہِ فکر:-

میر کی شاعری ہر دکھی دل کی پکار ہے اور یہ پکار ہر زخمی دل کی آواز ہے۔

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے سچ کہا ہے کہ:-

"میر کا ہر شعر ایک آنسو اور ہر مصرعہ خون کی ایک بوند ہے۔"

الغرض میر کو اپنی شاعری کی بدولت اُردو ادب میں غیر فانی اور لازوال مقام حاصل ہے اور آج تک ہر صاحب نظر نے ان کے روبرو عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

میر تقی میر خود کہتے ہیں کہ:-

سارے عالم پہ میں ہوں چھایا ہوا
مُستند ہے مرا فرمایا ہوا

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

صوفی شاعر خواجہ میر دردؔ

خواجہ میر دردؔ اردو شاعری میں تصوّف کے امام کہلاتے ہیں۔ دردؔ کا شمار میر تقی میرؔ اور مرزا محمد رفیع سوداؔ کے ہم عصر شعراء میں ہوتا ہے۔ دردؔ کی شاعری اور زندگی دونوں میں یک رنگی ہے۔ دردؔ کے مزاج میں درد مندی، سوگواری اور خاکساری تھی، خود ان کا تخلّص بھی درد پسندی کی علامت بن گیا تھا۔

گلیم بخت سیہ سایہ دار رکھتے ہیں
یہی بساط ہم خاکسار رکھتے ہیں

وہ زندگی کی طرح ایک دم رہتا
اگرچہ دردؔ اسے ہم ہزار رکھتے ہیں

دردؔ تصوّف کے امام:۔

تصوّف کا جذبہ دردؔ کے جسم و جان میں سرائیت کر گیا تھا۔ وہ اس کے اسرار و رموز کو جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے دوسروں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کیا۔

JOIN FOR MORE!!!

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

حجابِ رخِ یار تھے آپ ہی ہم
کھلی آنکھ جب کوئی پردہ نہ دیکھا

صوفیانہ اصطلاحات:۔

خواجہ میر دردؔ کی شاعری صوفیانہ رنگوں سے سجی ہوئی ہے۔ ان کے ہاں سچائی اور گہرائی ہے، ان کے الفاظ اور اصطلاحات میں زبردست معنویت ہے۔ صوفیانہ اصطلاحات ان ہی کے ذریعے غزل میں عام ہوئیں، دردؔ کے ہاں زبان کے عام الفاظ تصوّف کی آغوش میں جاتے ہی اپنے معنی و مفہوم بدل لیتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

"خلوت، جلوت، وحدت، کثرت، کشف، نفس، ذات، دائرہ، ممکن، حجاب، پردہ، یقین، وجود، آشنا، بے گانہ، جبر و قدر، مجبوری اور مختاری " وغیرہ وغیرہ۔"

مت اٹکیو تو اس میں کہ مشہود کون ہے
ہر مرتبے میں دیکھیو موجود کون ہے

دونوں جگہ میں معنی مولا ہے جلوہ گر
غافل ایاز کون ہے محمود کون ہے

دردؔ کا تصوّرِ عشق:۔

دردؔ کا مسلک عشق تھا، ان کا عشق، عشقِ حقیقی اور ان کا محبوب، محبوبِ حقیقی ہے۔ اسی لئے ان کے ہاں طمانیت قلب، سکون اور پاکیزگی ہے، دردؔ کی غزلوں میں طہارت اسی کیفیت کے نتیجے میں ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

جی کی جی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

دید وا دید ہوئی دور سے میری اس کی
پر جو میں نے چاہا تھا وہ بات نہ ہونے پائی

حقیقت و مجاز کی ہم آہنگی:۔

تصوّف میں عشق حقیقی کی منزل تک پہنچنے کے لئے عشق مجازی سے بھی گزرنا لازم ہے۔ دردؔ عشق مجازی کی لذت سے نا آشنا نہیں تھے، ان کی شاعری حقیقت اور مجاز کی ہم آہنگی کی بہترین مثال ہے، ان کے ہاں خالص عاشقانہ اشعار بھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔

دل کس کی چشم مست کا سرشار ہو گیا
کس کی نظر لگی کہ یہ بیمار ہو گیا

کچھ ہے خبر بھی کہ اٹھ اٹھ کے رات کو
عاشق تری گلی میں کئی بار ہو گیا

JOIN FOR MORE!!!

شائستگی اور متانت:۔

خواجہ میر دردؔ نے غزل کہی اور اس کی بنیاد اپنے عقائد اور نظریات پر رکھی، ہوا اور ہوس کے زمانے میں دردؔ نے غزل کو شائستگی، متانت، سنجیدگی اور توازن عطا کیا۔

وہ اپنے فارسی کے رسالے نالۂ درد میں لکھتے ہیں کہ:

"فقیر نے شعر کبھی آورد سے موزوں نہیں کیا اور نہ اس میں مستغرق ہوا کبھی کسی کی مدح نہیں کی نہ ہجو لکھی اور نہ کسی کی فرمائش پر شعر لکھے۔"

ارض و سماں کہاں تری وسعت کو پا سکے
مرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

وحدت میں حرف تری دوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

دنیا کی بے ثباتی کا اظہار:۔

دردؔ کی شاعری کی ایک اہم شناخت ان کا صوفیانہ لہجہ اور دنیا کی بے ثباتی کا اظہار ہے۔ وہ دنیا پر صوفیانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو کہہ اٹھتے ہیں کہ۔

صورتیں کیا کیا ملی ہیں خاک میں
ہے دفینہ حُسن کا زیرِ زمیں

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

دردؔ کی شاعری میں سادگی ایک خاص جوہر:۔

دردؔ کی شاعری میں سادگی ایک خاص آرٹ ہے۔ سیدھی سچی بات کو مختصر ترین الفاظ میں بیان کرنے پر انہیں قدرت حاصل ہے۔ دردؔ کی غزلیں سہل ممتنع کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

دردؔ کی شاعری میں احساسِ غم:۔

دردؔ کی شاعری میں سادگی ایک خاص آرٹ ہے سیدھی سچی بات کو مختصر ترین الفاظ میں بیان کرنے پر انہیں قدرت حاصل ہے۔ دردؔ کی غزلیں سہل ممتنع کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔

یہ تیرے شعر نہیں دردؔ بلکہ نالے ہیں
جو اس طرح دلوں کو خراش کرتے ہیں

کیا جانیے کیا دل پہ مصیبت یہ پڑی ہے
اک آگ سی کچھ ہے کہ وہ سینے میں گڑی ہے

اس طرح سے اک لخت جو آنسو نہیں تھمتے
معلوم ہوا دردؔ کہیں آنکھ لڑی ہے

JOIN
FOR
MORE!!!

احترامِ آدمیت:۔

خواجہ میر دردؔ نے شاعری کو زندگی کی طرح مقصد دیا۔ انہوں نے شاعری کو نتیجۂ انسانیت کہا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری انسان دوستی کے جواہر سے مالا مال ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّو بیاں

موسیقی سے لگاؤ:۔

موسیقی اور راگ میں خواجہ میر دردؔ کی مہارت کا بھی بعض تذکرہ نگاروں نے واضح طور پر ذکر کیا ہے، اسی لئے موسیقیت اور آہنگ کے رنگ ان کی شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں۔

لختِ جگر سب آنسوؤں کے ساتھ بہہ گئے
کچھ پارہ ہائے دل ہیں کہ پلکوں پہ رہ گئے

کس کس طرح سے ان نے بھی سن سن کے تالیاں
ہر چند ہم بھی باتوں میں کچھ کچھ تو کہہ گئے

اعترافِ عظمت:۔

میر تقی میر کہتے ہیں کہ:۔

" دردؔ ریختہ کا زور آور شاعر ہے۔"

محمد حسین آزادؔ کہتے ہیں کہ:۔

" دردؔ تلواروں کی آبداری نشتروں میں بھر دیتے ہیں۔"

تاریخ اُردو ادب میں "رام بابو سکسینہ" کہتے ہیں کہ: ۔

" دردؔ اُردو شاعری کے تاج کا سب سے بڑا ہیرا ہے۔"

عظمت اللہ خان کہتے ہیں کہ:۔

" دردؔ صوفیانہ شاعری کے باوا آدم ہیں۔"

حاصلِ گفتگو اور نتیجۂ فکر:۔

مختصر یہ کہ دردؔ کی شاعری اور زندگی ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں انہوں نے جو کہا سچ کہا اور اثر و تاثیر میں ڈوب کر کہا، وحدت الوجود ان کا محبوب موضوع رہا، انسان کا مقام اور حیات و کائنات پر بحث تصوّف کے آئینے میں ان کی شاعری کے خاص جواہر ہیں، دردؔ کی شاعری اپنی شان، ادا اور بے نیازی میں اپنی مثال آپ ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مرا جی ہے جب تک تیری جستجو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے
نظر میرے دل کی پڑی دردؔ کس پر
جدھر دیکھتا ہوں وہی رو برو ہے

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ (فکر و فلسفے کا سب سے بڑا شاعر)

ایسا بھی کوئی ہے کہ جو غالبؔ کو نہ جانے
شاعر بہت اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

مرزا غالبؔ کا شمار اُردو کے صف اوّل شعراء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے نظم و نثر دونوں میں اپنی راہ نکالی وہ جدّت پسند انسان تھے، انہیں بنے بنائے ہوئے راستوں پہ چلنا پسند نہیں تھا، انہوں نے فکر و فلسفہ اختیار کیا اور اُردو شاعری کو معنی و مفاہیم کی دولت سے مالا مال کیا وہ بلاشبہ لاشعور کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ وہ ہر عہد میں شہنشاہِ غزل کہلائے گئے۔

وہ اپنی شاعرانہ کی عظمت کا بیان یوں کرتے ہیں:-

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں کہ:-

"اُردو میں پہلی بھرپور اور رنگارنگ شخصیت مرزا غالبؔ کی ہے۔"

غالبؔ کا فکر و فلسفہ:-

غالبؔ سے پہلے اُردو غزل صرف جذبات و احساسات کی ترجمان تھی غالبؔ نے فکر و فلسفے کو غزل میں سمو کر اسے نئی زندگی بخشی، غالبؔ کی عظمت اس کی فکر میں پوشیدہ ہے ہر آنے والا زمانہ اس کی قدر و منزلت کا زمانہ ہے، اس کی شاعری میں انسان، خدا اور کائنات کی مثلث موجود ہے۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

غالبؔ کی جدّت پسندی:-

غالبؔ کی شاعری کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کی جدّت پسندی ہے۔ بیان اور اسلوب کی جدّت ان کی پہچان ہے، انہوں نے منفرد لب و لہجہ اختیار کیا اور اپنے مختصر سے دیوان میں معنی و مفاہیم کا خزانہ بھر دیا۔

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

بوئے گل نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

شوخی و ظرافت:-

غالبؔ ایک خوش مزاج انسان تھے، انہوں نے زندگی کے غم اور محرومیوں کو روگ نہیں بنایا، شوخی و شگفتگی، ہنسی اور مذاق اور طنز و ظرافت کے رنگ ان کی شاعری اور زندگی دونوں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہ سنجیدہ اور فکر انگیز خیال کو ظرافت کی چاشنی میں پیش کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔

کیوں نہ فردوس کو دوزخ میں ملالیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

تصوّف:-

غالبؔ کائنات کو ایک صوفی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کی شاعری میں تصوّف یعنی معرفت الٰہی اور خدا شناسی کے پاکیزہ اور باریک نکتے ہیں۔

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

دل ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

JOIN FOR MORE!!!

سہلِ ممتنع:-

غالبؔ کی شاعری میں جہاں مشکل پسندی ہے وہیں وہ سادگی کے جوہر بھی خوب بکھیرتے ہیں انکے بعض اشعار سہلِ ممتنع کی اعلیٰ مثال نظر آتے ہیں غالبؔ کے بہت سے اشعار سادگی اور تاثیر میں اپنی مثال آپ ہیں۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

موت کا ایک دن معیّن ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

غالبؔ کا تصوّرِ عشق:-

غالبؔ کی شاعری میں عشق اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ نظر آتا ہے۔ وہ عشق کی عظمت کے قائل ہیں اور جذبہ عشق سے سرشار نظر آتے ہیں۔ ان کی عشقیہ شاعری میں ایک مصوّرانہ شان ہے۔ انہوں نے پہلی بار عشق کو نفسیاتی حقیقتوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا مرے بعد

عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

JOIN FOR MORE!!!

ترنم اور موسیقیت:۔

غالبؔ کی شاعری ترنم اور موسیقی کے جواہر سے مالامال ہے، وہ الفاظوں کی تکرار سے ایساں سماں باندھ دیتے ہیں جو دلوں پر بے پناہ اثر ڈالتا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دَم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل آپ فرمائیں گے کیا

غالبؔ کی غزل میں لامحدودیت:۔

غالبؔ کی غزل میں لامحدودیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالبؔ اپنے زمانے سے لے کر آج تک صفِ اوّل کا شاعر رہا ہے، گزرتے ہوئے وقت نے اس کی مقبولیت میں اضافہ کیا ہے، غالبؔ کے رنگِ تغزل کا جادو آج بھی اُردو شاعری کو اپنے حصار میں لئے ہوئے ہے۔

بس ہجومِ ناامیدی خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے ادھر ہوتا کاش کہ مکاں اپنا

غالبؔ اور تلمیحات:۔

غالبؔ کی شاعری میں تلمیحات ان کے اعلیٰ تخلیقی شعور کی عکاس ہیں۔ انہوں نے بعض ایسی تلمیحات استعمال کی ہیں کہ پڑھنے والا تاریخ کے اوراق پلٹنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

غالبؔ اور سائنسی شعور:۔

غالبؔ کی شاعری ایک ایسے گلدستے کی مانند ہے جس میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اپنے اعلیٰ تخلیقی شعور کی بدولت غالبؔ بلاشبہ اُردو شاعری کے سب سے درخشاں ستارے ہیں، غالبؔ کا سائنسی شعور اُردو شاعری کے ماضی اور مستقبل پر پھیلا ہوا ہے یہی ان کی سب سے بڑی انفرادیت ہے، مولانا حالیؔ کی "یادگارِ غالبؔ" سے لے کر ڈاکٹر حامد علی شاہ کی "غالبؔ کا سائنسی شعور" تک غالبؔ کے فن اور شخصیت پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں جو ان کی عظمت کی بہت بڑی مثال ہیں۔

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم، جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

خوشی، خوشی کو نہ کہہ غم کو غم نہ جان اسدؔ
قرار داخل اجزائے کائنات نہیں

عظمتِ غالبؔ:۔

تاریخ اُردو ادب میں عبد الرحمن بجنوری کہتے ہیں کہ:۔

"دیوان غالبؔ ہندوستان کی الہامی کتاب ہے۔"

تاریخ اُردو ادب میں آلِ احمد سرور کہتے ہیں کہ:۔

" اُردو غزل میں غالبؔ ایک نیا خیال، ایک نیا گوشہ فکر اور ایک نیا شعور ہیں۔"

ڈاکٹر سلیم اختر کہتے ہیں کہ:۔

" غالبؔ ایک لاشعور کا شاعر ہے۔"

مجنوں گورکھپوری کہتے ہیں کہ:۔

"اُردو غزل کی رفتار میں غالبؔ ایک رہنما ہے اور دیوان غالبؔ ایک موڑ ہے۔"

حاصلِ گفتگو اور نتیجہ فکر:۔

غالبؔ بلاشبہ اُردو کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری فکر و فلسفے کی دولت سے مالا مال ہے، شوخی و ظرافت، حیات و کائنات پر بحث، انسان، خدا اور کائنات کے رشتوں کی اُلجھی ڈور، غرض سبھی کچھ ان کی شاعری کی موضوعات میں شامل ہے۔ غالبؔ کے لہجے کی انفرادیت اور موضوعات کی ندرت ان کی سب سے بڑی پہچان ہے۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی کہتے ہیں کہ:۔

مغل دور نے ہمیں تین چیزیں دی ہیں،

"اُردو زبان ، تاج محل اور مرزا غالبؔ"

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

مومن خان مومنؔ (حسن و عشق کا شاعر)

مومن خان مومنؔ اردو کے ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کی شاعری فنی اور جمالیاتی اعتبار سے نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ مومنؔ کی شاعری کی نمایاں صفت ان کی جدتِ ادا اور ندرتِ خیال ہے۔ مومن پرانے خیالات کو نئے اسلوب میں پیش کرنے کے ماہر تھے۔ اس کی وجہ ان کا علم و فضل اور شعر و سخن سے ان کی طبیعت کی ہم آہنگی ہے، وہ خالص غزل کے شاعر ہیں۔

ڈاکٹر سید عبادت بریلوی کہتے ہیں کہ: -

"مومنؔ کے ہاں نہ تو میر کا سوز ہے اور نہ جرآت کی سی بے باکی

انہوں نے دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کیا ہے۔"

مومنؔ نے شاعری میں ایک توازن اور ہم آہنگی پیدا کی ہے وہ سماجی اقدار اور تہذیبی معیار کا خاص خیال رکھتے ہیں اسی لئے ان کی غزل کی رمزیت اور ایمائیت اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

تغزل:-

مومنؔ کا کلام رنگ تغزل کے اعتبار سے نقطۂ عروج پر ہے۔ مومنؔ نے غزل کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے اس کے اصل روپ میں پیش کیا ہے، خاص اور نکھرا ہوا اسلوب جو غزل کے حقیقی مفہوم کا آئینہ دار ہے، مومنؔ نے اردو شاعری کو بڑی خوبصورت غزلوں کا سرمایہ دیا ہے، ان کی زبان نہایت صاف رواں اور ستھری ہے، وہ غزل کے فن سے آگاہی رکھتے تھے اور اس کی نزاکتوں سے خوب واقف تھے۔

ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا

جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں

سادگی و سہل ممتنع:-

مومنؔ کے کلام میں جہاں فارسی الفاظ و تراکیب نظر آتی ہیں وہیں سادگی اور پرکاری کے دریا بھی بہتے ہیں۔ نہایت سادہ زبان میں بڑے موثر اور دل میں اتر جانے والے شعر کہنا ان کا امتیازی وصف ہے۔

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے

ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

معاملہ بندی:-

معاملات عشق و محبت جب جذبات کی لپیٹ میں آجاتے ہیں تو وہ حد آجاتی ہے جسے شاعرانہ اصطلاح میں معاملہ بندی کہا جاتا ہے، مومن کی غزل میں صاف اور شائستہ قسم کی معاملہ بندی نظر آتی ہے۔ مومنؔ کا عشق پردہ نشین بھی خاصہ مشہور ہے، مومنؔ تہذیب کے دائرے میں رہ کر جذبات عشق اور معاملات محبت ادا کرتے ہیں۔

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہی وعدہ یعنی نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

وہ نئے گلے وہ شکایتیں وہ مزے مزے کی حکایتیں

وہ ہر اک بات پہ روٹھنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

نازک خیالی:-

مومنؔ نے دور از کار محاوروں، استعاروں اور رعایت لفظی کی بنا پر نازک خیالی کے بڑے عمدہ نمونے پیش کیے ہیں۔ یہ جوہر ان کی غزلوں میں بے حد نمایاں ہے۔ وہ اس فن میں ایک خاص انداز کے مالک ہیں۔

شعلہ دل کو ناز تابش ہے

اپنا جلوہ ذرا دکھا جانا

کیا تم نے قتل جہاں اک نظر میں

کسی نے نہ دیکھا تماشہ کسی کا

روز مرہ اور محاورہ:-

کلام مومنؔ میں زبان کی صحت و سلاست، فصاحت و بلاغت اور برجستگی کے ساتھ ساتھ روز مرہ اور محاورہ نیز ضرب الامثال اشعار کا خاص عنصر نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بہت سے اشعار اور مصرعے زبان زد خاص و عام ہیں اور روز مرہ کی طرح استعمال ہوتے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

کل جو مسجد میں جا پھنسے مومنؔ

رات کاٹی خدا خدا کر کے

JOIN FOR MORE!!!

عشق و محبت:-

مومنؔ خالص محبت کے شاعر ہیں۔ ان کی غزلوں کا موضوع یہی ہے۔ انہوں ـ اور دوسرے مضامین کی طرف کم توجہ دی ہے۔ انہوں نے اس صنف لطیف کو اپنا محبوب بنایا ہے اور اس دل فر ـ سے عکاسی کی ہے۔

مجلس میں مرے ذکر کے آتے ہی اٹھے وہ

بدنامی عاشق کا اعزاز تو دیکھو

دیکھے ہے چاندنی وہ زمیں پر نہ گر پڑے

اے چرخ اپنے تو مہ کامل کو تھامنا

حالات زمانہ کی عکّاسی:-

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مومنؔ کی غزلوں میں عشق و محبت ہے لیکن مومنؔ نے اپنے آس پاس کی زندگی سے آنکھیں بند نہیں کی تھیں۔ انہوں نے اپنے زمانے کے نشیب و فراز کو دیکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلوں میں کہیں کہیں اس زمانے کے اجتماعی معاملات و مسائل کی ترجمانی ملتی ہے۔

"زمانے کا غم، اپنی عظمتوں کے مٹنے کا احساس، پرانی اقدار کے فنا ہو جانے کا ملال، انقلاب کی تمنا کچھ کرنے کی آرزو، یہ باتیں کہیں کہیں واضح اور کہیں اشاروں میں مومنؔ کے ہاں موجود ہیں۔"

کچھ قفس میں ان دنوں لگتا ہے جی
آشیاں اپنا ہوا برباد کیا

پائمال ہم نہ ہوئے فقط جورِ چرخ سے
آئی ہماری جان پہ آفت کئی طرح

مومن کے مقطعے:۔

اُردو شاعری میں میر کی طرح مومن کے مقطعے بھی بہت مشہور ہیں ۔ مومن آپنے تخلّص کو اس طرح اور اس رنگ میں استعمال کرتے ہیں کہ اکثر جگہ شعر کا مفہوم نکھر جاتا ہے اور اس کی لطافت اور رعنائی میں اضافہ ہو جاتا ہے، وہ اپنے تخلّص کی رعایت سے مضمون باندھتے ہیں اور تخلّص کے مقابلے میں، بت، کافر، اور صنم جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

JOIN
FOR
MORE!!!

ہائے صنم ہائے صنم لب پہ کیوں
خیر ہے مومن تمہیں کیا ہو گیا

اعتراف عظمت:۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں کہ:

"اُردو شاعری کی وہ شمع جو مومن کے ہاتھوں روشن ہوئی ہے اسے وقت کی کوئی آندھی نہیں بجھا سکے گی"

محمد حسین آزاد کہتے ہیں کہ:۔

"غزلوں میں ان کے خیالات نہایت نازک اور مضامین اعلیٰ ہیں الغرض مومن تغزل اور عاشقانہ رنگ کا امام ہے"

رام بابو سکسینہ، تاریخ اُردو ادب میں لکھتے ہیں کہ:۔

"مومن کا کلام نازک خیالی اور بلند پروازی کے لئے شہرہ آفاق ہے"

حاصلِ گفتگو اور نتیجہِ فکر:۔

مختصر یہ کہ مومن آپنے اسلوب اور اندازِ فکر کی بدولت ہمارے شعری ادب میں ہمیشہ زندہ رہیں گے اور بلاشبہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ میر کا عشق دل کا ہے، غالب کا دماغ کا جبکہ مومن کا عشق نظر کا عشق ہے۔ مومن آپنے ذوقِ جمال کے سبب عشق سے زیادہ حسن کے پرستار ہیں ان کے کاروبارِ محبت میں دیکھنے اور دکھانے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا
میری طرف بھی غمزہ غماز دیکھنا
دشنامِ یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024 PRACTICAL CENTRE

علّامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ (ایک عظیم مفکّر شاعر)

علّامہ اقبالؒ ان چند عظیم شعراء میں سے ہیں جنہوں نے نہ صرف شاعری کو فنّی لحاظ سے عظمت و رفعت بخشی بلکہ اپنے دلنواز نغموں سے مردہ روحوں میں زندگی کی نئی لہر پھونک کر ایک عظیم ذہنی انقلاب بپا کیا۔ اقبالؒ نے زندگی کے ہر گوشے پر بہت عمدگی سے اظہار خیال کیا ہے، ان کے موضوعات کی وسعت اور انداز کی رنگینی انہیں بلاشبہ اُردو کے تمام شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔ اقبالؒ نے ہر صنف کو کامیابی سے نبھایا۔ اپنے خیالات کے اظہار کے لئے انہوں نے نئے نئے سانچے تیار کئے، نادر تشبیہات و استعارات اور اچھوتی تراکیب استعمال کیں اور کلام میں شاعرانہ موسیقی و لفظی جادوگری اور ایجاز و اختصار سے کام لیا۔

اقبالؒ اور غزل:۔

اقبالؒ بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں لیکن غزل گو کی حیثیت سے بھی ان کا منفرد مقام ہے، اقبالؒ کی غزل میں جوش و مستی، وسعت تخیل، فلسفہ اور فکر کی بلندی کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے ذہنی اور سماجی حالات کا عکس بھی موجود ہے، ان کی اکثر غزلوں میں جدّت طرز اور مضمون آفرینی کی وجہ سے نظم کا سا انداز ملتا ہے۔ ان میں عشق خداوندی، مردِ مومن کی صفات، فلسفہ خودی، اور تصورِ ملّت جیسے مضامین کی ہم آہنگی سے اُردو شاعری نئے اسلوب سے آشنا ہوئی۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

اقبالؒ اور نظم:۔ علّامہ اقبالؒ کی شاعری اُردو شاعری کا نقطہ عروج ہے۔ ان کے کلام میں بے شمار موضوعات پر نظمیں موجود ہیں جن میں مناظر فطرت، تاریخی، دینی و ملی موضوعات پر لکھی گئی نظمیں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان نظموں میں اقبالؒ نے اپنے تخیل کو بڑی خوبصورتی سے لفظی پیکروں میں ڈھالا ہے۔

پانی کو چھو رہی ہے جھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

اٹھائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری

اقبالؒ صاحب پیغام شاعر:۔

اقبالؒ کا ایک امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ وہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مفکر بھی ہیں۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اسلامی دنیا کی حالت بڑی یاس انگیز ہے، انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اسلام کا عالمگیر پیغام ملّت اسلامیہ، اقوام مشرق اور تمام دنیا کو سنا دیا۔

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

محروم تماشہ کو پھر دیدہ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

فلسفہ زندگی:۔

اقبالؔ کی ابتدائی دور کی شاعری میں اضطراب اور ذہنی کشمکش نظر آتی ہے لیکن بہت جلد وہ اپنی راہوں کا تعین کرکے خدا کے بتائے ہوئے راستے کو انسان کا مقصد اور نجات کا ذریعہ سمجھنے لگے، عشق خدا اور عشق رسولؐ کو انہوں نے زندگی کا مقصد بنالیا، ان کے نزدیک زندگی مسلسل حرکت اور جدوجہد کا نام ہے۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیر

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

فلسفہ خودی:۔

اقبالؔ کے کلام کی بڑی خصوصیت ان کا فلسفۂ خودی ہے۔ یہ عرفان ذات کا دوسرا نام ہے۔ انہوں نے خودی کا جذبہ بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ جدوجہد اور آزادی کا درس دیا۔ وہ مایوسی اور بے یقینی کا شکار مسلمان قوم کا علاج خودی میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرد اور معاشرے کے جملہ مسائل کا حل خودی میں موجود ہے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

خودی کیا ہے راز درون حیات
خودی کیا ہے بے داری کائنات

ازل اس کے پیچھے ابد سامنے
نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے

خودی کا سر نہاں لا الٰہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الا اللہ

اقبالؔ کا تصورِ شاہین:۔

اقبالؔ نے اپنی شاعری اور فلسفے کے لئے جو علامتیں وضع کیں ان میں شاہین کو خاص اہمیت حاصل ہے، شاہین بلند پروازی کی علامت ہے وہ قلندرانہ صفات کا حامل ہے وہ اپنی روزی اپنے قوت بازو سے حاصل کرتا ہے یعنی وہ ان تمام خصوصیات کا حامل ہے جو علامہ اقبالؔ اپنے مردِ مومن میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

نہیں ترا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

اقبالؔ اور مردِ مومن کا تصوّر:۔

مردِ مومن کا تصوّر کلام اقبالؔ کا بنیادی جوہر ہے۔ اقبالؔ کا مردِ مومن وہ ہے جو عشق کی بدولت اپنی خودی سے آگاہ ہوجاتا ہے، وہ صفات الٰہی کا نمونہ ہوتا ہے۔ اس میں بیک وقت قہاری، غفاری، قدّوسی اور عظمت وجلال جیسی صفات ہوتی ہیں۔

قہّاری و غفّاری قُدّوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اقبالؒ کا تصوّرِ عشق:۔

علّامہ اقبالؒ کے نزدیک عشق کے جذبے کی بڑی اہمیت ہے وہ اسے زندگی کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں کیونکہ عشق ہی کی بدولت خدا اور انسان کا رشتہ قائم ہے۔ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ:

اگر ہو عشق تو کفر بھی ہے مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

شاعرانہ مصوّری:۔

کلامِ اقبالؒ کی ایک اور بڑی خصوصیت شاعرانہ مصوری ہے۔ اقبالؒ مناظرِ فطرت کو بیان کرتے ہوئے ان کی تصویر اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ انہیں اپنے خیالات کو محسوسات بنا کر پیش کرنے میں کمال حاصل ہے۔

سورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو طشتِ افق سے لے کر لالے کے پھول مارے

تراکیب کی جدّت:۔

غالبؔ کی طرح اقبالؒ کو بھی نئی نئی تراکیب تراشنے میں اعلیٰ مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے اُردو ادب کو نادر تراکیب کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔ مثلاً:

"برق نگاہ، آئینہ پوش، بزمِ سخن پیکر، جگر لالہ، چراغِ مصطفوی، دیدۂ بینا، شامِ سیہ قبا۔" ......وغیرہ وغیرہ

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

نادر تشبیہات و استعارات:۔

علّامہ اقبالؒ کی شاعری مین خوبصورت تشبیہات و استعارات سے تاثیر اور وجد آفرینی میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان کی نظمیں، ایک آرزو، بزمِ انجم، اور جگنو وغیرہ دلفریب تشبیہات و استعارات کے اعتبار سے لاجواب ہیں۔

جگنو کی روشنی ہے کاشانہ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خُوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

JOIN FOR MORE!!!

۴۔ ہجرت کا دکھ:

ناصر کاظمی کے اشعار میں یاد کے بے نشاں جزیروں سے محبوب کی آواز سنائی دینا، محبوب سے ملاقات ہونے پر دونوں کا خاموش رہنا، آنکھ کھلنے پر محبوب کو نہ پانا جیسے واقعات مخصوص تہذیبی فضا کا احساس دلاتے ہیں۔

آج تو وہ بھی کچھ خموش سا تھا
میں نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی
آنکھ کھلی تو تجھے نہ پاکر
میں کتنا بے چین ہوا تھا

انتظار حسین کہتے ہیں کہ

"ان کی طبیعت شروع سے عاشقانہ تھی"

۵۔ سادہ اور منفرد اسلوب:

اس میں شبہ نہیں کہ ناصر کاظمی کو جدید غزل کے ارتقا میں ایک اہم مقام حاصل ہے، ان کا شعری اسلوب ایک جداگانہ رنگ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تخلیقی شاعری میں ان کی الگ پہچان ہے۔ ان کا اسلوب سادگی، خلوص اور تازگی سے پہچانا جاتا ہے۔ ان کے اشعار بجلی کی طرح کوندتے ہیں اور آس پاس کی فضا کو منور کرتے ہیں:

آنکھ کھلی تو تجھے نہ پاکر
میں کتنا بے چین ہوا تھا
انھیں صدیوں نہ بھولے گا زمانہ
یہاں جو حادثے کل ہو گئے ہیں

۶۔ چھوٹی بحروں کا خوبصورت استعمال:

چھوٹی بحر میں خوبصورت اشعار کہنا ناصر کاظمی کا اصل فن ہے وہ اس میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی بیشتر شاعری اس فن کا اعلیٰ ترین اظہار ہے وہ اس فن میں میرؔ اور مومنؔ کے پیروکار ہیں۔

اک رخسار پہ زلف گرہ تھی
اک رخسار پر چاند کھلا تھا

چندر کرن سی انگلی انگلی
ناخن ناخن ہیرا سا تھا

غم ہے یا خوشی ہے تو
میری زندگی ہے تو

JOIN FOR MORE!!!

۷۔ حالات زمانہ اور ناصر کاظمی:

معاشرے کے رویوں نے انہیں اندر ہی اندر سلگتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ابھی یہ دلخراش حقیقت ہی بھولنے نہ پائے تھے کہ سقوط ڈھاکہ کے سانحے نے انہیں مزید کھوکھلا کر دیا۔ وہ بے بسی کی تصویر بن کے رہ گئے۔ اس بے حسی اور مفاد پرستی کو انہوں نے بڑے کرب سے کچھ یوں بیان کیا ہے:

اٹھ گئے کیسے کیسے پیارے لوگ
ہو گئے کیسے کیسے گھر خاموش

چند گھرانوں نے مل جل کر
کتنے گھروں کا حق چھینا ہے

ناصؔر کاظمی کے زندگی کے ان صبر آزما واقعات نے ان کی تخلیقی شخصیت کو گہرے طور پر متاثر کیا اور انھوں نے ایسے اشعار کہے، جو اس دور کی سماجی دہشت خیزیوں اور انتشار کا پتہ دیتے ہیں۔

بازار بند، راستے سنسان، بے چراغ
وہ رات ہے کہ گھر سے نکلتا کوئی نہیں

آج تو وہ بھی کچھ خموش سا تھا
میں نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی

شہر سنسان میں کدھر جائیں
خاک ہو کر کہیں بکھر جائیں

JOIN FOR MORE!!!

۸۔ ناصؔر کاظمی اور اداسی:

ناصؔر کے یہاں "پرانی صحبتیں" احساس زیاں پر منتج تو ہوتی ہیں مگر وہ [illegible] اسی کے شکار نہیں ہوتے۔ وہ "اداس اداس" تو پھرتے ہیں مگر اس امید سے دست بردار نہیں ہوتے کہ کبھی نہ کبھی رفتگاں کا سراغ مل ہی جائے گا، یہ روّیہ رومانی آرزومندی کو جنم دیتا ہے۔

آج تو وہ بھی کچھ خموش سا تھا
میں نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی

۹۔ ناصؔر کاظمی کا تصوّر عشق:

ناصؔر کاظمی جذبۂ عشق سے سیراب ہیں مگر اس کو اپنے مخصوص تہذیبی اور سماجی ماحول سے الگ نہیں کرتے، آسمانوں میں پرواز کرنے کے باوجود ان کے قدم زمین پر رہتے ہیں۔ ناصؔر کے یہاں عشق انسانی رشتوں کی سچائی، دل آویزی اور جذب وکشش کے ساتھ ساتھ شکست دل کے المیے میں ڈھل جاتا ہے۔

جنھیں ہم دیکھ کر جیتے تھے ناصؔر
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

یہ سانحہ بھی محبت میں بارہا گزرا
کہ اس نے حال بھی پوچھا تو آنکھ بھر آئی

۱۰۔ عظمت ناصر کاظمی:

ڈاکٹر وہاب اشرفی کہتے ہیں کہ

" غزل کے قدیم روایتی پیکر میں یہ نئے انداز کی غزل تھی جس کی قبولیت کا دائرہ سلسلہ در سلسلہ پھیلتا چلا گیا۔"

بطور ڈاکٹر وزیر آغا

" 1947ء سے 1965ء تک پھیلا ہوا ہے پورا عہد ناصر کاظمی کے نام سے منسوب ہے۔"

ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی کہتے ہیں کہ

"ناصر کاظمی ایک مجتہد العصر شاعر تھے جنہوں نے نہ صرف اپنی انفرادیت قائم کی بلکہ اپنی غزل میں وہ خوشبو بھی پیدا کی جو گملے تک محدود نہیں رہتی بلکہ دیوارِ چمن عبور کر جاتی ہے۔"

۱۱۔ نتیجہ فکر:

ناصر کاظمی کو دورِ جدید کا "میر ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے زندگی کے تمام احساسات کو لفظی پیکر میں ڈھال کر بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اداسی، یادِ ماضی اور دوستوں کے بچھڑ جانے کا غم ان کے اشعار کا خاص مزاج ہے۔ جبکہ ان کے اشعار میں، گلی، خالی کمرہ، جنگل، پیڑ، پتے، خاموشی، چاند، بارش، موسم، تنہائی، دریا، جیسے الفاظ نئے احساسات کے ساتھ ملتے ہیں اور چھوٹی بحر میں شعر کہنا ان کا خاص فن ہے۔

وہ ہجر کی رات کا ستارہ وہ ہم نفس ہم سخن ہمارا
سدا رہے نام اس کا پیارا سنا ہے کل رات مر گیا وہ

وہ رات کا بے نوا مسافر وہ تیرا شاعر وہ تیرا ناصرؔ
تری گلی تک تو ہم نے دیکھا تھا پھر نہ جانے کدھر گیا وہ

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE

CLASS-XII

JOIN
FOR
MORE!!!

اُردو (لازمی)

سیٹ نمبر ۷

نثر نگاروں پر تبصرہ

2023-24

info@practicalcentre.edu.pk

021-34976530
021-34812547
021-34984762

B-14, Block-1,
Gulshan-e-Iqbal, Karachi.

www.practicalcentre.edu.pk

فہرست

- علامہ سید سلیمان ندوی
- محمد حسین آزاد
- علامہ شبلی نعمانی
- مولوی عبدالحق
- رشید احمد صدیقی
- پطرس بخاری
- خدیجہ مستور

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARACHI. ☏: 3497653O-34812547-34984762

نثر نگاروں کے طرزِ تحریر پر تبصرے

علّامہ سید سلیمان ندویؒ

سرمایۂ اُردو ادب شبلیؔ، ندویؔ کی کتاب
صاحبِ اسلوب دونوں اور محقق لاجواب　　　　اقبال نازؔ

علّامہ سید سلیمان ندویؒ بنیادی طور پر علمی و ادبی شخصیت کے مالک تھے۔ اُن کی تحریروں میں علمی متانت و شرافت ہمیشہ غالب رہی اُن کی ادبی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ مستند عالمِ دین، سیرت نگار، سوانح نگار، مورّخ، محقق، شاعر و انشاپرداز ہیں۔ آپ کا اسلوب پُروقار اور بااعتبار ہے۔ آپ کا اندازِ تحریر آپ کی شان ہے۔ علّامہ سید سلیمان ندویؒ کی علمی اور ادبی خدمات کا جائزہ مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

سیرت نگاری ﷺ:۔

JOIN FOR MORE!!!

سیرت النبی ﷺ کی تکمیل آپ کا وہ یادگار و لازوال کارنامہ ہے جو اُردو ادب میں آپ کی حیثیت کو حیاتِ دوام بخشنے کے لئے کافی ہے۔ آپ نے سیرت النبی ﷺ لکھ کر اپنے اُستاد شبلی نعمانی کے کام کو مکمل کیا اور نبی پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے عظیم گوشوں پر ضخیم اور جامع انداز میں کام کر کے برصغیر پاک و ہند میں اپنی علمی و ادبی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔

سیرت النبی ﷺ سے اقتباس:۔

"آنحضرت ﷺ کی سیرت تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعاتِ زندگی کا خلاصہ، ان کی تعلیمات کا عطر اور ان کے حالات و مشاہدات کا برزخ ہے۔ آپ ﷺ ایک عالمگیر اور ابدی مذہب لے کر مبعوث ہوئے تھے"

خُطباتِ مدراس:۔

ندویؒ صاحب کے یہ خُطبے سیرتِ پاک ﷺ کے موضوع پر ہیں جو انہوں نے ۱۹۲۵ء (اُنیس سو پچیس) میں اسلامی تعلیمی انجمن کی دعوت پر دیئے تھے۔

یہ خُطبات اپنے مؤثر انداز کی بنا پر دلکش و دلنشین ہیں۔ یہ وہ ادبی شہ پارے ہیں جو اُن کے فن و علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ایک خُطبے میں وہ کہتے ہیں:۔

"صرف محمد رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونۂ عمل اور قابلِ تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے اس لیے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل، دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختمِ نبوّت کی سب سے بڑی دلیل ہے"

بلند پایہ محقق:۔

ندویؒ صاحب نے علومِ اسلامی کے تمام شعبوں میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں موضوع کا اس طرح احاطہ کرتے ہیں کہ قاری پوری طرح سیراب ہو جاتا ہے۔ اِسی لئے علمی اور تحقیقی اعتبار سے اُن کی تصنیف کو سیرت نگاری میں بلند مرتبہ حاصل ہے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

وقار عظیم کا خیال ہے کہ:-

"سلیمان ندوی کا اسلوب محققانہ ہے۔ وہ کسی جگہ اپنے اس انداز سے دستبردار نہیں ہوتے ہیں۔"

تخیلاتی رنگ:-

ندوی صاحب اپنی نثر میں اپنے بھرپور تخیلات کے جوہر دِکھلاتے ہیں وہ نثر میں شاعرانہ تخیل کے خوب رنگ بکھیرتے ہیں اعلیٰ تشبیہات واستعارات کا بلا تکلّف استعمال اُن کی تحریروں کی شان ہے۔ وہ اپنی مرصّع نثر پر سادگی کا دامن تھام کر خوب رنگ بکھیرتے ہیں۔

"ایک حاکم کے لیے محکوم کی زندگی، ایک محکوم کے لیے حاکم کی زندگی، ایک دولت مند کے لیے غریب کی زندگی اور ایک غریب کے لیے دولت مند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی۔ اس کے لیے ضرورت ہے ایک عالمگیر اور دائمی پیغمبر ؐ کی زندگی، ان تمام مناظر کے رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ ہو۔"

علمیت:-

سلیمان ندوی کی تحریریں علمی جواہر سے مالا مال ہیں۔ وہ قاری کے ذہن پر چھا جانے کا ہُنر خوب جانتے ہیں۔ ان کی تحریریں علمیت و صِداقت کے جذبے سے بھرپور ہوتی ہیں۔

ممتاز حسین اُن کی علمیت کا اعتراف یوں کرتے ہیں کہ:-

"اُن کا وجود علم و فضل کا ایک دریا ہے جس سے سینکڑوں نہریں نکلی ہیں۔"

اختصار و جامعیت:-

ندوی صاحب کا اسلوبِ بیان نہایت جامع اور اختصار پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ تفصیل طلب امور کو بھی اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اُن کی تحریریں اُن کی اِس صلاحیت کا برملا اعتراف کراتی ہیں۔ وہ اپنے اظہار میں تشنگی کا پہلو ہرگز نہیں آنے دیتے ہیں۔

"ندوی صاحب کے اختصار اور جامعیت کا عالم یہ ہے کہ موضوع کتنا ہی تفصیل طلب کیوں نہ ہو آپ کے فقروں کی وسعت میں گرفتار ہوتے ہی سمٹتا چلا جاتا ہے اور کمالِ فن یہ ہے کہ موضوع سمٹتا جاتا ہے اور مفہوم واضح ہوتا جاتا ہے۔"

جوشِ بیان و رعنائی:-

ندوی صاحب کا کمالِ فن ہے کہ انہوں نے ہر موضوع کی تحریروں کو جوشِ بیان و رعنائی سے اس طرح دلچسپ بنا دیا ہے کہ قاری بے پناہ متاثر ہوتا ہے۔ مولانا ایک شیریں لہجہ رکھتے تھے جو ان کی تحریر کی خاص خوبی ہے۔

"نوح ؑ کا جوشِ تبلیغ، ابراہیم ؑ کا ولولہ توحید، اسحٰق ؑ کی وراثتِ پدری، اسماعیل ؑ کا ایثار، موسیٰ ؑ کی سعی و کوشش، ہارون ؑ کی رفاقتِ حق، یعقوب ؑ کی تسلیم، داؤد ؑ کا غربتِ حق پر ماتم، سلیمان ؑ کا سرود حکمت، زکریا ؑ کی عبادت، یحییٰ ؑ کی عفّت، عیسیٰ ؑ کا زہد، یونس ؑ کا اعترافِ قصور، لوط ؑ کی جانفشانی، ایوب ؑ کا صبر، یہی وہ حقیقی نقش و نگار ہیں جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہے اور جہاں کہیں ان صفاتِ عالیہ کا وجود ہے وہ ان ہی بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کا عکس ہے۔"

صداقت و سچائی:-

مولانا نے اپنی ہر موضوع کی تحریروں میں صداقت و سچائی کا دامن تھامے رکھا علم و فکر کو قاری تک پہنچانے کے لئے انہوں نے بھرپور صداقت و سچائی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا۔ انہوں نے قلم کی حُرمت کا ہمیشہ خیال رکھا۔ انہوں نے اپنے قلم کو کسی تعصّب کی آلودگی سے ملوث ہونے نہیں دیا۔ صداقت و سچائی اُن کی تحریروں کی نمایاں خوبی ہے۔

PRACTICAL CENTRE

استدلالی نثر:-

دبستانِ سرسید سے وابستگی کے سبب انہوں نے ہمیشہ دلیل کو اہمیت دی۔ اُن کی تحریریں استدلالی نثر کا حسین مرقع ہیں۔ وہ اپنی بات میں دلیل سے وزن پیدا کرتے ہیں اور اپنی بات سے قاری کو ہم خیال بنانے کا ہُنر خوب جانتے ہیں۔

علّامہ اقبال کہتے ہیں کہ:-

"علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سلیمان ندوی کے اور کوئی نہیں۔"

خاکہ نگاری :-

'یادِ رفتگاں' سید سلیمان ندوی کی خاکہ نگاری کا خوبصورت شاہکار ہے۔ ان کے تحریر کردہ خاکوں کی بڑی ادبی اور تاریخی حیثیت ہے اِن خاکوں میں سلیمان ندوی کے بیان کی ندرت، مشاہدے کا رنگ اور زبان و بیان کا سُتھرا پن خاص طور پر نمایاں ہے۔ اُردو خاکہ نگاری میں ندوی کسی سے پیچھے نہیں۔ ان کے خاکے علمی، ادبی اور تاریخی نوادر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سادگی وسلاست :-

سید سلیمان ندوی ایک مدرس اور معلّم کی طرح تدریسی و تشریحی طریقہ اظہار اختیار کرتے ہیں۔ وہ عربی اور فارسی کے معلّم ہونے کے باوجود تحریر کو سادگی کے زیور سے آراستہ کرتے ہیں۔ وہ عبارت کو بوجھل نہیں ہونے دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی تحریریں سادگی و سلاست کی دولت سے مالا مال ہوتی ہیں اور یہی اُن کی تحریروں کی شگفتگی کا راز ہے۔

شمیم احمد کا کہنا ہے کہ:-

"سلیمان ندوی کی تحریروں میں سادگی کے ساتھ ساتھ ایک جمالیاتی اسلوب کی چھاپ ہے۔"

تصانیف :-

سید سلیمان ندوی کی سب سے مقبول تصنیف سیرت النبیؐ ہے اُن کی دیگر تصانیف میں۔

(۱) سیرتِ عائشہؓ ...... سوانح
(۲) رحمتِ عالمؐ ...... مضامین
(۳) عربوں کی جہازرانی ...... تاریخ
(۴) امام مالکؒ ...... سوانح
(۵) خُطباتِ مدراس ...... مضامین
(۶) نقوشِ سلیمانی ...... مضامین
(۷) تاریخ ارض القرآن ...... تاریخ
(۸) خلافتِ عثمانیہ ...... تاریخ
(۹) درس الادب ...... مضامین
(۱۰) یادِ رفتگاں ...... خاکے ...... وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

نتیجہِ فِکر:-

الغرض سید سلیمان ندوی ایک باعلم وباکمال شخصیت کے مالک تھے۔ اُن کی علمی و ادبی تحریریں اُن کی شناخت ہیں جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ انکے تحقیقی کمالات اُن کے ہُنر کا ثبوت ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے اُستاد شبلی نعمانی کی علمی میراث کو جس انداز اور سعادت مندی سے نبھایا اس کی مثال بیسویں صدی میں ملنا مشکل ہے۔ وہ ایک صاحب طرز اور صاحبِ علم ادیب و محقق کی حیثیت میں ہمیشہ زندہ وجاوید رہیں گے۔

بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی:-

"اُردو زبان اور ادب، سید سلیمان ندوی کی علمی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا، ان کے ہاں جو تنوع ہے، فکر و نظر کی جو گہرائی ہے، دین و ملّت سے جو محبت ہے اور سب سے بڑھ کر جو خلوص اور دردمندی ہے وہ کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ ہماری علمی دنیا کے نامور معماروں میں سے تھے۔"

JOIN FOR MORE!!!

ایک بے مثل تمثیل نگار — مولانا محمد حسین آزادؔ

ابتدائیہ:

اُردو کو کسی دُلہن ہی کی طرح سجانے اور خوبصورت الفاظ سے آراستہ کرنے والے مولانا محمد حسین آزادؔ عناصرِ خمسہ میں سب سے منفرد ہیں۔ بلکہ پورے اُردو ادب میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ انھوں نے لکھنے کا ایک عجیب دلنشیں انداز اختیار کیا اور اُردو کے سب سے بڑے انشاپرداز کہلائے۔

آزاد، اردو کے سب سے بڑے انشاء پرواز:

آزاد نے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا۔ مقصدیت بھی ان کے پیشِ نظر رہی۔ اخلاقی باتیں انھوں نے بھی کیں لیکن ان کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ وہ عام بات کو بھی خاص انداز میں کہنے کا ہُنر جانتے تھے۔ وہ اوّل و آخر ایک انشاپرداز تھے۔

مہدی افادی کے بقول:-

"آقائے اُردو یعنی پروفیسر آزادؔ صرف انشاء پرداز ہیں جن کو کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں۔"

JOIN FOR MORE!!!

تحریر کی رنگینی:

آزاد ایک ذہین آدمی تھے اور ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ جدید علوم پر بھی ان کی نظر تھی۔ چنانچہ وہ کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے لکھنے کا ایک خاص انداز اپنایا۔ اور اس انداز میں مختلف زبانوں کا حُسن جمع کر دیا۔

رام بابو سکسینہ نے کہا کہ:

"آزادؔ کی نثر میں بھاشا کی سادگی، انگریزی کی صاف گوئی اور فارسی کا حُسن موجود ہے۔"

شاعرانہ انداز:

آزادؔ فطری طور پر شاعر تھے۔ چنانچہ ان کے اندازِ تحریر میں شاعرانہ تخیل اور شاعرانہ انداز کی چمک دمک قدم قدم پر نمایاں ہے۔ وہ اپنی تاریخی اور علمی تحریروں میں بھی پڑھنے والوں کو اس طرح عالمِ تخیل کی سیر کراتے ہیں کہ قاری تحریر کی رنگین فضا میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان کی تحریر تھکن یا اُکتاہٹ کو قریب نہیں آنے دیتی اور پڑھنے والے پر نشاط و خوشی کی ایک کیفیت مسلسل طاری رہتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے علامہ شبلی نعمانی جیسے سخت نقاد نے ان کی گپ کو بھی..... "وحی"۔ قرار دیا۔

تحریر کا جادو:

آزادؔ کا شمار اُردو ادب کے بہترین اور صاحبِ طرز انشاپردازوں میں ہوتا ہے۔ ان کا اندازِ تحریر انہی پر ختم ہوگیا۔ ان کی شخصیت بڑی پہلو دار تھی۔ وہ شاعر بھی تھے اور مؤرخ بھی۔ نقاد بھی تھے اور مضمون نگار بھی۔ لیکن جس چیز نے انھیں شہرتِ عام اور بقائے دوام عطا کی وہ ان کی تحریر کا جادو ہے۔ اُردو نثر کے عناصرِ خمسہ میں اسلوب نگارش کے لحاظ سے وہ نہایت منفرد ہیں اور ان کا کوئی حریف نہیں۔

رام بابو سکسینہ نے کہا:

"آزادؔ نثر میں شاعری کرتے ہیں۔"

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

مرصّع کاری:

آزادؔ نے نثر میں شاعری کی ہے۔ دراصل وہ اپنے دور کے سب سے بڑے مرصّع کار تھے۔ وہ اپنی تحریر کو...... دُلہن...... سے تشبیہ دیتے تھے۔ اور اسے استعارہ، محاورہ، روز مرّہ اور خوبصورت الفاظ کے زیور سے سجاتے تھے۔

زبان کی نزاکت، بیان کی لطافت، تشبیہ و استعارہ کی رنگینی جس قدر آزادؔ کی تحریروں میں قدم قدم پر ملتی ہے اس کی مثال کہیں اور ملنا مشکل ہے۔ وہ اس انداز سے چھوٹے چھوٹے اور پُر اثر جملے تراشتے ہیں کہ انھیں ...... "آذرِ سخن" ...... کا لقب زیب دیتا ہے۔

نامور نقاد مہدی افادی نے انھیں ...... "آقائے سخن" ...... کے نام سے یاد کیا۔

مرقع نگاری:

آزادؔ اُردو زبان کے سب سے بڑے مرقع نگار بھی تھے۔ مرقع نگاری ایک وقت میں کسی شخص یا چیز کی مکمل تصویر ہوتی ہے جس میں ماحول اور فضا بھی بھرپور طریقے سے شامل ہوتے ہیں۔ آزاد اس فن میں اُستاد کامل کا درجہ رکھتے ہیں۔

"آبِ حیات ...... دربارِ اکبری...... قصص الہند...... اور نیرنگِ خیال ...... میں ان کی مرقع نگاری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ کردار نگاری، جزئیات نگاری، سراپا نگاری اور ماحول کی تصویر کشی نے ان کی مرقع کشی کو لافانی بنا دیا ہے۔ اور ایک عرصہ گذر جانے کے باوجود پڑھنے والا خود کو ان کے ماحول کا ایک حِصّہ سمجھنے لگتا ہے"۔

تمثیل نگاری:

آزادؔ کی تحریر کی ایک بڑی خوبی تمثیل نگاری بھی ہے۔ یعنی وہ کسی حالت یا چیز کو انسانوں کی طرح مجسّم قرار دے کر اس کی صفات و حرکات بیان کرتے ہیں۔ "دربارِ اکبری" اور "آبِ حیات" وغیرہ میں تمثیلی ٹکڑے ملتے ہیں جب کہ...... نیرنگِ خیال ...... مکمل طور پر اُسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ تمثیل نگاری سے آزادؔ کی تحریروں میں ایک ڈرامائی کیفیت بھی پیدا ہو گئی ہے۔

مثال کے طور پر:

"غفلت نے جب آنکھ کھولی اور ہمّت نے اپنے
قدم پیچھے ہٹا لیے تو حوصلہ مندی نے جمائی لی۔"

کہانی کی دلچسپی:

آزادؔ کے اسلوبِ تحریر کے سلسلے میں ایک اور قابلِ ذکر چیز کہانی کی دلچسپی ہے۔ وہ اپنی بات کو واضح اور مؤثر بنانے کے لیے حکایات کا سہارا لے لیتے ہیں۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ نے کہا:

"حکایت اس چھوٹی کہانی کو کہتے ہیں جس میں حکمت و دانش کی بات کرداروں کے عمل اور زبان سے ظاہر کی جائے۔ آزادؔ اس حکایت کے بادشاہ ہیں۔ موضوع تاریخ جیسا خشک مضمون ہی کیوں نہ ہو، آزادؔ حکایت کے زور سے اسے دل چسپ بنا دیتے ہیں۔"

JOIN FOR MORE!!!

طنز اور شوخی:

طنز کی لپک اور ظرافت کی شوخی نے آزادؔ کی تحریروں کو نہایت پُر اثر بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مگر یہ بات اپنی جگہ ہے کہ آزادؔ کا طنز کسی کو مجروح کرنے کا ذریعہ نہیں بنتا۔ ان کی ظرافت اور شوخی میں بھی ایک شائستگی اور وقار ہوتا ہے۔ وہ پُرانی شرافت و تہذیب کا مجسمّہ تھے اور اگلی روایتوں کے پرستار تھے۔ ان ہی چیزوں کا عکس ان کی تحریروں میں بھی نمایاں ہے۔

"سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ" ...... میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"دروغِ دیوزاد اپنی دھوم دھام بڑھانے کے لیے سر پر بادل
کا دھواں دھار پگڑ لپیٹ لیتا تھا۔ لاف و گزاف کو حکم دیتا کہ
شیخی اور نمود کے ساتھ آگے جا کر غُل مچانا شروع کر دو۔"

ایجاز و اختصار:

آزادؔ اگرچہ فطرتاً داستان گو اور داستان طراز واقع ہوئے تھے مگر مجموعی طور پر وہ ایجاز و اختصار کے قائل تھے۔ وہ کم سے کم لفظوں اور مختصر جملوں میں بڑی سے بڑی بات کہنے پر قدرت رکھتے تھے۔

آبِ حیات ...... میں مختلف شاعروں کے کلام پر کئے گئے ان کے مختصر مگر بھرپور تبصرے ایجاز و اختصار کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انھوں نے چند لفظوں میں جو بات کہہ دی نقادوں کو اس کی حمایت یا مخالفت میں صفحوں کے صفحے سیاہ کرنے پڑے۔

خواجہ میر دردؔ کے لیے انھوں نے لکھا:۔

"چھوٹی چھوٹی بحروں میں جو اکثر غزلیں کہتے تھے
گویا تلواروں کی آبداری نشتر میں بھر دیتے تھے۔"

مبالغہ آرائی:

حکایت و لطیفہ سے دلچسپی اور تخیل کی دنیا نے ان کی تحریر میں مبالغہ آرائی پیدا کر دی ہے۔ اس چیز نے ان کی تحریروں کی تاریخی اور تنقیدی حیثیت کو متاثر کیا ہے۔ وہ اچھے نقاد اور سچے مؤرخ نہیں ہیں لیکن ان کی تحریر کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول:۔

"آزادؔ کے یہاں تاریخ تخیل کے ایسے رنگین لباس
میں ملبوس ہو کر منظرِ عام پر آتی ہے کہ بعض اوقات یہ فیصلہ
کرنا واقعی مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کو حقیقت کہیں یا افسانہ۔"

تحریر کی کمزوریاں:

آزادؔ کی شاعرانہ نثر اور انشأ پردازی ادب کی دنیا میں بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن اس خوبصورت طرزِ تحریر کے دو نقصانات بھی ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

(الف) ان کی تحریر عام فہم نہیں ہے۔ جس طرح سرسیّد عام آدمی کی سطح پر آکر بات کرتے ہیں، آزاد ایسا نہیں کرتے۔ آزاد کو سمجھنے کے لیے خود پڑھنے والے کی سطح کا بلند ہونا ضروری ہے۔

(ب) آزاد تاریخی واقعات اور تحقیقی سچّائیوں کو بھی خوبصورت الفاظ کے پردے میں رکھنا چاہتے ہیں اور بعض اوقات ان کی یہ کوشش کسی سچّی اور تاریخی بات کو دبا دینے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

ادب برائے زندگی:

آزاد نے اگرچہ اپنی تحریر کو تخیل کی خوبصورتی اور الفاظ کے حسن سے خوب سجایا لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کی تحریریں بے مقصد نہیں ہیں۔ تہذیب اور تعلیم و تہذیب ان کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ وہ باقاعدہ اُستاد رہے اور طلبہ کے نصاب کی تیاری میں بھی ان کا مرکزی کردار ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر کسی بھی انداز کی ہو، مقصد ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہتا ہے۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ کے بقول:

"آزاد حکایات و تمثیل نگاری میں بھی زندگی
کی اعلیٰ اقدار کو فراموش نہیں کرتے۔"

نتیجہ فکر:

غرض یہ کہ آزاد اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ ایک ایسے چراغ کی مانند تھے جس کی روشنی کی کوئی ایک سمت نہیں ہوتی۔

وہ شاعر تھے........... نظمِ آزاد اس کا ثبوت ہے۔

وہ نقّاد تھے......... سخندانِ فارس---اور آبِ حیات اس کے شاہد ہیں۔

وہ تاریخ نویس تھے......... قصصِ ہند---اور دربارِ اکبری اس کے گواہ ہیں۔

وہ تمثیل نگار تھے........... نیرنگِ خیال اس کی دلیل ہے۔

اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک منفرد انشاپرداز تھے۔ ان کا انداز ان سے شروع ہو کر انہی پر ختم ہو گیا۔ اُن کا مقام اتنا بڑا ہے کہ ان کی نقل کرنا بھی محال ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

علّامہ شبلی نعمانی

مستند عالم دین، مورّخ، سیرت نگار

ابتدائیہ:

اُردو کے عناصرِ خمسہ میں شامل مگر اپنی الگ سے شناخت اور انفرادیت رکھنے والے، صرف ۱۹ برس کی عمر میں نصابِ تعلیم سے فارغ ہو کر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے، شمس العلما کا خطاب پانے والے کو تاریخ ادبِ اُردو علّامہ شبلی نعمانی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

تاریخ ادب اُردو کے میں رام بابو سکسینہ نے اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ:

"اگر کوئی شخص ایک شاعر، فلسفی، مؤرخ، ناقد، ماہر تعلیم، معلم، واعظ، ریفارمر، جریدہ نگار، فقیہہ، محدث سب کچھ ہو سکتا ہے تو وہ مولانا ہی کی ذات تھی۔"

فکرِ تعمیرِ شخصیت:

علّامہ شبلی نعمانی اپنے لڑکپن ہی سے ایک ذہین طالب علم کے طور پر سامنے آئے۔ ان کے اُستاد ان پر فخر کرتے تھے۔ مولانا فاروق چڑیا کوٹی سے وہ بہت متاثر ہوئے اور ان ہی استاد سے سب سے زیادہ فیض اُٹھایا۔ اپنے ذہین شاگرد سے مخاطب ہوتے ہوئے مولانا فاروق نے ایک دفعہ بے ساختہ یہ کہا کہ:

"انا اسد" "وانت شبلی" "میں شیر ہوں اور تو شبلی (شیر کا بچہ) ہے۔"

شاگرد کو استاد کی زبان سے "شبلی" اس قدر پسند آیا کہ مستقل ایک تاریخی نام بن گیا۔

اسی طرح وہ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے اس قدر متاثر تھے کہ ان کے نام یعنی نعمان کی نسبت سے ...... نعمانی ...... کو اپنے نام کا حصہ بنالیا۔

ان دونوں باتوں سے ان کے مزاج اور طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سرسید تحریک کا اثر:

علّامہ شبلی کی ذہنی نشوونما پر سرسید تحریک کا بھی گہرا اثر پڑا ہے۔ شبلی علی گڑھ کالج میں عربی، فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر تھے اور وہ سولہ سال تک اس کالج میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ علی گڑھ کی فضا، سرسید کا قرب، شاندار لائبریری، علمی ماحول اور یہیں پروفیسر آرنلڈ سے بھی ملاقاتیں رہیں جو علّامہ اقبال کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان تمام چیزوں نے شبلی کے ذہن کو بہت وسعت دی۔

چنانچہ پروفیسر آرنلڈ ہی کے ساتھ جب انھوں نے روم، شام اور مصر کا سفر کیا تو ترکی کے سلطان نے ان کی علمی قابلیت کی وجہ سے انھیں ...... تمغۂ مجیدی ...... عطا کیا۔

مقصدیت:

علّامہ شبلی کی تحریر کی سب سے بڑی خوبی ان کی مقصدیت ہے۔ انھوں نے اس عصبیت کو شدّت سے محسوس کیا جو اسلام دشمن عناصر اور خاص طور پر اہلِ یورپ کی تحریروں میں مسلمانوں اور تاریخ اسلام کے خلاف موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ شبلی نے اپنے قلم کو تاریخ اور تحقیق کے لئے وقف کر دیا۔ انھوں نے:

(الف) اعتراضات کا علمی اور تحقیقی جواب دیا۔ (ب) اپنی قوم میں جوش و خروش پیدا کیا۔

JOIN FOR MORE!!!

دراصل وہ زندگی بھر یہی دو کام کرتے رہے۔ پہلے کام کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے مہدی افادی نے کہا:

"میرا بس چلے تو شبلی کو ہندوستان سے باہر کالے کوسوں یورپ کے کسی بیت الحکمت میں بھیج دوں۔"

اور دوسرے کام کو میاں بشیر احمد نے سراہتے ہوئے کہا:

"شبلی نے اسلامی تاریخ کے آئینے میں انھیں (مسلمانوں کو)
اپنی گزشتہ عظمت دکھا کر ان کے دلوں کو گرما دیا۔"

اندازِ بیاں کی دل کشی:

شبلی نے ایک واضح مقصدیت رکھنے کے باوجود اُردو زبان کو ایک خوبصورت اندازِ بیاں دیا۔ وہ اوّل و آخر ایک ادیب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوئی تحریر ادبی حُسن سے خالی نہیں۔ وہ اپنی بات کو صاف، رواں دواں، اور دلچسپ انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کے خاص اندازِ بیاں ہی نے تاریخ جیسے خشک موضوع کو بھی ایسا دلچسپ بنا دیا کہ،

سر سیّد احمد خاں نے کہا:

JOIN FOR MORE!!!

"ایسی صاف وشستہ اور برجستہ عبارت ہے کہ دلّی والوں کو بھی رشک آتا ہوگا۔"

شاعرانہ مزاج:

علّامہ شبلی کے اندازِ بیاں کو جس چیز نے سب سے زیادہ دل کش بنایا ہے وہ ان کا شاعرانہ مزاج ہے۔ شبلی فطرتاً شاعر تھے اور انھوں نے تسنیم تخلص سے کئی غزلیں بھی لکھیں۔ اُردو کی اسلامی تاریخی شاعری کا بانی انھیں کہا جاسکتا ہے۔ شعر ان کی فطرت میں اس طرح داخل ہے کہ ڈاکٹر سید عبد اللہ کے بقول:-

"ان کی اکثر کتابوں کا آغاز ہی شعروں سے ہوتا ہے۔
وہ تشبیہات واستعارات سے نثر کو رنگین بناتے ہیں۔"

حُسنِ زباں:

حسنِ زباں علّامہ شبلی کی تحریر کی ایک بڑی خوبی ہے۔ ان کی تحریر ان کی قدرتِ کلام پر گواہی دیتی ہے۔ مگر وہ صرف لفظوں کے طوطا مینا نہیں اُڑاتے۔ انتہا یہ ہے کہ وہ محاورے کو بھی ایسی بے ساختگی سے استعمال کرتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے محاورہ اسی جگہ پر استعمال ہونے کے لئے بنایا گیا ہو۔

ان کی اس خوبی پر ڈاکٹر سید عبد اللہ کی رائے ملاحظہ ہو:-

"ان کے ہاں محاورے ڈپٹی نذیر احمد کی طرح نہیں آتے کہ ایک ہی صفحے میں پڑھنے والے
کے دانت کھٹّے کر دیں۔ یہاں تو اس قدر بامزا ہوتے ہیں کہ پہروں زبان میٹھی رہتی ہے۔"

عالمانہ شان:

علّامہ شبلی نے شاعرانہ فضا سے ہی اپنے پڑھنے والوں کو متاثر نہیں کیا بلکہ ان کی تحریروں میں ان کا وسیع مطالعہ اور علمی گہرائی بھی صاف طور پر دکھائی دیتی ہیں۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

بقول ڈاکٹر عابد حسین:

"شبلی شاعرانہ دل اور فلسفیانہ دماغ لے کر پیدا ہوئے۔"

اس خوبصورت امتزاج نے ان کے قلم سے ایسے "ادب پارے" برآمد کئے جو تاریخ ادب میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی شاہکار تصنیف ..... الفاروق..... سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:-

"وہ سکندر بھی تھے اور ارسطو بھی، مسیح بھی تھے اور سلیمان بھی، تیمور بھی تھے اور نوشیرواں بھی، امام ابو حنیفہ بھی تھے اور ابراہیم بن ادہم بھی، الغرض ان میں شاہانہ صفات بھی موجود تھیں اور فقیرانہ بھی۔ عدل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور علم و فضل میں یکتا تھے اور عظیم فاتح بھی تھے۔"

خطیبانہ انداز:

شبلی کی تحریر میں خطیبانہ جوش اور تقریر جیسا زور ہے۔ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی بلندی سے خطاب کر رہا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر میں تقریر کا رنگ پایا جاتا ہے۔ عالمانہ شان نے ان کی اس خوبی کو اور زیادہ نمایاں کر دیا ہے۔

ڈاکٹر خورشید الاسلام کے بقول:-

"شبلی کے قلم میں وہ زور ہے جو آبشاروں میں پایا جاتا ہے۔"

احساسِ خودداری:

علّامہ شبلی کبھی مغربیت سے مرعوب یا متاثر نہیں ہوئے ان میں ایک خودداری اور آن بان ہمیشہ موجود رہتی تھی۔ پھر تاریخ کے موضوع نے بحیثیت مسلمان بھی ان کے اندر ایک احساسِ عظمت اور احساسِ کمال پیدا کیا۔ اسی وجہ سے ان کی تحریروں میں ایک خطیب کا جلال بھی پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے پڑھنے والوں سے ..... تم، دیکھو، اندازہ کرو ..... جیسے الفاظ اسی احساس کے زیرِ اثر استعمال کرتے ہیں۔

پروفیسر آل احمد سرور کہتے ہیں:-

"وہ یورپ کے علم و فن، تلاش و جستجو اور علمی انہماک کے مداح تھے،
اس کی رُوح سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے مگر مرعوب نہ تھے۔"

JOIN FOR MORE!!!

ایجاز و اختصار: شبلی کی تحریر کی ایک بڑی خوبی ایجاز و اختصار بھی ہے۔ وہ بڑی سے بڑی بات کو چند الفاظ میں ادا کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ اور ان کا کمال یہ ہے کہ ایسا کرتے ہوئے مضمون کی روانی اور اس کا لطف ہرگز متاثر نہیں ہوتے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ایک جہانِ معنی پوشیدہ ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر اپنی تنقیدی کتاب ..... شعر العجم ..... میں ساتویں صدی عیسوی کے ایران میں شعری رجحانات کو بیان کرتے ہوئے، انھوں نے لکھا کہ:-

"ساتویں صدی کا چمن اپنے بلبلوں کے زمزموں سے گونج رہا تھا۔"

قوّتِ دلیل:

قوتِ دلیل یا طرزِ استدلال اُردو کے عناصرِ خمسہ کی ایک مشترکہ خوبی ہے۔ شبلی اس خوبی میں بھی بہت منفرد ہیں۔ وہ بات کو ایسے دوٹوک واضح اور علمی انداز میں لے کر آتے ہیں کہ مخالف کے پاس بھی مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

شاعرانہ طبیعت کی وجہ سے کبھی شعر یا مصرع استدلال میں یوں استعمال کرتے ہیں کہ دلیل میں اور تحریر میں جان پڑ جاتی ہے۔

مہدی افادی کے بقول:۔

"شبلی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تاریخ پر فلسفے کا رنگ چڑھایا۔ اور نکتہ آرائیوں سے ایک مستقل فن بنا دیا۔"

طنز کی چاشنی:

ایک لطیف قسم کا طنز علّامہ شبلی کی تحریر کو بہت زیادہ پُراثر بنا دیتا ہے۔ مگر ان کے طنز میں بھی ایک وقار اور شائستگی ہے۔ مہذبانہ انداز میں خوبصورت چوٹ ان کی تحریر کا بہت بڑا وصف ہے۔ ان کے طنز کا اصل نشانہ، دین سے بیگانہ اور ان کے پیشوا یورپین متعصب مؤرخ بنتے ہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اگر دنیا کی عجیب و غریب غلط فہمیوں کی فہرست تیار کی جائے تو اس میں یورپ اور مؤرخین یورپ کی غلط فہمیوں کو سب سے اُونچے درجے پر رکھنا پڑے گا۔"

نتیجہ فکر:

الغرض علّامہ شبلی نعمانی نے فردِ واحد ہوتے ہوئے کئی اداروں سے زیادہ کام کیا۔ انھیں "جامع العلوم" کا لقب زیب دیتا ہے۔ ان کی تصانیف بھی ان کے مزاج اور ان کی تحریر کی رنگارنگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ تصانیف مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔

نواب سید علی حسن خان کہتے ہیں کہ

شبلی ترے قوم پر بہت احسان ہیں
باتیں تری دردِ قوم کی درمان ہیں
اک پاؤں اگر گیا تو کچھ رنج نہ کر
اس ایک قدم پہ لاکھوں سر قربان ہیں

JOIN FOR MORE!!!

رشید احمد صدیقی

(خاکہ نگار اور طنز و مزاح نگار)

اُردو ادب میں طنز و مزاح نگاری کے حوالے سے رشید احمد صدیقی کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔ انہوں نے معاشرتی خامیوں اور کمزوریوں پر ایسے تیر چلائے کہ معاشرتی نظام کا کوئی پہلو آپ کی وسعت نگاہ سے باہر نہ رہا۔ رشید احمد صدیقی نے اُردو ظرافت کو وقار و تمکنت سے روشناس کرایا اور اسے شائستہ لب ولہجہ عطا کیا۔

طرزِ تحریر کی خصوصیات :۔

منفرد اسلوب:۔

رشید احمد صدیقی کے اسلوب میں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی مگر اس کے ساتھ سوز و گداز بھی ہے۔ ان کے اسلوب میں جدید اور قدیم طرزِ ادا کا رچاؤ بہتر ہنر مندی کے ساتھ موجود ہے اسی لئے ان کی تحریروں میں ایک خاص شعریت ہے کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں کہ:۔

"جدید اُردو نثر کے ممتاز طنز نگار رشید احمد صدیقی ہیں، وہ طنز و مزاح کے ساتھ ساتھ لفظی بازیگری اور فلسفیانہ عمل دونوں سے کام لیتے ہیں۔"

طنز و مزاح:۔

اُردو ادب میں طنز و مزاح نگاری کی روایت خطوطِ غالب سے شروع ہوئی، لیکن جن ادیبوں نے اس صنف کو ہمارے ہاں شائستہ محترم اور مقبول بنایا ان میں پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی کا نام سب سے نمایاں ہے۔ رشید احمد صدیقی نے طنز کو شگفتہ، عالمانہ اور محترم بنا دیا۔

بقول ایک نقاد:۔

"وہ ایشیا کے سب سے بڑے طنز نگار کے مقام پر جا پہنچے ہیں "

رشید کے مضامین میں مزاح کی پھلجھڑیاں روز مرہ کے واقعات کے گرد پھوٹتی ہیں۔ 'ہوٹل میں ریڈیو'، 'سفر'، 'دعوت'، 'امتحانات'، 'باغ'، اور 'الیکشن' میں واقعات کی ظریفانہ مرقع نگاری کا ایک خاص ذوق اور سلیقہ نظر آتا ہے۔

مضمون 'الیکشن' میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ایک دن یہی الیکشن کی فصل تھی۔ ووٹ لینے کے لئے لوگ موٹر، ڈنڈے اور لڈو لئے ہوئے میری تلاش میں نکلے تھے۔ صرف تین امیدوار تھے اور میں نے تینوں کو ووٹ دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ ایک سے تو اس بناء پر کہ مجھ پر اس کے روپے واجب تھے دوسرے سے یوں کہ میں اس کا کاشتکار تھا اور تیسرے سے اس لئے کہ یہ شخص بات کرتے کرتے یا تو کبھی خود رو پڑتا یا مجھے مار ڈالنے پر آمادہ ہو جاتا۔"

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE

PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE ◘ SESSION 2023-2024 ◘ PRACTICAL CENTRE

قولِ محال:۔

رشید احمد صدیقی نے قولِ محال کی برجستگی سے اپنے اسلوب نگارش کو آب و تاب دی ہے کہ وہ پیچیدہ سے پیچیدہ خیال کو بھی اس خوبی سے اظہار و بیان کی گرفت میں لے آتے ہیں کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ہے۔ چنانچہ بات سے بات پیدا کرنا اور ہر بات میں نئی بات نکالنا رشید کا فن ہے۔

مثلاً:۔

"اس زمانے میں لوگ اپنی کمزوریوں اور دوسروں کی بیویوں کو آرٹ سمجھتے ہیں۔"

بابائے اُردو مولوی عبدالحق کہتے ہیں کہ:۔

"ان کا آرٹ بلیغ فقروں اور دلچسپ اشاروں، شوخ رنگوں اور گہری باتوں کا فن ہے۔ بات سے بات نکالنا اور ہر بات میں نئی بات پیدا کرنا ان کا فن ہے، قولِ محال کا فن کوئی آسان بات نہیں۔ رشید احمد صدیقی کو اس میں بڑی مہارت حاصل ہے۔"

علی گڑھ سے محبت:۔

رشید احمد صدیقی کی تحریروں میں علی گڑھ کی فضا رچی بسی ہوئی ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ علی گڑھ کو مقبول بنانے میں اس کی اچھی اور معقول باتوں کو عام کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے، علی گڑھ نے انہیں جو کچھ دیا اس سے زیادہ انہوں نے علی گڑھ کے گرد سارے مضامین لکھ کر علی گڑھ کو دیا۔ ان کی خاکوں پر مشتمل کتاب "گنج ہائے گراں مایہ" نہ صرف علی گڑھ کے ماحول بلکہ اس کی شخصیات کا بہترین مرقع ہے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں کہ:۔

"رشید کی طبیعت کا تمام رجحان حقیقت پسندی کی طرف ہے۔"

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کہتے ہیں کہ:۔

"رشید صاحب کو علی گڑھ کے ذرّے ذرّے سے محبت ہے۔ اس لئے انہوں نے ساری عمر وہیں گزاری اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔"

JOIN FOR MORE!!!

شائستگی و شگفتگی:۔

رشید احمد صدیقی کے طنز میں زہرناکی نہیں، نہ ان میں تلخی اور جھنجلاہٹ ہے۔ ان کا مخصوص اندازِ شگفتگی ہے، وہ چھوٹے چھوٹے فقروں اور جملوں سے کام لیتے ہیں، وہ شاعری اور ادب کے استاد ہیں اس لئے قدرتی طور پر ان کی تحریروں میں اعلیٰ درجے کے ادب کی چاشنی ملتی ہے، وہ شرافت کو انسانیت کا جوہر سمجھتے ہیں۔

ایک مضمون میں آپ نے لکھا ہے کہ:۔

"ہندوستان میں جوانی کا انجام دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ اکثر شفاخانے میں ورنہ جیل خانے میں۔"

ایک اور مضمون میں آپ نے لکھا ہے کہ:۔

"ہمارے محلے کے چوکیدار کی آواز ایسی ہوتی ہے گویا چور کو دیکھ کر مارے خوف کے اس کی چیخ نکل گئی ہو۔"

مرقع نگاری اور شخصیت نگاری:۔

رشید احمد صدیقی کی خاکوں پر مشتمل کتاب "گنج ہائے گراں مایہ" سیرت نگاری اور مرقع نگاری کا ایک نادر نمونہ ہے، اپنے جیتے

جاتے مرقعے اُردو ادب میں بہت کم لکھے گئے ہیں ان میں بے پناہ عقیدت کا رنگ ملتا ہے۔ یہ مرقعے واضح روشن، پر اثر اور اتنے دلکش ہیں کہ ان سے اُردو ادب کو ایک نئی زندگی ملی ہے۔

پروفیسر آل احمد سرور کہتے ہیں کہ:-

"گنج ہائے گراں مایہ رشید احمد صدیقی کا ایک غیر معمولی کارنامہ ہے۔"

اختصار و جامعیت:-

اختصار و جامعیت ان کی تحریروں کا خاص جوہر ہے۔ وہ خاص مواقع اور واقعات کی تصویر ہی نہیں کھینچتے بلکہ انہیں نظروں کے سامنے متحرک کر دیتے ہیں اور اس سلسلے میں تفصیلی بیانات، جزئیات سے دامن بچا کر صرف دو چار جملوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ظرافت کی ایک وسیع دنیا دکھائی دیتی ہے۔

مثال کے طور پر آپ یوں لکھتے ہیں کہ:-

"اصل لیڈر نہ مار کھاتا ہے اور نہ مرنا گوارا کرتا ہے۔ لیڈر مار کھانا شروع کر دے تو پھر قوم کی رہبری کون کرے! مار کھانا اور رہبری کرنا دونوں کام ایک ہی لیڈر سے کیونکر انجام پا سکتے ہیں، تاہم یہ دستور چلا آتا ہے کہ مار کھانا قوم کا حق ہے اور مار سے بچنا، لیڈر کا فرض۔"

مطالعہ و مشاہدہ:-

رشید احمد صدیقی کا مطالعہ اعلیٰ معیار کا تھا۔ انہوں نے اپنی قوت مشاہدہ سے کام لے کر علی گڑھ کی ایسی عکاسی کی ہے جو امر ہو کر رہ گئی۔ علی گڑھ کے تہذیبی و اخلاقی ماحول اور روایات کو انہوں نے اپنے مضامین اور خاکوں کے ذریعے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ ان کے بیشتر مضامین علی گڑھ کے محور پر گردش کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں علی گڑھ کی زندگی، اشخاص اور واقعات کے اتنے حوالے ہیں کہ جو علی گڑھ کے اس ماحول سے نا آشنا ہو وہ ان مضامین سے لذت حاصل نہیں کر سکتے۔

ان کے تنقیدی خاکے، فنی تجزیئے سے زیادہ شخصیت کا مطالعہ معلوم ہوتے ہیں:-

"پنشن اور پاسبان نے غالب کی زندگی تلخ کر رکھی تھی اور غالب کے مداحوں نے ہماری۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ غالب تو شاعر تھے، دوسرے کہتے ہیں فلسفی تھے، تیسرے کہتے ہیں حیوانِ ظریف تھے، چوتھے کہتے ہیں مسلّم غیب تھے، پانچویں کہتے ہیں کچھ بھی نہ تھے۔ ممتحن پوچھتا ہے کیا تھے؟ طلباء جواب دیتے ہیں "شامتِ اعمال ما صورتِ غالب گرفت"

تحریف نگاری:-

تحریف نگاری میں پطرس اور چراغ حسن حسرت کے ساتھ ساتھ رشید کا نام نمایاں مقام رکھتا ہے انہوں نے تحریف کے لئے غالب کے اشعار کا انتخاب کیا ہے۔ انہوں نے جہاں کہیں غالب کے کسی مصرعے کی تحریف کی ہے، خود غالب کی روح کو بھی مسکرانے پر مجبور کر دیا ہے۔

غالب کا مشہور مصرعہ ہے:-

"انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا"

JOIN FOR MORE!!!
PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

رشید صاحب کی تحریر میں ایک موقع پر جب وہ بے تحاشہ بھاگنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں تو یہی مصرعہ یہ صورت اختیار کرلیتا ہے۔

"کہنیاں فگار اپنی گھٹنا خونچکاں اپنا"

تصانیف:-

(۱) گنج ہائے گراں مایہ ......خاکوں کا مجموعہ (۲) ہم نفسانِ رفتہ ......خاکوں کا مجموعہ
(۳) مضامین رشید ......مضامین کا مجموعہ (۴) طنزیات و مضحکات ......مضامین کا مجموعہ
(۵) شیرازہ خیال ......مضامین کا مجموعہ (۶) نقش ہائے رنگ رنگ......مضامین کا مجموعہ...... وغیرہ وغیرہ

نتیجہِ فکر:-

مختصر یہ کہ رشید احمد صدیقی دنیائے اُردو ادب کے بلند پایہ مزاح نگار اور ایک منجھے ہوئے طنز نگار ہیں، رشید صاحب کے مزاح کے موضوع، متنوع اور رنگا رنگ ہیں لیکن ان کے اسلوب کی گہری ادبیت ان کا منفرد رنگ ہے۔ان کا فن طنز و مزاح کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے جو ہر لحاظ سے متوازی بھی ہے اور معیاری بھی ۔انہوں نے اُردو ادب میں طنزیہ اور سنجیدہ مضامین کی بنیاد رکھی، وہ صاحب طرز اسلوب کے مالک ہیں۔ان میں آسکر وائلڈ کے قولِ محال اور مرزا غالب کی انفرادیت، سب کا عکس ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

احمد شاہ پطرس بخاری

دنیائے طنز و مزاح کا درخشاں ستارہ

ابتدائیہ:

جب کسی ایسے مزاح نگار کی بات کی جائے جس نے بہت کم لکھا ہو مگر بہت خوب لکھا ہو۔ جس کے اسلوب کی تازگی ہمیشہ برقرار رہے۔ جس کے بیان کی سادگی ہر ایک کا دل موہ لے تو پردہ ذہن پر صرف ایک نام آتا ہے یعنی احمد شاہ پطرس بخاری۔

پطرس نے ایم۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ شعر و ادب سے دلچسپی کی وجہ سے وہ اس کالج کے میگزین "راوی" کے ایڈیٹر بھی رہے اور پھر وہ ادب سے آگے بڑھ کر ادیب بن گئے۔ کیمبرج یونیورسٹی سے انگریزی ادب کی ڈگری لی۔ انگریزی ادبیات کے پروفیسر رہے ڈائریکٹر ریڈیو بھی بنے۔ اور اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کے اہم منصب کو بھی سنبھالا۔ لیکن اتنی ہمہ گیر زندگی کے باوجود انھیں زندہ رہنے کا سامان انہی چند مضامین سے ملا جو اُردو کے مزاحیہ ادب میں اُن کی طرف سے ایک خوبصورت اور مستقل اضافہ ہے۔

مضامینِ پطرس:

مضامین پطرس دیوانِ غالب کی طرح مختصر مگر پُر اثر ہیں۔ اس کی وجہ پطرس کی انفرادیت ہے۔ ان کے موضوعات میں وسعت ہے۔ ان کا مشاہدہ زبردست ہے۔ وہ روزمرہ زندگی کے معمولی واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان میں ندرت اور جدت پیدا ہو جاتی ہے۔ انگریزی ادب سے آگاہ ہونے کی بنا پر انھوں نے دراصل اس کی لطافتوں کو اپنے مضامین میں سمو دیا ہے۔

پروفیسر تمکین کاظمی نے لکھا ہے کہ:-

"پطرس نے انگریزی ادب کی روح کو ہندوستانی وجود دے کر اپنی نگارش میں ایک خاص لطف و نکھار اور رکھ رکھاؤ پیدا کر لیا تھا جو اپنی وضع میں ایک بالکل الگ اور منفرد چیز ہے۔ جہاں موقع ملتا ہے وہ ایک پھلجڑی سی چھوڑ دیتے ہیں جو خوش کُن ہوتی ہے اور لطیف بھی۔"

منفرد رنگِ مزاح:

پطرس کسی خیال، کسی کہانی یا واقعہ سے ظرافت کو سامنے لاتے ہیں۔ یہی اُن کی کامیابی اور انفرادیت ہے۔ ان کی اس طرح کی طرز نے ان کی ظرافت کا میدان بہت وسیع کر دیا ہے اور ان کی تحریروں میں آفاقی رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی ان کا مزاح ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگوں کے لیے ہر دور میں ہنسی اور لطف کا باعث ہے۔

ہوسٹل میں پڑھنا، مرحوم کی یاد میں، کُتے، مریدپور کا پیر، میبل اور میں وغیرہ ان کے سبھی موضوعات ایسے ہیں جو کسی خاص علاقے سے تعلق نہیں رکھتے ہر جگہ یکساں لطف پیدا کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی بیان کردہ ہر کیفیت ہمیں اپنے اوپر یا اپنے سامنے گزری ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ان کا اندازِ بیان بالکل وہی معاملہ کر دیتا ہے کہ:

"میں نے یہ جانا کہ گویا، یہ بھی میرے دل میں ہے"۔

اسلوب کی شگفتگی:

روحِ مزاح اور رنگِ مزاح کے ساتھ ساتھ پطرس کی ایک انفرادیت ان کی زبان و بیان ہے۔ سادگی، صفائی، اختصار، محاورات کے برجستہ استعمال اور روانی نے ان کی تحریر کو بہت شگفتہ کر دیا ہے۔ ان کی تحریر کو پڑھتے ہوئے کسی مضمون کو پڑھنے کا احساس ہونے کی بجائے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قاری سے بے تکلف باتیں کر رہے ہیں۔ یہ بات ان کے مضامین میں تو ہے ہی، دیباچے میں اس سے بھی زیادہ لطف کے ساتھ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:-

"اگر یہ کتاب آپ کو کسی نے مفت بھیجی ہے تو مجھ پر احسان کیا ہے۔ اگر آپ نے کہیں سے چُرائی ہے تو میں آپ کے ذوق کی داد دیتا ہوں۔ اپنے پیسوں سے خریدی ہے تو مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ آپ اس کتاب کو اچھا سمجھ کر اپنی حماقت کو حق بجانب ثابت کریں۔"

دل آویز زندگی کا مصوّر:

ڈاکٹر سید عبداللہ نے مضامین پطرس کے داخلی پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ پطرس غالباً دل و دماغ کی گہرائیوں سے یہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ چست و چالاک ہوں۔ کہیں بے نظمی اور بے ترتیبی نہ ہو۔ لوگوں کی آنکھوں میں ذہانت کی بجلیاں اور چہروں پر زندگی کی خوشی ہو۔ ان کے ہر مضمون میں کسی ناہمواری یا بد نظمی کی طرف چپکے چپکے اشارہ ضرور ہوتا ہے، جو وہ شوخی سے کرتے ہیں۔ اپنی استادانہ زندگی میں وہ کہا کرتے تھے:

JOIN FOR MORE!!!

"مجھے اس طالب علم سے نفرت سی ہو جاتی ہے جس کے اعضاء میں شوخی اور طراری نہ ہو۔
کاش میرے ارد گرد ایک سو طالب علم ایسے ہوں جنھیں شرارت کا سلیقہ ہو۔"

پیروڈی:

پیروڈی کا مطلب ہے اصلی چیز کے اندر جزوی تبدیلی پیدا کر کے مفہوم کچھ سے کچھ بنا دینا اور یہ خیال رکھنا کہ نئی بننے والی چیز خرافات نہ بن جائے۔ یہ کام بہت مشکل ہے لیکن پطرس نے جہاں کہیں پیروڈی کی ہے اسے خاصے کی چیز بنا دیا ہے۔

(۱) غالب کہتے ہیں: "شب غم بُری بلا ہے۔" (۲) پطرس نے کہا: "سگ رہ بُری بلا ہے۔"
(۳) آزاد لکھتے ہیں: "اُردو کی پہلی کتاب۔" (۴) پطرس نام رکھتے ہیں: "اُردو کی آخری کتاب۔"
(۵) آزاد کا کہنا ہے: "بچہ انگوٹھا چوس رہا ہے اور باپ اسے دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔"
(۶) پطرس فرماتے ہیں: "باپ انگوٹھا چوس رہا ہے بچہ حسب معمول آنکھیں کھولے پڑا ہے۔"

تُرکی بہ تُرکی:

تُرکی بہ تُرکی قسم کی فقرے بازی بھی پطرس کا ایک خاص ہُنر ہے۔ ان کے مضامین میں اس کے نمونے بھی بکثرت ہیں اور بہت لطف انگیز ہیں۔

"مرحوم کی یاد میں" سے یہ سطریں ملاحظہ ہوں:

"میں نے کہا کوئی فرق نہیں، سنتے ہو مرزا کوئی فرق نہیں ہم میں اور حیوانوں میں ...... وہ بھی پیدل چلتے ہیں، میں بھی پیدل چلتا ہوں...... پیدل کے معنی ہیں سینۂ زمین پر اس طرح حرکت کرنا کہ دونوں پاؤں میں سے ایک ضرور زمین پر رہے۔ یعنی تمام عمر میرے حرکت کرنے کا طریقہ یہی رہا کہ ایک پاؤں زمین پر رکھتا ہوں دوسرا اُٹھاتا ہوں۔ دوسرا رکھتا ہوں پہلا اُٹھاتا ہوں۔ ایک آگے ایک پیچھے ...... ایک پیچھے ایک آگے۔......"

JOIN FOR MORE!!!

صورتِ واقعہ:

پطرس نے مزاح نگاری کے تقریباً سبھی طریقوں سے فائدہ اُٹھایا۔ مگر اکثر صورتِ واقعہ سے کام لیا۔ کسی واقعہ یا کردار کی مخصوص ناہمواری کو وہ اس خوبصورتی سے سامنے لاتے ہیں کہ منظر ہو یا کردار، آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ایسے میں ان کی تمثیل نگاری مضمون کو بہت لطف انگیز بنا دیتی ہے۔ مثلاً

"مرحوم کی یاد میں"۔ سائیکل چلاتے ہوئے جب ہینڈل ایک دم نیچے بیٹھ گیا اور گدی ایک طرف جُھک گئی تو سائیکل سوار کی کیفیت بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: "ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی عورت آٹا گوندھ رہی ہو۔"

کردار نگاری:

پطرس کے مضامین میں ایک اور چیز جو بہت اہم ہے وہ ان کی "کردار نگاری" ہے۔ مضامین مزاحیہ ہونے کے باوجود اس حقیقت کی نشاندہی کیے بغیر نہیں رہتے کہ وہ ایک ماہر نفسیات ہیں اور ان کا انسانی فطرت کا مطالعہ نہایت گہرا ہے، سیرتِ انسانی کا ہر پہلو، حرکات و

سکنات، گفتار و کردار سب ان کی نظروں میں رہتا ہے جسے وہ بیان کرتے ہیں اور اپنی کمزوریاں پطرس کی نظروں سے دیکھ کر ہم بے اختیار ہنسنے لگتے ہیں۔

"میبل اور میں" میں ایشیائی مرد اور یورپین عورت کا کردار "ہوسٹل میں پڑھنا" میں "طالب علم کا کردار"، "مرید پور کا پیر" میں "پیر صاحب کا کردار" حتیٰ کہ "کتے" میں کتوں کا کردار، کردار نگاری کی بہترین مثالیں ہیں۔

ایجاز واختصار:

ایجاز واختصار پطرس کی تحریر کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں سے اور بعض اوقات ایک جملے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے وہ بہت بڑے مفہوم کو سمیٹ لیتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے وہ یوں بھی کر لیتے ہیں کہ بات کو ایک خاص موڑ پر نامکمل چھوڑ دیتے ہیں لیکن پڑھنے والا اسے اپنے ذہن سے مکمل کرتا ہے اور لطف اندوز ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:۔

"ان کے مزاح میں زہر خند اور معصوم ہنسی کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ وہ واقعات کو اس طرح سے مرتب کرتے ہیں کہ پڑھنے والوں کو ہنسی ضرور آتی ہے۔ اگر ان مضامین کو پڑھنے والے نہ ہنسیں تو کہنا پڑے گا کہ ان میں ہنسنے کی صلاحیت ہی نہیں۔"

عظمت پطرس بخاری:

حکیم یوسف حسن، (مدیر نیرنگِ خیال) کہتے ہیں کہ

ترازو کے ایک پلڑے میں اردو کا سارا مزاحیہ ادب رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں صرف "مضامین پطرس" تو دوسرا پلڑا ضرور جھک جائے گا۔

صوفی غلام مصطفےٰ تبسم کہتے ہیں کہ

بخاری کی نظر بڑی وسیع اور گہری ہے اور پھر اسے بیان پر قدرت حاصل ہے۔
یہی وجہ ہے کہ اس کا مزاح پڑھنے والوں کے "دل" میں شگفتگی پیدا کرتا ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا کہتے ہیں کہ

پطرس اُردو نثر میں خالص مزاح کے سب سے بڑے علم بردار ہیں، ان کی نگارشات خالص تخلیقی ادب کا درجہ اختیار کر گئی ہیں۔

نتیجہ فکر:

الغرض لیکن اردو مزاح نگاری میں جو نیا انداز اور نیا اسلوب پطرس بخاری نے اختیار کیا وہ ان کا خالص اپنا ہے۔ وہ زندگی کی کیفیات کو الفاظ کے پیکر میں اس طرح ڈھالتے ہیں کہ آنسو اور قہقہہ دونوں بغل گیر ہو جائیں۔ پطرس کے یہاں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ یہ اپنے آپ کو اکثر اس صورتحال میں پیش کرتے ہیں جہاں بظاہر دکھ کے سائے ہوں لیکن انداز ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مسکرا پڑے۔ بلاشبہ وہ طنز و مزاح کی دنیا کا بہت بڑا نام ہیں جس کی آب و تاب سے دنیائے اردو ادب ہمیشہ روشن اور جگمگاتا رہے گا۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣

بابائے اُردو مولوی عبد الحق

مولوی عبد الحق کو اُردو زبان سے والہانہ عشق اور اُن کے تحقیقی کارناموں کی بدولت بجا طور پر بابائے اُردو کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے عبد الحق کا شمار اُردو کے اہم ترین محقق اور نقادوں میں ہوتا ہے وہ نہ صرف تاریخ ادب کے محقق و نقاد تھے بلکہ بہترین انشا پرداز اور ماہر لسانیات بھی۔ انہوں نے تن تنہا اُردو زبان و ادب سے متعلق جو کام کئے وہ کسی اور کے بس کے نہ تھے بے شمار نادر و نایاب کتابوں کو تلاش کر کے انہیں شائع کرانے کا کام بھی اُن کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی لکھتے ہیں کہ:-

" اُردو کے محسنوں اور مخلص خادموں کی فہرست مختصر نہیں، اچھی خاصی طویل ہے سینکڑوں ناموں سے متجاوز اور خدمت کے لحاظ سے ایک سے بڑھ کر ایک۔ پھر بھی اگر مجموعی طور پر کسی ایک کو "محسن اعظم" کا لقب دیا جاسکتا ہے تو وہ وزارت بلا اختلاف بابائے اُردو مولوی عبد الحق ہی کی ہو سکتی ہے۔"

JOIN FOR MORE!!!

سادہ اور رواں اسلوب:-

عبد الحق کا اہم کارنامہ ان کا وہ صاف ستھرا نکھرا ہوا اسلوب بیان ہے جس میں عام مگر فصیح بول چال اور تجربات یوں شیر و شکر ہو گئے ہیں کہ ہم اُن کی تحریروں کو حقیقی سادگی اور فطرت کا پیکر کہہ سکتے ہیں۔ سر سید نے جس سادہ نثر کی دعوت دی تھی اسکی تکمیل اگر کسی نے کی تو عبد الحق نے اگر شاعری کی طرح نثر پر بھی سہل ممتنع کا اطلاق ہو سکتا تو ہم بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ اُردو نثر کا سہل ممتنع عبد الحق کا اسلوب ہے۔

عبد الحق نے سادگی کو ایک آرٹ بنایا اور یہ آرٹ کسی دوسرے انشا پرداز کے ہاں نہیں ملتا یہ آرٹ اُن کی ہر موضوع کی تحریر میں جلوہ گر ہے۔

"کانفرنسوں کے خُطبات ہوں، اخباروں کے مضامین ہوں، کتابوں کے مقدمات اور تحقیقی مضامین ہوں سب میں یکساں شان کے ساتھ اُن کا یہ آرٹ دِلوں کو لبھاتا ہے۔"

عبد الحق، سر سید اور حالی کی طرح سیدھے سادھے الفاظ اور چھوٹے چھوٹے جملے لکھتے چلے جاتے ہیں اور بے جا تشبیہہ اور استعارات کے استعمال سے گُریز کرتے ہیں۔

لسانی معاملات و مسائل:-

زبان کے مختلف معاملات و مسائل سے عبد الحق کو ہمیشہ دلچسپی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن مقدمات میں جو ادبی کتابوں پر لکھے گئے ہیں وہ اُردو اور اس کے لسانی پہلوؤں پر جگہ جگہ بعض بہت ہی بلیغ اشارے کرتے ہیں مثلاً "نکات الشعراء" کے مقدمے میں جو انہوں نے اُردو زبان کے ابتدائی نام ریختہ پر اظہارِ خیال کیا ہے۔

مولوی صاحب نے زبان اور اسکے مسائل پر جن مقدمات میں اظہارِ خیال کیا ان میں سید انشاء کی دریائے لطافت کا مقدمہ، قواعدِ اُردو، مقدمہ فرہنگ اصطلاحاتِ علمیہ وغیرہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

خُطبہ نگاری:- خُطباتِ عبد الحق ادبی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ عبد الحق کو ایک صاحبِ طرز نثر نگار بنانے میں ان کے مقدمات اور قواعد و لغت کو کم اور خُطبات کو زیادہ دخل ہے۔ یہ خُطبات سادگی و سلاست، صفائی و روانی، صداقت و اثر انگیزی میں اپنی مثال

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

آپ ہیں اور برصغیر میں رونما ہونے والے سیاسی وادبی حالات کی مستند دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں پوری ایک صدی کی اجتماعی زندگی کی تاریخ کا جائزہ ہے۔ لب ولہجے کی بے ساختگی، حقیقت کا بیان واقعات کا اظہار، دلائل کی فراوانی اختصار اور آسان زبان کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں طنز وظرافت یہ سب چیزیں ادبی مٹھاس کے ساتھ اُن کی تحریروں میں نظر آتی ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کہتے ہیں کہ:۔

"ان کے خطبات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ قاری کو مسحور کر دیتے ہیں۔ ان میں عالمانہ شان ہمہ گیری اور تنوع ہے۔"

مقدمہ نگاری :۔

اُردو ادب میں مقدماتِ عبدالحق کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ کئی لحاظ سے اُردو ادب میں اضافہ ہیں۔ ان میں سوانح اور سیرت نگاری کے بھی بہت اچھے نمونے ملتے ہیں۔ ان میں ادبی اور لسانی تحقیق کا کمال نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے خیال میں:۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اِن مقدمات میں جو انداز اور اُسلوب اختیار کیا گیا ہے وہ حد درجہ شگفتہ اور شاداب ہے یہی وجہ ہے کہ یہ مقدمات دماغ ہی کو متاثر نہیں کرتے دل پر بھی ان کا اثر ہوتا ہے۔"

JOIN FOR MORE!!!

تنقید نگاری :۔

عبدالحق کی اگرچہ تنقید پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے لیکن ان کے تنقیدی تصورات و نظریات کا اندازہ اُن کے مقدمات، مقالات، خُطبات اور تبصروں میں باآسانی ہو سکتا ہے۔ تنقید کے میدان میں وہ حالیؔ سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کی تنقیدی تحریروں میں بڑی وسعت اور رنگارنگی ہے۔

"تنقید میں عبدالحق کی رائے ہمیشہ بے باک ہوتی ہے۔ ان کی تنقید سے ان کے وسیع مطالعے اور متوازن ذہن کا پتہ لگتا ہے۔"

خاکہ نگاری:۔

"چند ہم عصر" مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کا شاہکار ہے اسمیں چوبیس (۴۲) خاکے شامل ہیں عبدالحق سرسید تحریک سے متاثر ہونے کی وجہ سے شخصیت سے زیادہ کام پر توجہ دیتے ہیں۔ اُردو خاکہ نگاری کے ابتدائی دور کی تصنیف ہونے کے سبب "چند ہم عصر" کو خاکہ نگاری میں ایک سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

نمونہ تحریر:۔

"ان میں پارس پتھر کی سی خاصیت تھی۔ کوئی ہو کہیں کا ہو، ان سے چُھوا نہیں کُندن کا ہوا نہیں۔"

پروفیسر صابر کلوروی لکھتے ہیں کہ:۔

"مولوی عبدالحق کے خاکے سیرت کا مکمل نقش اور شخصیت کی واضح تصویر پیش کرتے ہیں انہوں نے "چند ہم" عصر کے ذریعے اُردو میں سیرت نگاری اور شخصی خاکہ نویسی کا ایک انفرادی نمونہ پیش کیا ہے۔"

مقالہ نگاری :۔

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی مجلہ " اُردو" جب مولوی عبدالحق کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا تو اِس مجلے نے اُردو تحقیقی و تنقیدی مقالات کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کر دیا۔ قدیم دکنی ادب سے متعلق مولوی صاحب کا پہلا مقالہ " سلطان محمد قلی قطب شاہ" کی شاعری پر مجلہ

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

اردو میں چھپا تھا اِس کے بعد مولوی صاحب نے دکنی ادب پر تحقیق کا سلسلہ ہی شروع کر دیا اور انہوں نے دکنی ادب پر کئی بلند پایہ تحقیقی مقالے تحریر کئے جن میں، نصرتی، عشرتی، شاہ برہان الدین جانم وغیرہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

تصانیف :-

(۱) قواعدِ اُردو	...... لسانیات
(۲) سرسید احمد خان حالات و افکار	...... تحقیق و تاریخ
(۳) نصرتی	...... تحقیقی مقالہ
(۴) اُردو انگلش ڈکشنری	...... لسانیات
(۵) خُطباتِ عبدالحق	...... لیکچرز
(۶) مقدماتِ عبدالحق	...... مضامین
(۷) تنقیداتِ عبدالحق	...... تنقیدی مضامین
(۸) "مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر"	...... تحقیقی مقالہ
(۹) اُردو کی نشو نما میں صوفیائے کرام کا کردار	...... تحقیقی مقالہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

نتیجہِ فِکر:- مختصر یہ کہ بابائے اُردو مولوی عبدالحق ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے وہ تخلیقی ذہن رکھتے تھے انھیں زبان دانی سے بالعموم اور زبان سے بالخصوص عشق تھا۔ اُردو زبان سے والہانہ وابستگی کا اظہار ان کی تحریروں میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

مولوی عبدالحق نے اپنی کاوشوں سے اُردو ادب کی عمر میں کئی سو سال کا اضافہ کر دیا۔ انہوں نے اُردو زبان و ادب پر وہ احسانات کیے جو کبھی بھلائے نہیں جاسکتے۔ جب تک اُردو زبان زندہ ہے عبدالحق کا نام بھی زندہ رہے گا۔ یہ وہ حیاتِ جاوید ہے جو صرف علم کی سیوا کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

تن تنہا اس نے کیا، ایک ادارے کا تھا کام
محسنِ اعظم اُردو ہے، عبدالحق ہے جس کا نام
ڈھونڈا ہے تنویروں کو، گم گشتہ تحریروں کو
نازِ ادب پہ وار دئے، اپنی عمر کے صبح و شام

JOIN FOR MORE!!!

خدیجہ مستور۔۔۔۔۔ناول نگار

(ولادت: 11 دسمبر، 1927ء وفات: 26 جولائی، 1982ء)

ہجرتوں کا دکھ اور قیام پاکستان کے بعد سماجی زندگی کی مشکلات پر لکھنے والی افسانہ نگار اور ناول نگار

ابتدائیہ:

پاکستان سے تعلق رکھنے والی اردو کی مشہور و معروف ناول نگار و افسانہ نگار تھیں جو اردو ادب کی بے حد مقبول شخصیات میں سے ایک تھیں۔ خدیجہ اپنے ناول آنگن کی وجہ سے دنیائے ادب میں شہرت رکھتی ہیں جبکہ ان کا دوسرا ناول "زمین" ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ آنگن میں انھوں نے تحریک پاکستان میں مسلم گھرانوں کی قربانیوں اور ان کی جدوجہد کا پیش کیا ہے۔

"زمین" میں انھوں نے ہجرت کے بعد مسلم گھرانوں کے بکھرتے خواب اور ان کی مشکلات اور پریشانیوں کو پیش کیا ہے جو انھوں نے پاکستان آکر جھیلیں تھیں۔ وہ بلاشبہ اردو کی بہترین ناول نگاروں میں شمار ہوتی ہیں۔

سحاب قزلباش خدیجہ مستور کی کہانیوں کے بارے میں لکھتی ہیں کہ:

خدیجہ اپنے اندر لگے ہوئے نشتر چپکے چپکے نکالتی رہی، لہولہان تھی، مگر ادب کو اس نے دو ناول اور پانچ افسانوں کے مجموعے دیے اور زمین کے قرض کو بھی چکا گئی۔ جو اہل دل ہوتے ہیں، تو ایسے ہوتے ہیں، جو وہ تھی۔

تصانیف:

افسانوں کے پانچ مجموعے شائع ہوئے۔ کھیل 1944ء، بوچھار 1946ء، چند روز 1951ء، تھکے ہارے 1962ء، ٹھنڈا میٹھا پانی 1981 خدیجہ مستور کا پہلا ناول "آنگن" تھا جو 1962ء میں چھپ کر سامنے آیا، اس ناول پر انہیں آدم جی ادبی انعام سے نوازا گیا۔ جب کہ دوسرا ناول "زمین" ان کی وفات کے بعد 1983ء میں شائع ہوا۔

طرز تحریر کی خصوصیات:

تاریخی حقائق کا سچائی سے اظہار:

ہندوستان کی تقسیم نے بہت سے مسائل کو جنم دیا۔ ایک طرف قتل و غارت گری کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہوا تو دوسری جانب فرقہ ورانہ فسادات نے جنم لیا۔ اس صورت حال نے انسانوں کے دلوں پر اور خصوصاً ادیبوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اور انھوں نے ان واقعات کو قلم بند کرنا شروع کیا۔

ان میں سعادت حسن منٹو، قدرت اللہ شہاب، راجندر سنگھ بیدی اور احمد ندیم قاسمی نے ہجرت کے بھیانک تاریخی حقائق کو اپنی تحریروں میں بڑی سچائی سے پیش کیا وہیں خواتین لکھنے والوں نے بھی ان حالات و واقعات پر بڑی سچائی اور جرأت سے خوب لکھا ان میں عصمت چغتائی، جیلانی بانو، اور ہاجرہ مسرور نے بہت خوب لکھا۔

لیکن ان میں سب سے زیادہ بہادری، سچائی اور جزئیات کے ساتھ لکھا ان میں سب سے بڑا نام خدیجہ مستور کا ہے۔ ان کے افسانے اور ان کے ناول اس کی بہترین مثال ہیں۔

غزالہ فاطمہ کا موقف ہے کہ:

"خدیجہ مستور کے دونوں ناولوں میں ان کی ترقی پسندیت واضح طور پر محسوس ہوتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

انھوں نے سماجی زندگی کے مسائل کی اچھی اور بہترین عکاسی کی ہے۔ وہ ناولوں کی بنیاد
مادی حقائق اور سماجی شعور پر قائم کرتی ہیں۔"

انسانیت کا دکھ، اور انسانی نفسیات کا اظہار:

خدیجہ مستور نے ہجرت کے مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور انھیں اپنے ناولوں میں بیان کیا۔ اسی تناظر میں ان کا ناول "زمین" 1982 میں منظر عام پر آیا۔

ناول کی کہانی 1947 کے پس منظر پر ہے۔ ناول کا آغاز ایک مہاجر کیمپ سے ہوتا ہے۔ ابتدا میں مہاجر کیمپ میں پیش آنے والے واقعات کا مختصر ذکر ہے۔ اور پھر دو مہاجر لڑکیوں ساجدہ اور تاجی کے ساتھ ہونے والے معاشرتی سلوک کو بڑی سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

پروفیسر وقار عظیم لکھتے ہیں کہ:

"ان کی کہانیوں کی بنیاد زندگی اور فن پر ہے"۔

فیض احمد فیض کہتے ہیں کہ:

"خدیجہ مصوری کم کرتی ہیں اور کشیدہ کاری زیادہ۔"

سچے حقیقی اور جیتے جاگتے کردار:

خدیجہ مستور کے کردار نہ تصوراتی ہیں اور نہ خیالی ہیں۔ ان کے کردار حقیقی اور زمینی ہیں ہر گلی اور کوچے میں ان کے کردار پائے جاتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ خاص طور پر مڈل کلاس میں جو رنگ برنگی کردار پائے جاتے ہیں وہ سب خدیجہ مستور کی کہانیوں میں ان کی پوری نفسیات کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔

آنگن میں ۔۔۔۔ عالیہ کا مرکزی کردار اور اس کے ابا جو انقلابی نظریات رکھتے ہیں
عالیہ کے چچا جو تحریک پاکستان کی جدوجہد کا عملی کردار جبکہ اس کے ماموں
جو ایک مفاد پرست اور منافق اور اس کی ماں ایک گھریلو روائتی عورت تھیں۔

زمین میں ۔۔۔۔۔ مرکزی کردار ساجدہ کا جو اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ ہجرت کر کے لاہور کے
مہاجر کیمپ میں آتی ہے جہاں باپ کے مرنے کے بعد وہ تنہارہ جاتی ہے۔
دیگر کرداروں میں تاجی، سلیمہ، مالک، کاظم اور ناظم اور چودھری بڑی اماں،
خالہ جی، انوری اور صلاح الدین کا کردار پوری سچائی اور ایمانداری اور ان کی
نفسیات کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔

بکھرتے خواب اور حالات کی بد نصیبی کا بیان:

خدیجہ مستور کی کہانیوں کے کرداروں میں بہت سے لوگ ہجرت کر کے پاکستان آتے ہیں جن کا تعلق متوسط طبقے سے ہے۔ لیکن پاکستان آکر سب کی معاشی اور معاشرتی حیثیت بدل جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی متوسط طبقے سے ادنی طبقے میں شامل ہو جاتا ہے اور کسی کا شمار ملک کے معزز افراد میں ہونے لگتا ہے۔ خدیجہ مستور نے ان کے بکھرتے خوابوں کو اپنے ناول اور افسانوں میں پیش کیا ہے۔

خدیجہ مستور خود کہتی ہیں کہ:

"میں ایک ایسی دنیا کے خواب دیکھتی ہوں جہاں کمزور اور طاقتور کا فرق مٹ جائے

PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK-1, GULSHAN-E-IQBAL KARA...

جہاں فساد کے تصور کو ہمیشہ کے لیے سمندر میں غرق کر دیا جائے جس میں کوئی ظالم
نہ ہو، کوئی مظلوم نہ ہو، جہاں فکر آزاد ہو، انسان حفاظت سے اور سکون سے تعمیر و ترقی
کے مراحل طے کر سکے، جہاں نئی نسل اپنے مستقبل کو تاریک نہ پائے۔"

حالات زمانہ کی عکاسی اور جزئیات نگاری:

برصغیر میں ہجرت کے نتیجے میں مہاجرین کی کیمپوں کی زندگی اور ان کی کسمپرسی کی جن جزئیات کے ساتھ بیان اور عکاسی اپنے ناول اور افسانوں میں خدیجہ مستور نے پیش کی ہے اردو ادب میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے:

ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں کہ:

"ان کے ناول تقسیم ہند کے موضوع پر انتہائی متوازن اپنی مثال آپ ہیں"۔

سادہ اور متاثر کن اسلوب:

JOIN FOR MORE!!!

خدیجہ مستور سیدھے سادھے انداز میں لکھتی ہیں۔ ان کی تحریریں دل میں اترتی ہیں اور دماغ کو متاثر کرتی ہیں۔ پڑھنے والا ان کے سحر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان کی تحریر کی روانی ایسی کہ پڑھنے والا پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ وہ دکھ جو دل کے تہہ خانوں میں چھپا ہوتا ہے خدیجہ مستور اس کا اظہار بڑی سادگی سچائی اور روانی سے بیان کرتی ہیں۔

خدیجہ مستور اپنی کہانیوں کے بارے میں کہتی ہیں کہ:

"میری کہانیوں میں رومان بھی ہوتا ہے لیکن اس طرح کہ نہ تو محبت اندھی ہوتی ہے اور نہ محبت کی خاطر کوئی تباہ و برباد ہو کر جان سے ہاتھ دھوتا ہے۔"

نتیجہ فکر:

الغرض خدیجہ مستور صف اول کی خاتون ناول نگار اور افسانہ نگار ہیں انھوں نے اپنے ترقی پسندانہ نظریات کو اپنے ناول "آنگن" اور "زمین" میں بڑی خوبصورتی سے دھیمے اور دل میں اترنے والے انداز میں بہت کامیابی سے پیش کیا ہے۔ جبکہ ان کے افسانے بھی بہت متاثر کن اور زندگی سے جڑے ہوئے ہیں۔

سحاب قزلباش کہتی ہیں کہ:

"خدیجہ کے افسانوں ناولوں کے کردار ہر جگہ یہ کہتے ہیں یہ سارا ملک میرا ہے۔
خدیجہ نے کس سادگی سے پورے پاکستان میں بکھرے ان معصوم لوگوں کی
آواز سنادی۔

"یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں۔"

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

مختلف مضوعات پر مضامین

مضمون نمبر 1

اردو۔۔۔۔۔ محبت کی زبان

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے

اردو زبان صدیوں کے عمل کے بعد جا کر ایک نکھری ہوئی شکل میں ہمارے سامنے نمودار ہوئی ہے۔ اس میں ہندی زبان کا کومل لہجہ بھی شامل ہے اور عربی کا خطیبانہ آہنگ بھی۔ فارسی زبان کا بلند آہنگ بھی موجود ہے اور انگریزی کے جدید خیالات بھی۔ ترکی، فرانسیسی اور گجراتی کے علاوہ پاکستانی بولیوں یعنی پنجابی، سندھی، سرائیکی، پشتو، ہندکو، بلوچی اور براہوی کے پر لطف الفاظ و خیالات کا حسن بھی شامل ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دو سو سال تک انگریز سامراج کی غلامی میں رہے ہیں۔ انگریز نے یہاں تعلیم، انصاف، تجارت اور سیاست سب شعبہ ہائے حیات کے لیے دوغلی پالیسیاں بنائیں ایک پالیسی بالائی طبقوں اور منظور نظر افراد کے لیے اور دوسری پالیسی عوام کے لیے۔ پہلی پالیسی میں رعایات ہی رعایات اور دوسری میں پابندیاں ہی پابندیاں۔ اردو زبان کے ساتھ بھی سوتیلی بیٹی کا سا سلوک کیا گیا۔

اردو زبان بھی ایک خودرو پھول کی طرح خود بخود پھیلتی پھولتی رہی۔ محبت بھرے اس پھول کی خوشبو سارے عالم میں پھیل رہی ہے۔ یہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ ہر اس زبان میں ریڈیو اور ٹیلیویژن کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں جسے عوام کی کثیر تعداد سمجھتی اور بولتی ہو۔ دنیا بھر کے ریڈیو اردو میں مختلف دلچسپ پروگرام نشر کرتے ہیں۔ بی بی سی، وائس آف امریکہ، ڈوئچے ویلے (جرمنی) ریڈیو بیجنگ، ریڈیو ماسکو، ریڈیو ایران زاہدان اور آکاش وانی (بھارت) اور ساؤتھ افریقہ کے شہر ڈربن میں الانصار کی اردو نشریات دنیا بھر میں نہایت توجہ اور شوق سے سنی جاتی ہیں۔

پاکستان کی اردو نشریات بھی نہایت معیاری ہیں کیونکہ اردو ہماری قومی زبان ہے۔ اخبارات و رسائل اور علمی و ادبی پروگراموں کا معیار بہت بلند ہے۔ دیار غیر میں اردو کے بیسیوں اخبارات، رسائل اور کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ ہر روز نت نئے علمی پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔

ہمارے معروف شاعر جمیل الدین عالی کے بقول کینیڈا کے دارالحکومت ٹورنٹو میں باہر منفی چالیس ڈگری درجہ حرارت یعنی شدید برف باری کے باوجود اندر ہال میں اردو مشاعرے منعقد ہوتے ہیں اور رات ۲ بجے تک جاری رہتے ہیں۔ ان شہروں میں علمی و ادبی اجتماعات اس قدر زیادہ تعداد میں منعقد ہوتے ہیں جیسے وہ کوئی پاکستان ہی کے شہر ہوں۔ یہ سب اردو کی وسعت، گہرائی اور محبت کی نشانیاں ہیں۔

بقول صہبا اختر

اردو کے چاند کے ہیں اجالے کرن کرن
مہکے ہیں اس کے عنبریں گیسو، شکن شکن

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

وطن عزیز کے اندر نگاہ دوڑائیں تو یہاں ابھی تک انگریزی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ اب تو اس انگریزی وبا میں مزید شدت آئی ہے۔ گلی گلی میں نام نہاد انگلش میڈیم سکول کھل گئے ہیں۔ جہاں بھاری فیسیں وصول کر کے والدین خوش کر دیا جاتا ہے۔ رہا تعلیم کا سوال تو صاف ظاہر ہے کہ بچہ اپنی ماں یا قوم کی زبان میں جو کچھ سمجھ سکتا ہے وہ غیر زبان میں سیکھنا مشکل ہے۔

اردو زبان کوئی غیر ملکی پودا نہیں جسے یہاں زبردستی کاشت کیا گیا ہو۔ اس کا خمیر یہاں کی مٹی سے اٹھا ہے۔ اس نے قدم قدم پر اہل وطن کا ساتھ دیا ہے۔ خاص طور پر تحریک پاکستان میں اس انقلابی زبان نے نہایت جاندار کردار ادا کیا ہے۔ یہی وہ زبان ہے جس میں اظہار خیال کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے شعلہ نوا مقررین ہندوستان بھر کے دورے کرتے تھے۔ اس طرح لوگ جوق در جوق تحریک آزادی کے قافلے میں شامل ہوتے گئے۔

بقول صہبا اختر:

اب کا نہیں یہ ساتھ کہ صدیوں کا ساتھ ہے۔ تشکیل ارض پاک میں اردو کا ہاتھ ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد بانی پاکستان قائداعظم کے فرمان کے مطابق اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہو جانا چاہیے تھا لیکن انگریزی بدستور اب تک سرکاری دفاتر میں رائج ہے۔ ہمارے ایک فاضل پروفیسر کے مطابق اب تو حالت یہ ہو گئی ہے کہ جتنا زور ہم نے انگریزوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے لگایا تھا اتنا ہی زور انگریزی سے نجات حاصل کرنے کے لیے لگانا پڑے گا۔

JOIN FOR MORE!!!

ہمیں انگریزی سے کوئی چڑ نہیں ہے۔ بحیثیت زبان اسے سیکھنا چاہیے۔ لیکن یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ اسے تعلیمی اداروں اور سرکاری دفتروں میں لازم قرار دیا جائے ہم بلاوجہ ہر سال اپنے لاکھوں طلبا کا ذہنی قتل عام کر کے انہیں ہمیشہ کیلئے احساس کمتری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

اردو محبت اور اتحاد کی علامت ہے۔ یہی وہ واحد زبان ہے جسے سارے صوبوں کے عوام اور خواص سمجھتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ محبت کی اس زبان کو فروغ دیں اردو بولیں، اردو پڑھیں، اردو لکھیں!

مضمون نمبر 2

اردو ہماری قومی زبان

قومی زبان کی اہمیت: انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں زبان کا بڑا دخل ہے۔ زبان اگر سارے ملک کے بسنے والوں کی ضروریات کا ساتھ نہیں دیتی تو وہ ایک مقامی زبان منتشر قوم کی شیرازہ بندی کرتی ہے۔ جو قوم جس قدر ترقی یافتہ ہوگی، اس کی زبان بھی اسی قدر وسیع ہوگی اور اس میں ہر قسم کے علمی، ادبی اور سائنسی، قانونی مفاہیم ادا کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ زبان کی ترقی میں عقل و فہم کی ترقی، قومی ترقی اور انسانیت کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ قومی زبان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں زبان ایک ہوگی، وہاں خیالات بھی ایک ہوں گے اور جہاں خیالات ایک ہوں گے، وہاں اتحاد بھی ہوگا۔

بولنا انسان کی فطرت ہے اور یہ قوت ہے جو کہ خدا کی ذات نے انسان کو ودیعت کی ہے اور اسی وجہ سے اسے اپنا نائب مقرر کیا۔ اس شرف و اعزاز پر ہمارا ناز کچھ بے وجہ بھی نہیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد ہیں اور وہ کئی زبانیں بولتے ہیں پنجاب میں پنجابی، سرائیکی، پوٹھوہاری، سندھ میں سندھی، بلوچستان میں بلوچی، براہوی اور کے پی کے میں پشتو، فارسی، ہندکو جیسی زبانیں بھی ہیں۔ جن کا اپنا اپنا حلقہ ہے مگر جو زبان پاکستان کے تقریباً سارے ہی علاقوں اور صوبوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے وہ اردو ہے۔ اس کے علاوہ یہ زبان ہندوستان، کشمیر، امریکہ، برطانیہ، کینڈا، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں میں کروڑوں افراد اُردو

بولتے اور سمجھتے ہیں مگر یہ شرف و اعزاز صرف اہل پاکستان کے حصہ میں ہی آیا کہ انہوں نے اُردو کو اپنی قومی زبان ٹھہرایا۔ تحریک پاکستان کے دوران میں اُردو نے تمام مسلمانوں کو ایک پرچم تلے جمع کر لیا۔ بڑے بڑے لیڈروں نے اُردو زبان کے ذریعے لوگوں کو آزادی کا پیغام دیا۔ علامہ اقبال کی نظمیں تو آزادی کی تڑپ کو دوگنا کر رہی تھیں۔ افسوس اس بات پر ہے کہ آزاد ہونے کے بعد ہمیں اُردو بولتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی حامدہ چمکی نہ تھی، انگلش سے جب بیگانہ تھی اب ہے شمع محفل، پہلے چراغ خانہ تھی

اُردو تو ایسی لچک دار اور فراخ دامن زبان ہے کہ ہر زبان اس پر فخر کر سکتی ہے۔ ایک طرف اردو زبان مقامی اور علاقائی زبانوں سے محبت پیدا کر کے اپنے اندر تہذیبی رچاؤ اور روحانی اقدار کی تسکین کا سامان پیدا کر سکتی ہے تو دوسری طرف ترقی یافتہ زبانوں کے الفاظ و تراکیب محاورات و ضرب الامثال کے تراجم و مفاہیم کو سمجھ کر ترقی یافتہ زبانوں میں اپنا مقام بنانے کی اہلیت رکھتی ہے۔

شہروں میں رواج چار سو تیرا ہے
اُردو کو راج چار سو تیرا ہے

ہماری قومی زبان۔۔۔۔ قائداعظم کا واشگاف اعلان:

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی ہی میں پاکستان کی قومی زبان کا تعین ہو گیا تھا۔ 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ کے جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظم فرمایا۔ "ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی کام کر سکتی ہے۔ جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے، وہ اُردو ہی ہو گی"۔ اسی طرح ڈھاکہ ہی میں 24 مارچ 1948ء کو آپ نے فرمایا۔ "اگر پاکستان کے مختلف حصوں کو باہم متحد ہو کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونا ہے تو ان کی سرکاری زبان ایک ہی ہو سکتی ہے اور وہ میری ذاتی رائے میں اُردو اور صرف اُردو ہے۔"

اُردو بحیثیت قومی زبان: اُردو دنیا کی اہم زبانوں میں سے ایک ہے۔ اگرچہ اس زبان کی مجموعی عمر چار پانچ سو برس سے زیادہ نہیں، تاہم اس زبان نے اس قدر ترقی کی ہے کہ آج دنیا کی جدید ترین زبانوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اُردو کو پاکستان کی قومی زبان کا درجہ

عام بول چال: اُردو واحد زبان ہے جو صغیر پاک و ہند ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ نہ صرف پاکستان کی قومی زبان ہے بلکہ بھارت میں ہندی کو قومی زبان قرار دیئے جانے کے باوجود صوبوں میں عوام اُردو کو بول چال کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

بین الاقوامی اہمیت: اپنے بولنے والوں کے اعتبار سے یہ زبان دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے۔ آج کل تو یہ ایک بین الاقوامی زبان کا درجہ اختیار کرتی جا رہی ہے۔ دنیا کے متعدد ممالک کے ریڈیو ٹیلی ویژن اسٹیشنوں سے روزانہ اُردو میں پروگرام نشر ہوتے ہیں۔

بین الصوبائی رابطہ کی زبان: پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔ پنجابی، پشتو، سندھی اور بلوچی یہاں کی علاقائی زبانیں ہیں۔ جو زبان پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، وہ اُردو ہے۔ اس اعتبار سے اُردو ہی واحد زبان ہے جو صوبوں میں باہمی رابطے کا موثر وسیلہ ہے۔

ملکی یکجہتی اور اتحاد کا وسیلہ: اُردو زبان ملک کے صوبوں اور ان کے عوام کے درمیان یکجہتی اور اتحاد کی علامت ہے اور اس کا سبب بھی۔ چاروں صوبوں کے باشندے جب آپس میں ملتے ہیں تو اُردو کو ذریعہ اظہار بناتے ہیں۔ اس طرح ان کے درمیان یگانگت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

قومی تشخص کی علامت: اُردو قومی تشخص کی علامت بھی ہے۔ قیام پاکستان کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد اُردو زبان کا تحفظ بھی تھا۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں اس زبان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا نظریہ اور تحریک پاکستان کا تصور ہندوستان

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

JOIN FOR MORE!!!

کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پہنچانے کے لئے ہمارے سیاسی قائدین اور دینی اکابر نے اسی زبان کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ مسلمانانِ برصغیر اُردو زبان کو اپنے ملی افکار اور اسلامی علوم وفنون کے فروغ کا سب سے موثر وسیلہ سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کا ثقافتی ورثہ: زبان کے ذریعے کسی قوم کے مزاج اور اس کی روایات واقدار کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ اُردو محض ایک زبان ہی نہیں بلکہ برِ صغیر کے مسلمانوں کی سینکڑوں برس قدیم روایات اور ان کی علمی وادبی اور لسانی کاوشوں کا ثمر ہے۔ اس اعتبار میں بطور ایک قوم کے اُردو زبان کو زبان کو قومی زبان کی حیثیت دینا ہمارے مزاج اور اقدار کا فطری تقاضا ہے۔

ادبی شہ پارے: اُردو میں ادب میں نظم ونثر میں بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے۔ جس میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہم اپنے اس قیمتی ادبی سرمائے کو پورے فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

لچک اور وسعت پذیری: اُردو زبان فطرتاً ترقی و وسعت کی استعداد رکھتی ہے۔ دوسری زبانوں کے الفاظ اس میں شامل ہو کر اجنبی معلوم نہیں ہوتے بلکہ زبان کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ نیتجتاً کئی زبانوں مثلاً فارسی، ترکی، ہندی، سنسکرت اور انگریزی کے بے شمار الفاظ اُردو میں جگہ پاگئے۔ مزید برآں پاکستان کی علاقائی زبانوں کے کثیر الفاظ اُردو میں پائے جاتے ہیں بلکہ ان علاقائی زبانوں کے الفاظ آج بھی غیر محسوس طور پر اُردو میں داخل ہوتے جا رہے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

وسیع ذخیرہ الفاظ اور اصلاحات: اُردو ایک ترقی یافتہ زبان ہے۔ بیشتر علمی، سائنسی فنی، قانونی اور دفتری اصطلاحات کا اُردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یوں اُردو زبان ہر طرح کے مطالب کے اظہار و بیان کی پوری قدر رکھتی ہے۔ اُردو میں لکھی گئی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُردو اخبارات اور رسائل کی اشاعت میں بھی بے حد اضافہ ہوا ہے۔

ٹائپ اور کمپیوٹر کی آسانی: اُردو میں جہاں فنی خطاطی کے بہترین نمونے پائے جاتے ہیں وہاں اس کا ٹائپ اور کمپیوٹر بھی آسانی کے ساتھ مستعمل ہے، جس کی وجہ سے نشرواشاعت کا کام تیز رفتاری سے سرانجام پاتا ہے۔ اب کتابیں اور روزانہ کے اخبارات کتابت کی بجائے ٹائپ اور کمپیوٹر پر کمپوز ہوتے ہیں۔

موثر ذریعہ تعلیم: انگریزی دور میں دہلی کالج میں جدید سائنسی اور جسمانی علوم کی تدریس کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ ریاست بہاولپور میں بھی اُردو سرکاری زبان کی حیثیت سے کامیاب کردار ادا کرتی رہی ہے اور اب جامعہ پنجاب اور کراچی میں بھی ایم۔ اے کی سطح تک بعض مضامین کی تدریس اُردو زبان میں ہو رہی ہے۔

جذبہ حب الوطنی کا فروغ: وطن دوستی اور قومی زبان میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر پاکستان میں اسی اصول کو مد نظر رکھا جائے اور اُردو زبان کو زندگی کے ہر شعبے میں رائج کیا جائے تو ملک کے مختلف علاقوں کے درمیان جذباتی تعلق اور زیادہ گہرا ہو جائے گا۔ ہمارے خیال میں اُردو زبان ہماری قومی زبان بننے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے اور اس سے چشم پوشی، صرف نظر اور مخالفت کرنا گویا پاکستان کی دستوری، استحکام اور خوشحالی کو نقصان پہنچانا ہے۔

اُردو کے چاند کے ہیں اُجالے کرن کرن — مہکے ہیں اس کے عنبریں گیسو شکن شکن
پھرتی رہی ہے یہ مثل صبا دامن دامن — اب کا نہیں یہ ساتھ یہ صدیوں کا ساتھ ہے
تشکیل ارض پاک میں اُردو کا ہاتھ ہے

PRACTICAL CENTRE SESSION 2023-2024

مضمون نمبر 3

اُردو ذریعہ تعلیم

ذریعہ تعلیم سے مراد وہ زبان ہے جس کی مدد سے اُستاد کوئی بھی علم یا فن طلبہ کو سمجھاتا ہے۔ کسی بھی زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے لیے اس زبان کا بہت سے پہلوؤں کے اعتبار سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ کیونکہ صرف وہی زبان ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے جس میں کچھ اوصاف اور محاسن موجود ہوں۔

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں اس زبان سے واقف ہوں۔ اُستاد جو بات طلبہ تک پہنچانا چاہتا ہے وہ بات طلبہ کی سمجھ میں آجائے، دراصل زبان چند آوازوں اور صوتیات کے مجموعے کا نام ہے، جو آدمی ان آوازوں اور علامات سے واقف نہ ہو وہ کیسے دوسرے کی بات سمجھ سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں اُردو زبان ہی وہ زبان ہے جسے شاگرد اور اُستاد دونوں بخوبی جانتے ہیں۔

۲۔ غیر ملکی زبان میں طالب علم استاد سے کسی مشکل مسئلے پر سوال کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ وہ ایک نفسیاتی الجھن کا شکار رہتا ہے کہ اگر اس کے منہ سے انگریزی کے کچھ غلط الفاظ نکل گئے تو استاد اور شاگرد اس کا مذاق اڑائیں گے۔ اس طرح شاگرد اپنے سوال کرنے کے حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اُردو ہی ایک ایسی زبان ہے جس میں بلا جھجک شاگرد اپنے استاد سے سوال کر سکتا ہے۔

۳۔ زبان کا دامن اس قدر وسیع ہونا چاہیے کہ تمام علوم و فنون کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا سکے۔ گویا زبان کا ذخیرہ الفاظ اس قدر وسیع ہونا چاہیے کہ کسی قسم کے خیال کے مطلب کے اظہار میں الفاظ کی کمی نہ ہو۔ اُردو زبان وسیع زبان ہے اگرچہ یہ مشرقی علوم کے اظہار کی مکمل استعداد رکھتی ہے۔ البتہ چند مغربی سائنسی علوم اس ذریعے بیان نہیں ہو سکتے۔ اگر ان مغربی اصطلاحات کا سہارا لے لیا جائے تو یہ مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔

۴۔ 1842ء میں جب دہلی کالج قائم ہوا تو مشرقی علم کے ساتھ ساتھ مغربی علم، ریاضی وغیرہ کی تدریس کے لیے اُردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا اور ثابت کیا گیا کہ مغربی علوم کی تدریس اُردو کے ذریعہ زیادہ موثر ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن میں جملہ سائنسی مضامین کی تعلیم اُردو زبان میں ہوتی تھی۔

اُردو کالج کراچی میں تمام سائنسی علوم اُردو زبان میں ہی پڑھائے جاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوا کہ اُردو زبان ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے۔

۵۔ جس زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اس میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ متواتر جاری رہنا چاہیے۔ وقت کے ساتھ نئے نئے خیالات افکار اور تجربات جنم لیتے ہیں۔ ان افکار و تجربات کو کتابوں میں محفوظ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اُردو میں تصنیف و تالیف کا کام بدستور جاری ہے، بلکہ بہت سے ایسے ادارے معرض وجود میں آچکے ہیں جو اُردو میں تصنیف و تالیف کا کام اپنی نگرانی میں کراتے ہیں۔ مثلاً مرکزی اُردو بورڈ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، انجمن ترقی اُردو اور مجلس ترقی ادب وغیرہ۔ یہ سب ادارے انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کراتے ہیں یا پھر ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں جن سے اُردو زبان کی ترقی و ترویج ہو۔

۶۔ وہ زبان جو ذریعہ تعلیم بن رہی ہے، اسے سب لوگ سمجھتے اور بولتے ہوں۔ اُردو زبان کی ہمہ گیری تسلیم شدہ ہے۔ یہ ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بخوبی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

۷۔ تخلیق و تحقیق اپنی قومی زبان میں ہی ممکن ہے۔ غیر ملکی زبان میں ذہنی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔ تخلیقی قوت سلب ہو جاتی ہے۔ ہمارے سامنے چین کی مثال موجود ہے۔ حالانکہ اسے بھی آزادی ہمارے ساتھ ہی ملی ہے، لیکن اس نے پاکستان کے مقابلہ میں بے حد

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

ترقی کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تخلیقی اور تحقیق کام صرف اپنی زبان میں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں بے حد ایجادات ہوئیں او رسائنسی اعتبار سے وہ بے حد ترقی کر گیا۔

۸۔ پنجاب یونیورسٹی نے سائنسی علوم میں امتحانات کے پرچے حل کرنے کے لئے طلبہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اُردو میں دے سکتے ہیں۔ ان تجربات سے پتہ چلتا ہے کہ بیشتر طلبہ امتحانات میں اُردو زبان کو ذریعہ اظہار بناتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ جس مضمون کی تدریس اُردو میں ہو رہی ہے، تو اُردو ہی میں پرچے حل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے تاکہ اظہار خیالات میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے اور طالب اپنا نقطہ نظر مکمل طور پر بیان کر سکے۔

مضمون نمبر 4

قائدِ اعظمؒ محمد علی جناح

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

JOIN FOR MORE!!!

محمد علی جناح 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ محمد علی کی پرورش بڑے ناز و نعم میں ہوئی۔ محمد علی کو چھے برس کی عمر میں کراچی کے ایک اسکول میں داخل کروادیا گیا۔ ایک سال انھوں نے بمبئی کے ایک پرائمری اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ اگلے سال وہ پھر کراچی آ گئے اور یہاں سے انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

آپ کے والد آپ کو اپنے کاروبار میں لگانا چاہتے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ کے والد نے اپنے ایک انگریز دوست کا مشورہ قبول کر لیا اور اپنے ہونہار بیٹے کو کاروبار میں شریک کرنے کے بجائے قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان بھجوا دیا۔ آپ نے وہاں کے ایک ادارے لنکن ان میں داخلہ لیا کیونکہ اس کے مین گیٹ پر دنیا کے مشہور قانون دانوں میں رسول اکرم ﷺ کا نام سب سے اوپر درج تھا۔ آپ نے وہاں بیس سال کی عمر میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔

جن دنوں آپ انگلستان میں تھے آپ کے گھریلو حالات خراب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا اور والد کو کاروبار میں سخت نقصان ہوا۔ ان کی مالی حالت بگڑ چکی تھی۔ نوجوان محمد علی نے ان حالات کا ہمت اور حوصلے سے مقابلہ کیا اور کراچی میں وکالت شروع کر دی۔

جب کراچی میں وکالت کی کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو آپ بمبئی چلے گئے۔ ابتدائی تین سالوں میں آپ کو کوئی مقدمہ نہ ملا اور آپ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور آخر کار آپ کو کچھ عرصے کے لیے پریزیڈنسی مجسٹریٹ کے عہدے کی پیش کش ہوئی اور آپ کی کارگردگی سے متاثر ہو کر حکومت نے پندرہ سو روپے تنخواہ کی پیش کش کی۔ آپ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ "میں تو اتنی رقم روزانہ کمانا چاہتا ہوں"۔ جلد ہی آپ کی وکالت چمک اٹھی اور آپ کا شمار چوٹی کے وکیلوں میں ہونے لگا۔ آپ نے پیشہ ورانہ اخلاقیات اور دیانت کو ہمیشہ مد نظر رکھا۔ ایک دفعہ ایک مقدمے کی پیروی کے دوران میں مجسٹریٹ نے آپ سے کہہ دیا کہ "آپ کسی تھرڈ کلاس مجسٹریٹ سے مخاطب نہیں"۔ آپ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ "مائی لارڈ! آپ بھی کسی تھرڈ کلاس وکیل سے مخاطب نہیں"۔ محمد علی جناح انگلستان کے زمانہ طالب علمی ہی سے سیاست میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ وہاں انھوں نے مشہور ہندوستانی لیڈر دادا بھائی نوروجی کی انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ وطن واپس آکر آپ نے کانگریس کے پلیٹ فارم سے سیاسی زندگی کا باقاعدہ آغاز کیا۔ 1909ء میں آپ بمبئی کے مسلم حلقے سے مرکزی کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ نے رکنیت کے چھے سالوں میں اپنی ذہانت اور لیاقت کا لوہا

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

منوالیا۔ اب تک، آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر سمجھا جاتا تھا۔ آپ ایک بے باک اور نڈر سیاسی لیڈر تھے۔ آپ کی جرات اور حق گوئی کے اعتراف کے طور پر اہل بمبئی نے جناح ہال تعمیر کیا۔

جلد ہی آپ کانگریس سے بددل ہوگئے اس لیے کہ آپ نے دیکھا کہ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے جسے مسلمانوں کے مفاد سے کوئی دلچسپی نہیں چنانچہ آپ کانگریس چھوڑ کر 1913ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ اب آپ نے اپنی کوششیں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے وقف کردیں۔ آپ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے اور مسلم لیگ کی نئی تنظیم کی۔ آپ کی ولولہ انگیز قیادت میں مسلم لیگ جلد ہی مسلمانوں کی مضبوط ترین سیاسی جماعت بن گئی۔

قائداعظمؒ یہاں کے حالات سے بددل ہوکر واپس انگلستان چلے گئے۔ دیگر مسلم رہنماؤں کے علاوہ علامہ اقبالؒ نے بھی آپ کو واپسی پر آمادہ کیا۔ علامہ اقبال نے اپنے خطوط میں لکھا کہ "اس وقت مسلمان بڑے نازک دور سے گزر رہے ہیں اور آپ ہی ان کی صحیح رہنمائی کرسکتے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کو اپنا الگ وطن حاصل کرنا چاہیے۔ جہاں وہ اسلامی شریعت کے مطابق اپنے مسائل حل کرسکیں"۔ چنانچہ قائداعظمؒ نے علامہ اقبالؒ کے ان مفید مشوروں کی بہت قدر کی۔

ہندو اپنے آپ کو انگریزوں کا واحد جانشین سمجھتے تھے۔ انھوں نے ایک قومی نظریہ پیش کیا۔ یعنی ہندوستان میں صرف ایک قوم بستی ہے اور وہ ہے ہندو قوم۔ پنڈت نہرو نے دعویٰ کیا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک کانگریس اور دوسری انگریز لیکن قائداعظمؒ نے اس چیلنج کا جواب دیا کہ "یہاں ایک تیسری طاقت بھی ہے اور وہ مسلمان ہیں"۔ آپ نے پرزور دلائل سے دو قومی نظریہ پیش کیا یعنی بتایا کہ مسلمان مذہب، تاریخ، لباس، تہذیب، زبان، غرض ہر لحاظ سے ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ یہاں تک کہ ہندو گائے کو اپنا خدا مانتے ہیں اور مسلمان اس کے گلے پر چھری چلاتے ہیں تو پھر دونوں قومیں کس طرح یکجا رہ سکتی ہیں۔ یہی دو قومی نظریہ قیام پاکستان کی بنیاد بنا۔ 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مشہور تاریخی قرارداد "قراردادِ پاکستان" منظور ہوئی۔ اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ "ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں، ان پر مشتمل ایک الگ مملکت قائم کردی جائے"۔ پہلے تو مخالفین نے اس قرارداد کا بہت مذاق اڑایا لیکن جلد ہی یہ قرارداد اسلامیانِ ہند کا متفقہ مطالبہ بن گئی۔

آخر مسلمان قائداعظمؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں سات سال مختصر عرصہ میں اپنے لیے الگ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان دنیا کی عظیم ترین اسلامی سلطنت کی صورت میں دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا۔ قائداعظمؒ اس کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ آپ نے دن رات سخت محنت کی اور اپنی بیماری کی پروا بھی نہ کی۔ آپ نے جان توڑ محنت سے مملکت خداداد کے استحکام کے لیے ٹھوس بنیادیں فراہم کیں۔

سال ہا سال کی مسلسل محنت سے قائداعظمؒ کی صحت بہت خراب ہوچکی تھی۔ وہ بیماری کی حالت میں بھی لگاتار محنت کرتے رہے۔ آخر کار آپ 11 ستمبر 1948ء کو رحلت فرماگئے۔ آپ کو کراچی میں دفن کیا گیا۔ جہاں پر شکوہ مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔

آپ کا پیغام "ایمان، اتحاد، تنظیم"

"ہمارا آئین بنا بنایا 14 سو سال سے موجود ہے۔ یعنی "قرآن مجید" ہم نے پاکستان اس لیے حاصل کیا تھا کہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں اسلام کو نافذ کرسکیں۔"

ہم لائے ہیں طوفان سے کشتی نکال کے
اس ملک کو رکھنا میرے بچّو! سنبھال کے

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE

مضمون نمبر 5

جہیز۔۔۔۔۔۔۔ ایک رسمِ بد

جہیز دراصل باپ یا بھائی کی طرف سے بچی کی شادی پر اس کو دنیوی گھر بسانے کے لیے تحفہ ہے جیسے عزیز و اقارب یا ان کے دوست احباب کسی خوشی کے موقعہ پر ایک دوسرے کو تحفہ دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کرنے کی رسمیں دنیا کی تمام اقوام میں اپنائی گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک اچھی رسم تھی مثلاً کسی کے ہاں بیٹا یا بیٹی پیدا ہو تو احباب نقدی یا کپڑوں کی صورت میں اسے تحفے دیتے ہیں۔ تاکہ اُس گھرانے کو مالی بوجھ محسوس نہ ہو۔

بچوں کی بسم اللہ اور آمین بھی اس کی کڑیاں ہیں۔ کسی کے گھر پہلی دفعہ جائیں تو خوشی کے اظہار کے لیے بھی ایسی ہی رسمیں موجود ہیں۔ جہیز کا تحفہ دینے میں بھی یہی جذبہ کار فرما ہے۔ دنیا کی تمام اقوام میں شادی بیاہ کے موقوں پر ایسے رسم و رواج موجود ہیں۔ لیکن یہ رسم و رواج تحفہ دینے اور لینے والے دونوں کی مالی حیثیت کو مدِ نظر رکھ کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ اس میں مدد کرنے کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی نمائش بھی نہیں کی جانی چاہیے۔ لیکن ہمارے ہاں نمائش اور فرمائش کا عمل دخل بڑھ گیا ہے۔ ہمارا ملک ایک اسلامی ملک ہے۔ اسلام ایک سادہ اور خوبصورت دینِ فطرت ہے۔ اس کی تعلیم ہر اعتبار سے مکمل اور قابل تقلید ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان تعلیمات کا عملی نمونہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ جس کا ہر رخ دلکش، دل آرا اور دل نواز ہے اسلام نے انسان کو ایک فطری سادگی سے روشناس کیا ہے۔

شادی دو افراد کے مابین ایسی زندگی کی شروعات ہیں جب وہ ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اس زندگی کے ابتدائی سفر میں اگر ان کی ضروریات کی بنیادی اشیاء مہیا ہوں تو آئندہ سفر آسان اور خوبصورت ہو جاتا ہے۔ اسی سوچ کو اپناتے ہوئے والدین کی جانب سے شادی کے مواقع پر اپنی اولاد کو دی جانے والی اشیاء کی فراہمی کو جہیز کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے جو کہ برصغیر پاک و ہند میں شادی کی اہم رسم کے طور پر ابھری اور آج اس رسم کے بغیر شادی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو جہیز کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں۔ حضرت فاطمہؓ جو آپؐ کی سب سے لاڈلی اور چھوٹی صاحبزادی تھیں اور جن کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا، کو شادی کے موقع پر دی جانے والی چند چیزوں کے بارے میں مختلف روایات قائم کی گئی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کے پاس شادی سے قبل ایک زرہ کے علاوہ کچھ نہ تھا اور شادی پر وہ چند اشیاء خریدی گئی تھیں وہ اسی زرہ کو بیچ کر اس سے حاصل ہونے والی رقم سے لی گئی تھیں۔

جہیز اور اس سے منسلک رسومات کے روز افزوں اضافہ نے نہ صرف غریب بلکہ متوسط کلاس کے طبقے کی زندگی بھی اجیرن بنا دی ہے۔ موجودہ مہنگائی کے دور میں بیٹیوں کی شادیاں، ان کی پرورش اور بقاء سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں لڑکیاں جہیز نہ ہونے کے باعث ساری زندگی اپنے باپ کی دہلیز عبور نہیں کر پاتیں۔

پاکستان کے زیادہ تر عوام غریب ہیں جو کہ روٹی، کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضرویات کے حصول میں بھی ناکام دکھائی دیتے ہیں تو ایسے میں گزرتے برسوں میں جہیز نے ایک مکروہ لعنت کا روپ دھار لیا ہے۔ لڑکی کی قابلیت، ہنر، شرافت اور خاندانی معیار کا اندازہ صرف بھاری بھر کم جہیز سے لگایا جاتا ہے۔ عزت دار، نیک سیرت اور شریف خاندان کی بجائے امیر ترین خاندان میں رشتہ کرنے کو قابل فخر سمجھا جاتا ہے۔ غریب اور معمولی لڑکی والے بھی امیر زاویوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ سسرال والوں کی مانگ میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ تقریباً سبھی لوگ اس لعنت سے تنگ آ گئے ہیں۔ گاؤں میں رہنے والے غریب کاشتکار اور مزارعے بیٹی بیاہنے کی خاطر نسل در نسل

JOIN FOR MORE!!!

چوہدریوں اور وڈیروں کی غلامی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ شہروں میں رہنے والے اپنی بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونے کی خاطر بھاری قرض اُٹھاتے ہیں اور اکثر اوقات اپنا گھر بار بیچنے کے باوجود بھی قرض دار ہی رہتے ہیں۔ جہیز کی رقم جمع کرنے کی خاطر ہی چوری، ڈاکہ زنی اور رشوت جیسے مسائل معاشرے میں بڑھتے ہیں۔

ان تمام کوششوں کے باوجود لڑکی والے لڑکے والوں کی اُمیدوں پر پورا نہیں اُترتے اور شادی کے بعد بھی مختلف تقاضے سر اُٹھاتے رہتے ہیں۔ کم مقدار میں جہیز لانے والی بہو روزِ اول ہی سے ناپسندیدہ ٹھہرائی جاتی ہے جسے آئے روز سسرال والوں کے طعنوں و تشنوں کا زہر برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں گھریلو فسادات اور جھگڑے جنم لیتے ہیں۔ ذہنی کشمکش، احساس کمتری، ذلت اور نفرت جیسے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جو ان خاندانی جھگڑوں کو مزید ہوا دیتے ہیں اور انجام آخر کار خاوند کی دوسری شادی اور طلاق کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

صرف جہیز کی بدولت طلاق کی شرح میں خاطر خواہ حد تک اضافہ ہوا ہے۔ بعض گھرانوں میں دیکھا گیا ہے کہ لڑکے والے بیٹھے بٹھائے اتنا سب کچھ مل جانے پر تن آسان اور کاہل ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لڑکے شادی کے بعد کام کاج کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اور ساری زندگی معمولی گھریلو اشیاء سے لے کر بڑے بڑے مسائل میں بھی سسرال والوں کی 'مدد' مانگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے تعلیم یافتہ دور میں بھی نئی نویلی دلہن صرف اس وجہ سے موت کے گھاٹ اُتار دی جاتی ہے کہ وہ بھی بھر کم جہیز لانے کے باوجود اپنے والدین سے گاڑی کا تقاضا کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

یہی وجہ ہے اکیسویں صدی میں داخل ہونے والی قوم کی بیٹیاں آج بھی اپنے والدین پر بوجھ ہیں اور ان کی پیدائش پر سوگ منایا جاتا ہے۔ لیکن اس مسئلے کا اصل حل ہماری قوم کی عمومی سوچ اور رویے میں مثبت تبدیلی پر ہی منحصر ہے۔ جب تک عام لوگ اس رسم کو بُرا نہیں جانیں گے۔ اس مسئلے کا تدارک ممکن نہیں ہو پائے گا۔ اس سلسلے میں ہمارے تعلیم یافتہ طبقے، علماء کرام، ادیب اور خصوصاً میڈیا جو کہ دور جدید کی عظیم طاقت ہے کا فرض بنتا ہے کہ وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت کا انتظام کریں۔ تاکہ وہ تمام روپیہ پیسہ جو جہیز کے نام پر ضائع کیا جا رہا ہے اسے آنے والی نسل کی بہتر تعلیم و تربیت پر صرف کیا جا سکے۔

مضمون نمبر 6

منشیات اور ہمارا معاشرہ

منشیات ایک بین الاقوامی موضوع ہے۔ موت کے سوداگر یہ گھٹیا کاروبار کر کے چند سکوں کی خاطر انسانی زندگیوں سے کھیلتے ہیں۔ آج کے نام نہاد ترقی یافتہ دور میں انسان بہت سی ایسی اخلاقی اور سماجی قدروں سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ جو ہمیشہ سے شرف انسانیت کا طرہ امتیاز رہی ہیں جس کے نتیجے میں ہم پریشانیوں میں گھر کر رہ گئے ہیں۔ انسان فطری طور پر بہترین اعلیٰ صلاحیتوں اور بھرپور عقل و دانش کے ساتھ اس جہان رنگ بو میں رکھتا ہے۔ جوں جوں وہ پروان چڑھتا ہے اس کی شخصیت و کردار پر سوسائٹی اور معاشرے کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ لامحالہ وہ ان سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ دینی و اخلاقی تربیت اور تعلیمی فقدان اور معاشرے میں دولت کی ریل پیل اور اس کا ناجائز استعمال اسے برائی اور شر کی طرف لے جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ 'ایک شخص شیطان کے چنگل میں پھنس گیا اور جان بچانے کے لیے شیطان نے دو شرائط پیش کیں۔ شراب کا ایک پیالہ پی لو یا تلوار لو اور اپنی ماں کو قتل کر دو' ورنہ تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ اس شخص نے فرط تقدس سے ماں کو قتل کرنے کی بجائے شراب کا پیالہ پینا منظور کر لیا۔ جب وہ شراب کے نشہ میں دھت ہوا تو میان سے تلوار نکالی اور ماں کو بھی قتل کر دیا۔

اس حکایت سے واضح ہے کہ نشہ کی حالت میں انسان اچھے برے کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اسی لیے وہ تمام چیزیں جن سے نشہ پیدا ہوتا ہے' اسلام میں حرام قرار دی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے۔

دوسری بڑی چیز جس نے انسانوں سے قوت عمل چھین رکھی ہے' افیون ہے یہ پوست کے پودے سے حاصل کی جاتی ہے۔ جب پودا جوان ہوتا ہے تو اس کے پھل کے شگاف سے آبی مواد نکال لیا جاتا ہے اور اسے منجمد کر لیا جاتا ہے اور یہی افیون کہلاتی ہے۔ یہ سن کر دینے والی انتہائی مہلک چیز ہے۔ اس کا عادی شخص اسے اعلیٰ طبی علاج کے بغیر نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر زبردستی اس سے شخص کو چھٹکارا دلوایا جائے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ افیون غریب بھی کھاتے ہیں اور امراء بھی۔ اس کے پینے والے عموماً ہواؤں میں محل تیار کرتے ہیں اور اپنی جوانی اس کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

افیون سے مارفین بھی حاصل ہوتی ہے اور اس سے آج کی بدترین نشہ آور شے "ہیروئن" بھی تیار کی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا زہریلا نشہ ہے جسے ایک یا دو بار پینے سے آدمی اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ اگر اسے ہیروئن نہ ملے تو اس کی ہڈیاں چٹخنا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو کر پاگلوں جیسی حرکات کرنے لگتا ہے۔ نہ جاننے والے اس کو پاگل سمجھتے ہیں۔ اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتا ہے۔ کوکین بھی سفید رنگ کا پاؤڈر ہے جو کہ کوکا نامی پودے کی پتیوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ سگریٹ میں پیا جاتا ہے اور اس کے ٹیکے بھی لگائے جاتے ہیں۔ یہ نہایت طاقتور نشہ ہے جو اعصابی نظام کو بیکار بنا دیتا ہے۔ اگر انسان کو ایک دفعہ لگ جائے تو اس کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ اعصابی کشیدگی' بے خوابی اور وزن میں کمی آ جاتی ہے۔ بھنگ اور چرس بھی مشہور نشہ آور چیزیں ہیں۔ تاہم یہ آہستہ آہستہ انسان کے اعصاب کو مفلوج کر کے اسے موت کی وادی میں لے جاتی ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ انسان کا لہو پیتی ہے۔ بھنگ کے عادی میں کبھی مستعدی نہیں آ سکتی۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ زندگی کی سچی آب و تاب کیا ہے۔ بھنگ سے چرس بھی تیار ہوتی ہے۔ یہ انسان کو سُن کر دیتی ہے۔ نکوٹین کا اثر براہ راست جسمانی اعضاء پر ہوتا ہے۔ دل و دماغ ماؤف ہو کر رہ جاتے ہیں۔ انسان حقائق کی دنیا سے فرار حاصل کر کے تخیل اور الف لیلوی عالم میں کھو جاتا ہے۔ طبّی لحاظ سے یہ دماغ میں خطرناک قسم کی نازک مزاجی پیدا کرتی ہے۔ چرسی غصے میں آ کر ہر قسم کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔

نشہ بازی کی مختلف عادات بد میں سے ایک عادت تمباکو نوشی کی بھی ہے۔ یہ ایک ایسی لعنت ہے جس نے ایک دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ تمباکو کو کئی طرح سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ حقے' سگریٹ' سگار' بیڑی وغیرہ میں دھوئیں کی راہ پیا جاتا ہے۔ تمباکو میں نشہ آور الکلائڈ نکوٹین ہوتی ہے یہ اس قدر زہریلی ہوتی ہے۔ جن سے سرطان کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ تمباکو کا مسلسل استعمال دمہ' ٹی بی' قلتِ خون' نظامِ تنفس کے نقائص' تمباکو نوشی کا بد نتیجہ ہیں۔ تمباکو شی کے عادی غیر صحت مند بچوں کو جنم دیتے ہیں۔ طبی نقصانات اور جسمانی بیماریوں کے ساتھ نفسیاتی اور اخلاقی بیماریاں بھی تمباکو نوشی کا ادنیٰ کرشمہ ہیں۔ تمباکو نوش شخص کی طبیعت میں جلد بازی' چڑچڑاپن اور خود گریزی کے جذبات جنم لینے لگتے ہیں۔ وہ کبھی خود کو تنہا محسوس کرنے لگتا ہے اور اعصابی تشنج کا شکار ہو کر تمباکو نوشی کی فضاؤں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ کافی اور چائے کا حد سے زیادہ استعمال بھی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اعصابی نظام پر ہیجانی اثر کرتی ہیں۔ اس لیے اس کا زیادہ استعمال خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ جب کوئی شخص نشہ آور مادّہ سگریٹ یا حقہ کے ذریعے استعمال کرتا ہے' نگلتا ہے یا اس کا انجیکشن لیتا ہے تو اس پر مدہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ کسی بھی قسم کا نشہ استعمال کرنے پر اس کا ردِ عمل تقریباً تمام انسانوں میں یکساں ہوتا ہے۔ نشہ آور شے خون میں شامل ہو کر دماغ تک پہنچتی ہے۔ فرد کو احساس تو ہوتا ہے لیکن وہ اس کی نوعیت

PRACTICAL CENTRE
B-14, BLOCK 1, GULSHAN-E-IQBAL, KARACHI ☏: 34976530, 34812547, 3499...

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

محسوس نہیں کر سکتا۔ اگر نشہ کم درجے کا ہو تو وہ مختلف اطراف میں تحلیل ہو جاتا ہے لیکن طاقتور نشے پر قابو پانا استعمال کرنے والوں کے بس میں نہیں ہوتا۔

نشے کے استعمال کا کوئی حتمی نشان یا علامت نہیں ہوتی لیکن ہم چند علامات کی موجودگی سے کسی فرد پر شک ضرور کر سکتے ہیں۔ مثلاً لڑکھڑاتی نا قابل فہم گفتگو' مدہوشی' غنودگی' اضطراب' ہیجان' قے وغیرہ۔ ان علامات کی موجودگی میں ہمیں کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچنا چاہیے بلکہ مزید تحقیق کے لیے اس فرد کی نگرانی کرنی چاہیے۔ یہ علامت ان اشخاص کی ہیں جو کہ نشہ استعمال کر رہے ہوں۔ البتہ جو لوگ پہلے ہی منشیات استعمال کرتے ہوں' ان کی شناخت تقریباً نا ممکن ہو جاتی ہے۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور یہاں پر نشہ آور مادّوں اور مشروبات کی ممانعت ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ملک میں ہیروئن کی وبا اتنی تیزی سے کیسے پھیلی؟ اس بارے میں ایک تصور تو یہ ہے کہ روایتی طرز زندگی کے مکمل انتشار نے منشیات کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ جب خاندانی بزرگوں کا اثر اور اختیار مستحکم تھا' زندگی پر سکون تھی تو منشیات کا استعمال بھی کم تھا لیکن اس تصور کے علاوہ اور بھی بہت سی ممکنہ وجوہات ہیں۔ بے روزگاری۔ متعلقہ انتظامیہ کی کمزوری اور رشوت خوری۔ ملکی دولت کی غلط تقسیم' مہنگائی اور راتوں رات لکھ پتی اور کروڑ پتی بننے کے خواب۔ حکومت کی بیرونی ملک بر آمد کرنے میں روک تھام اور اسمگلروں کا قلع قمع' جس کے سبب یہ سیل بلا باہر جانے کی بجائے اپنے ہی خطہ میں پھیل رہا ہے۔ سگریٹ نوشی کا تو ہر کوئی عادی ہے۔ نشے کی لعنت نے ہمارے جوانوں کی قوت' استقامت' ہنر مندی' دماغی صلاحتیں' نشاط شباب اور رنگ وروپ سب کچھ چھین لیا ہے۔ وہ اس وقتی سکون کو کسی مغل بادشاہ کی عشرت پسندی سمجھتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مضمون نمبر 7

ماحولیاتی آلودگی کے انسانی زندگی پر اثرات

انسان نے جہاں اپنی سائنسی ترقی سے ماحول کو سنوارا ہے' وہاں ماحول کو خراب بھی کیا ہے جس سے انسانی صحت پر تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ انسانی سرگرمیوں کے باعث ماحول پر جو منفی اثرات ظاہر ہوئے ہیں انہیں ماحولیاتی آلودگی کا نام دیا جاتا ہے۔ ہوا اور پانی انسانی زندگی کے لیے قدرت کا بہترین عطیہ اور بہت بڑا انعام ہیں لیکن صرف اسی صورت میں اور اسی تناسب میں جیسے قدرت نے ایک خاص نسبت میں پیدا کیں۔ ہوا جو کہ مختلف گیسوں کا مرکب ہے جس میں آکسیجن، نائٹروجن، ہائیڈروجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ وغیرہ شامل ہیں اور ایک خاص تناسب میں موجود ہیں۔ ہوا کے بغیر انسانی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر یہ تناسب بر قرار نہ رہ سکے اور ایک خاص مقدار سے کم یا زیادہ ہو جائے تو انسان کے لیے زندہ رہنا ممکن نہ رہے گا۔

گاڑیوں سے نکلنے والی کاربن مونو آکسائیڈ گیس کی مثال ہی لے لیجئے اگر یہ ہوا میں خاص مقدار سے بڑھ جائے تو انسان کی موت فوری طور پر واقع ہو جاتی ہے۔ آج کل سڑکوں پر ہونے والی اکثر اموات اسی کا شاخسانہ ہیں۔ اسی طرح آلودہ پانی پینے سے پیٹ کی بہت سی بیماریاں تیزی سے جنم لے رہی ہیں۔ فیکٹریوں' کارخانوں' گاڑیوں اور مشینوں کے شور نے بلڈ پریشر' ڈپریشن اور ذہنی بے سکونی جیسے امراض کو جنم دیا ہے۔

جہاں تک ہوا میں آلودگی کا تعلق ہے تو اس میں سب سے بڑا اور اہم کردار شہروں میں موجود کارخانوں اور فیکٹریوں نے ادا کیا ہے' جن کی چمنیوں سے نکلنے والا مضر صحت دھواں' جن میں انتہائی خطرناک کیمیائی اجزاء کی موجودگی ہماری صحت پر براہ راست اثر انداز ہو رہی ہے۔ گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں' زراعت کے شعبہ میں استعمال ہونے والی دوائیں' مردہ جانوروں اور انسانوں کے اجسام سے

خارج والی کثافتیں، جنگلوں میں لگی آگ، سڑکوں سے اٹھنے والے گرد و غبار ہیں۔ صاف و شفاف ہوا کا قدرتی تناسب تباہ و برباد ہو کے رہ گیا ہے۔ جس سے ہماری روز مرہ زندگی متاثر ہو رہی ہے۔ ہوا میں آلودگی کی وجہ سے ہمارے شہروں میں خصوصاً پھیپھڑوں کی تمام بیماریاں، ناک اور گلے کی تکالیف، دمہ، سر درد، آنکھوں کی جلن، سانس پھولنا، متلی، جلدی بیماریاں وغیرہ روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔

ہوا میں آلودگی نے جہاں ہماری صحت پر گہرا اثرات مرتب کیے ہیں وہاں قدرتی ماحول بھی اس سے بری طرح متاثر ہوا ہے۔ روز بروز بڑھتی ہوئی گرمی نے جہاں انسان کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے، وہاں ہائی ٹمپریچر نے موسموں میں تبدیلی، ضرورت سے کم یا زیادہ بے موسمی بارشیں، سیلاب اور زمینوں کا بنجر پن جیسے مسائل سے بھی دوچار کیا ہے۔ پانی میں آلودگی کا مسئلہ بھی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ پانی جو آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے۔ جس میں کچھ مزید نمکیات بھی ایک خاص مقدار میں موجود ہوتے ہیں، جن میں سوڈیم، پوٹاشیم، میگنیشیم، کیلشیم وغیرہ شامل ہیں اور جو انسانی جسم کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پانی میں اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصیت رکھی ہے کہ تقریباً تمام کیمیائی اجزاء کو اپنے اندر حل کرنے صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی میں اگر ضروری نمکیات قدرتی تناسب میں موجود ہیں تو قدرت کا بہترین عطیہ ہیں لیکن اگر ان نمکیات کی مقدار ایک خاص تناسب سے کم یا بڑھ جائے یا مضر صحت کیمیائی اجزاء پانی میں شامل ہو جائیں تو یہ بیماریوں کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ بچوں اور بڑوں میں اسی فیصد بیماریاں پانی کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں اور دوسروں میں منتقل ہوتی ہیں۔ آلودہ پانی کے ذریعے مختلف بیماریوں کے جراثیم انسانی جسم میں داخل ہو جاتے ہیں، جن میں ہیضہ، ٹائیفائیڈ، پیچش، جلد اور جگر کی بیماریاں شامل ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے شہروں میں یا شہروں کے باہر بہت سے ایسے کارخانے ہیں، جن سے خارج ہونے والے پانی میں نہایت مضر صحت کیمیائی مادے شامل ہوتے ہیں۔ ان میں چمڑے کو صاف کرنے اور رنگنے کے کارخانے، ٹیکسٹائل کی فیکٹریاں، مختلف کیمیکلز تیار کرنے کے کارخانے، کھادیں، فرٹیلائزر، کیڑے مار ادویات اور شہروں سے سیوریج کا گندہ پانی شامل ہیں۔ اس پانی کا کچھ حصہ تو براہ راست ہمارے زیر زمین آبی ذخائر میں پہنچ جاتا ہے اور کچھ حصہ ندی نالوں کے ذریعے ہمارے دریاؤں کے پانی میں شامل ہو جاتا ہے اور پھر ہم جب زیر زمین پانی کو ٹیوب ویلوں کے ذریعے یا دریاؤں کے پانی کو پینے کے استعمال میں لاتے ہیں تو یہی کیمیائی اجزاء ہماری صحت پر بری طرح اثر انداز ہو کر ہماری بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی پانی کا کچھ حصہ ہم کاشتکاری کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں، جو پھر مختلف اجناس، سبزیوں وغیرہ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور ہماری صحت پر برے اثرات چھوڑتا ہے اور مختلف بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ آلودہ پانی ہمارے دریاؤں میں موجود آبی جانوروں کے لیے بھی زبردست خطرے کا باعث ہے۔

ایک اور اہم مسئلہ بہت زیادہ تیز آواز اور شور کا ہے۔ یہ بھی ماحولیاتی آلودگی ہی کا حصہ ہے۔ اس میں گاڑیوں اور ان میں لگے پریشر ہارن وغیرہ کی تیز اور ناگوار آوازیں، رہائشی علاقوں میں لگی ہوئی فیکٹریاں اور کارخانے، ریل گاڑیوں کا شور وغیرہ شامل ہیں۔ ان تیز، ناگوار قسم کی آوازیں اور شور کی وجہ سے ذہنی بے سکون، بلڈ پریشر، ڈیپریشن، نیند کا کم یا نہ آنا، چڑچڑاپن، غصے کا جلدی آنا، کام میں جلدی کا اظہار اور طبیعت کی بے چینی جیسے امراض جنم لے رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام شور کرنے والی گاڑیوں کا ماہانہ چیک اپ کرایا جائے اور بہت پرانی یا بہت زیادہ شور دینے والی گاڑیوں کا شہروں میں داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ بہت زیادہ دھواں دینے والی یا شور کرنے والی گاڑیوں کے مالکان کے خلاف باقاعدہ قانون کے تحت عملی کاروائی کی جائے اور سخت سے سخت سزائیں تجویز کی جائیں۔

اسی طرح فیکٹری ایریا، شہروں اور آبادیوں سے دور بنائے جائیں۔ فیکٹریوں کی چمنیاں اس قدر بلند ہوں کہ ان کا اثر آبادی تک نہ پہنچ سکے اور ان فیکٹریوں کا گندا پانی مناسب طریقوں سے ٹھکانے لگایا جائے اور اسے ہرگز نہروں اور دریاؤں میں نہ ڈالا جائے۔ صفائی کا مناسب بندوبست کیا جائے اور گلی سڑی چیزوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے انہیں کھاد بنانے کے لیے استعمال کیا جائے۔

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024
JOIN FOR MORE!!!

آلودگی کے خلاف قومی سطح پر مہم چلائی جائے۔ کانفرنسیں منعقد کی جائیں اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات لائی جائے کہ آلودگی دورِ حاضر کا سب سے بڑا انسانیت کش مسئلہ ہے۔ اس مقصد کے لیے ابلاغ عامہ ' ریڈیو ' اخبار ' ٹی وی اور جرائد وغیرہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں ماحولیات (Ecology) کو بطور مضمون متعارف کرایا جائے تاکہ آئندہ نسلیں اس خطرناک انجام سے بچ سکیں۔ بھل صفائی مہم کی طرز پر جنگی بنیادوں پر ماہرین کی زیرِ نگرانی Anti Pollution Movement چلائی جائے اور ہر طبقے کو خاص طور پر طلبہ کو شریکِ کار کر لیا جائے تو آلودگی کے مسئلے پر آسانی کے ساتھ قابو پایا جا سکتا ہے۔

مضمون نمبر 8

گداگری ایک لعنت

کسی سے کچھ مانگنا اور اس کے عوض اس کی جائز خدمت نہ کرنا گداگری کہلاتا ہے۔ گداگری کی سینکڑوں صورتیں ہیں اور گداگروں کے بیسیوں طبقے ہیں۔ کوئی فریاد کر کے مانگتا پھرتا ہے کوئی گانا گا کر اس کے بعد کچھ مانگ لیتا ہے۔ کوئی اپنی بے کسی کا واسطہ دے کر کچھ طلب کرتا پھرتا ہے ' کوئی اپنے آپ کو پردیسی ظاہر کر کے گھر پہنچنے کے لیے کرایہ کے بہانے پیسے جمع کرتا ہے۔ کوئی کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر کے بہانے روپیہ بٹورتا ہے۔ غرض کہ ہر گداگر نے اپنی سمجھ اور اہلیت کے مطابق ایک طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔

ان مانگنے والوں میں کوئی پیشہ ور ہوتے ہیں اور کوئی مجبور۔ حالات کی ستم ظریفی بڑے بڑے خودداروں کو بھی دستِ سوال دراز کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ جو لوگ جسمانی یا دماغی طور پر روزی کمانے کے قابل نہ ہوں یا جنہیں معمولی سی قابلیت رکھنے کے باوجود ایسے ذرائع دستیاب نہ ہو سکتے ہوں ' ان کا اتنا قصور نہیں ہوتا جتنا کہ اس ماحول اور معاشرے کا ہوتا ہے جو انہیں گداگر بننے پر مجبور کر دیتا ہے اور جو ان کی مناسب امداد اور دستگیری نہیں کرتا۔

حکومت کا قصور یہ ہوتا ہے کہ یہ محتاج خانے نہیں کھولتی یا ان کے لیے مناسب وظائف مقرر نہیں کرتی۔ ان کے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان کی مدد کریں۔ مذہب اسلام نے ایسے ہی افراد کی امداد کے لیے زکوٰۃ کا اہتمام کیا ہے اور سختی کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ اپنی حلال کمائی سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دیا کرو۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آج کل کچھ لوگوں نے تن آسانی کی وجہ سے بھیک مانگنے کو ایک منظم پیشہ کے طور پر اپنا کیا ہے اور ہٹے کٹے لوگ بھیک مانگتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کام چور ہوتے ہیں اور بھیک کے ذریعے وہ دن میں معقول روپے کما لیتے ہیں۔ بغیر محنت کے جسے معقول آمدن ہو جائے اسے محنت کی ضرورت ہی کیا؟ نتیجہ یہ ہے کہ آج کل بھکاریوں کی اکثریت پیشہ ور ہے ایسے لوگوں کی مدد کرنا گداگری کو پھیلانے کے مترادف ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی مذہبی ذہنیت بھی گداگروں کی ہمت افزائی کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے ان کی خدمت کرنے کا ثواب اور دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کا باعث تصور کرتے ہیں۔ بہر حال ہماری اس ذہنیت نے ہر پیشہ ور بھکاری کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ دعا دے کر ایسے لوگوں کی جیب سے بھی پیسہ نکال لے ' جو خود نانِ شبینہ کے لیے محتاج ہیں۔

ایسا بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض شقی القلب لوگ گداگری کے ادارے کھولے ہوئے ہیں اور انہیں تجارتی اصول پر چلاتے ہیں۔ یہاں بچوں ' جوانوں اور بوڑھوں کو لنگڑا لولا بننا اور لرزنا سکھایا جاتا ہے۔ انہیں دو وقت کا کھانا اور رات کو آرام کرنے کے لیے بستر بھی مہیا کرتے ہیں۔ اس کے معاوضہ میں ان گداگروں سے ان کی کمائی کا بڑا حصہ وصول کر لیا جاتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024

گداگری قوم کے افراد کو اجتماعی طور پر بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ یہ افراد کے اندر غیرت وحمیت کو ختم کر دیتی ہے۔ مستعدی اور کام کرنے کی صلاحیت برباد کر دیتی ہے۔ قوموں کی ذہنی صلاحیتوں کو یکسر موقوف کر دیتی ہے۔ سستی کاہلی اور دولت کی ہوس بڑھ جاتی ہے۔ اخلاقی اور نفسیاتی جرائم عام ہو جاتے ہیں۔ انسان گھٹیا اور ذلیل عادات کا غلام ہو جاتا ہے۔ انسانی رشتے اور اخلاقی اقدار پامال ہو جاتی ہیں۔ انسان 'انسان کا دست نگر ہو جاتا ہے۔ اجتماعی طور پر معاشرہ غیروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر عزت نفس ختم ہو جاتی ہے۔ انسان خالق حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سہارا اور رزاق سمجھ بیٹھتا ہے اور اس طرح انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسلام میں جس قدر گداگری کی مذمت کی گئی ہے اتنی کسی اور مذہب میں نہیں کی گئی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا 'ہم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پشت پر لائے اور اس کو فروخت کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت رفع کرے۔ یہ اس کے حق میں بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے۔ پھر وہ اس کو کچھ دیں یا دھتکار دیں۔

مندرجہ ذیل تجاویز کو بروئے کار لا کر گداگری جیسے قبیح پیشے پر بڑی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

۱۔ ہمیں یہ عہد کر لینا چاہیے کی کسی غیر مستحق کو کسی صورت میں بھی امداد نہیں دی جائے گی۔ خود بھی اس پر عمل کیا جائے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین کی جائے۔

۲۔ علماء اور واعظین کا فرض ہے کہ نہایت جرات ' دلیری اور آزادی کے ساتھ سوال کرنے کی مذمت احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں کریں۔ اسراف اور فضول خرچی کی برائیاں بھی جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں، لوگوں پر واضح کریں۔

۳۔ عورتوں کو، جو ہر فقیر کی آواز کو غیب کی آواز سمجھتی ہیں، ان کے مکروفریب آگاہ کرنا چاہیے تا کہ وہ انہیں صدقہ وخیرات دینے سے باز رہیں۔

۴۔ حکومت اور معاشرے کا فرض ہے کہ وہ بھکاریوں کو مختلف دستکاریوں 'کاروبار اور روزگار میں لگائیں تاکہ گداگری کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکے۔

۵۔ اخبارات ' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے گداگری کی مذمت کی جائے۔

۶۔ گداگروں کو محنت اور کام کرنے کی ترغیب دی جائے۔

۷۔ جو گداگر بد قماش، چور اُچکے اور بچوں کو اغواء کرنے والے ہیں، انہیں عبرتناک سزائیں دی جائیں۔

۸۔ سرعام بغیر کوئی کام کروائے گداگروں کو سڑکوں پر بٹھا کر اعلیٰ کھانا کھلانے والے اداروں پر پابندی لگائی جائے جو معاشرے میں گداگری کے فروغ میں اضافے کا سبب بن رہے ہیں۔

مضمون نگاری

گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں (میر انیسؔ)

اردو کے پہلے مضمون نگار سر سید احمد خان ہیں۔ سر سید سے قبل اردو میں باقاعدہ اور بامقصد مضامین کے نمونے بزرگان دین اولیائے کرام کے ملفوضات کی شکل میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں وہ مجموعہ احباب سر سید، ہی اصل میں مضمون نگاری کا نقش اوّل ہے۔

اپنے وسیع مطالعے اور گردو پیش کے حالات وواقعات مشاہدات و تاثرات اور معلوبات کو مناسب اور موزوں پیرائے میں بیان کرنے کا نام مضمون نویسی ہے۔ یہ ایک فن ہے جس میں لکھنے کی مہارت بہت ضروری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔(اقبال ناز)

PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE ▣ SESSION 2023-2024 ▣ PRACTICAL CENTRE